تفسیر سورۃ التوبۃ
پروفیسر حافظ محمد سعید
DAR-UL-ANDLUS

دعوت و فکر

جس دور پہ نازاں تھی دنیا اب ہم وہ زمانہ بھول گئے

دنیا کی کہانی یاد رہی اپنا افسانہ بھول گئے

وہ ذکر حسیں، رحمت کا امین، کہتے ہیں جسے قرآن مبین

دنیا کے نئے نغمے سیکھے عقبی کا ترانہ بھول گئے

اغیار کا جادو چل بھی گیا ہم ایک تماشہ بن بھی چکے

دنیا کو مٹانا یاد رہا، باطل کو مٹانا بھول گئے

انجامے غلامی کیا کہیے، بربادی ہی بربادی ہے

جو درس شاہ بطحا نے دیا، دنیا کو پڑھانا بھول گئے

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور!

جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

سورة التوبة

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ .

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین صرف اسلام ہے، جسے غالب کرنے اور ادیانِ باطلہ کو نیست و نابود کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور ساتھ ضمانت بھی دی کہ دین حق کا چراغ گل کرنے کے لیے کفار و مشرکین اور منافقین کی ہر سازش کو اللہ تعالیٰ ناکام بنائے گا اور اپنے دین کو شرق وغرب میں قائم فرمائے گا۔ بقول شاعر......؎

شعلۂ شمع خدائی بھی کہیں بجھتا ہے؟ رہ گئے اپنا سا منہ لے کے بجھانے والے
نقشِ اسلام نہ اعدا کے مٹانے سے مٹا مٹ گئے آپ ہی جتنے تھے مٹانے والے

سورۃ التوبہ فطرت کی انھی حقیقتوں کی ترجمان ہے، اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ، کفار و مشرکین، منافقین اور مومنین کو واضح طور پر چار گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر ایک کے کردار پر سیر حاصل بحث کی ہے، خاص طور پر دنیا کی نام نہاد سپر طاقتوں کے شکنجے میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کو غلبۂ اسلام اور کفر کی دہشت گردی سے نجات کا طریقہ واضح کیا ہے۔

یہ سورۂ مبارکہ عصر حاضر کے مسلمانوں کے لیے منارۂ نور اور کفار و مشرکین کے لیے تازیانۂ عبرت کی حیثیت رکھتی ہے۔ شیطانی قوتوں کی طرف سے مسلسل یہ اصرار ہے کہ قرآن پاک بالعموم اور سورۂ توبہ بالخصوص امت مسلمہ کو دہشت گردی کی ترغیب دیتی ہے۔

9/11 کے بعد تو بہت سے مسلم حکمرانوں کو بھی مغرب نے اپنا ہمنوا بنا لیا۔ بڑے منظّم طریقے سے سورۃ التوبہ کو نصاب تعلیم سے خارج کر کے ''اعتدال پسندی'' اور ''روشن خیالی'' کے شیطانی نظریات کا پرچار کیا گیا۔ حالات کے اس تناظر میں ضروری تھا کہ کارکنانِ دعوت وعزیمت

کے جہادی نظریات کو سہارا دیا جائے اور یہودو نصاریٰ کی سازشوں کا شکار ہونے والے مسلمانوں کے سامنے سورۃ التوبہ کا قرآنی نظریۂ حیات پیش کیا جائے۔ یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے امیر محترم پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ کے نصیبے میں کی کہ جنھوں نے 9/11 کے بعد جب اسلام اور جہاد پر دہشت گردی کا لیبل لگایا جا رہا تھا، مایوسیوں کے سائے طویل ہو رہے تھے، اللہ والے پس دیوارِ زنداں پھینکے جا رہے تھے اور کفر و شرک اور فتنہ وفساد سے اللہ تعالیٰ کی زمین پر بدامنی مسلط کی جا رہی تھی تو ایسے حالات میں انھوں نے ملک بھر سے کارکنانِ دعوت و جہاد کو اکٹھا کر کے سورۃ التوبہ کی تفسیر بیان کی۔ نتیجہ یہ تھا کہ مایوسیاں ختم ہوئیں اور حوصلے بلند ہو گئے۔ وللہ الحمد

طے پایا کہ سورۃ التوبہ کی اس تفسیر کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے چنانچہ یہ ذمہ داری دارالاندلس کے رفیق عبید الرحمٰن محمدی حفظہ اللہ نے قبول کی اور کئی ماہ کی مسلسل محنت سے انھوں نے اسے کتابی قالب میں ڈھالا۔ دارالاندلس کے رفقاء حافظ یوسف سراج، سید تنویر الحق اور بھائی محمد شفیق نے بالترتیب پروف ریڈنگ، تخریج اور کمپوزنگ کے مراحل طے کیے اور ضیاء الرحمٰن بھائی نے خوبصورت سرورق بنایا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب محترم پروفیسر حافظ محمد سعید امیر جماعۃ الدعوۃ نے سورۃ التوبہ کی تفسیر پڑھائی تھی تو وہ اس وقت زخمی تھے، ان کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹی ہوئی تھی۔ یہ زخم انھیں محاذِ کشمیر پر سواری سے گرنے کی وجہ سے لگے تھے۔ اب جب ہم سورۃ التوبہ کی تفسیر کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں تو وہ جرم جہاد میں پس دیوار زنداں ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ دشمن کے عزائم ناکام ہوں گے اور یہ کتاب اللہ کے بندوں تک وہی پیغام پہنچائے گی کہ جس پیغام کو روکنے کے لیے امیر محترم کو دسویں مرتبہ نظر بند کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محنتوں کو قبول فرمائے۔ آمین!

سیف اللہ خالد

مدیر دارالاندلس

۲۵ شعبان ۱۴۲۷ھ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ.

موسم گرما میں مسئولین کے تربیتی دوروں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جون، جولائی اور اگست 2004ء میں یہ تربیتی دورے ہوئے تو ان میں سورۃ التوبہ کو شامل نصاب کیا گیا۔ تقریباً دوماہ میں یہ سورت سبقاً سبقاً مسئولین کو پڑھائی گئی۔ بیشتر مسئولین بھائیوں نے اصرار کیا کہ اسے کتابی شکل میں لایا جائے، چنانچہ بھائی عبیدالرحمٰن محمدی نے اس کام کو مکمل کیا۔ محمدی صاحب کتابی ذوق رکھنے کے ساتھ ساتھ پختہ منہجی ساتھی ہیں، انھوں نے بڑی محنت سے کیسٹ ریکارڈ کو تحریری شکل دی اور سورت کے موضوعات کو زیادہ مفید بنانے کے لیے دیگر حوالہ جات بھی جمع کیے۔ اللہ تعالیٰ محمدی بھائی کی محنت قبول فرمائے اور انھیں مزید توفیق سے نوازے۔ آمین!

سورۂ توبہ کا موضوع قتال فی سبیل اللہ ہے۔ اسلامی جہاد کے مقاصد کیا ہیں؟ جہاد کرنے والے لوگوں میں کیا خوبیاں ہونی چاہییں؟ اور کن لوگوں کے خلاف جہاد کرنا ہے؟ ان تمام موضوعات کا یہ سورت احاطہ کرتی ہے۔ جہاد کے آداب بھی سکھاتی ہے اور غلبۂ اسلام کے شاندار دور کا نقشہ بھی یہ سورۂ مبارکہ پیش کرتی ہے۔

سورت کے موضوعات کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی جہادی سیرت اور اس کے مختلف ادوار کو پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ نزول قرآن اور سیرت رسول اکٹھے چلتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے مدینہ پر یلغاریں شروع کر دیں چنانچہ آپ کو دفاعی جنگیں لڑنا پڑیں۔ آپ ﷺ نے دفاع میں جو معرکے لڑے وہ بڑے ہی بے سروسامانی کی حالت میں لڑے۔ کفار اس کوشش میں تھے

کہ مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر وہ انھیں اور ان کی پناہ گاہ مدینہ کو ختم کر دیں۔ اس مقصد کے لیے مشرکین مکہ نے قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملایا، مدینہ کے یہودیوں اورمنافقوں سے بھی سازباز کی اور ہر جنگ بڑی تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر مسلط کی۔ مسلمان عددی اور وسائل کے اعتبار سے نہایت کمزور تھےلیکن وہ ایمان کی پختگی اور مقصد کی لگن سے جمے رہے۔ یہود اور منافقین ہرمعرکے کومسلمانوں کے خاتمے کا باعث سمجھتے تھے اس لیے وہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں پوری طرح شریک رہےلیکن اللہ رب العالمین نے فیصلے یہ فرمائے کہ ہرمعرکے کے بعد مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوا، ہرقربانی اسلام کی دعوت کوگہرا کرتی گئی حتیٰ کہ احزاب کے موقع پر مسلمانوں کی تیسری آزمائش ہوئی۔ یہ مشرکین کے خلاف پہلے مرحلے کا فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اللہ کی بہت بڑی مدد نازل ہوئی اور کفار کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر واپس چلے گئے۔ کفار کے حوصلے ٹوٹ گئے اور انھیں یقین ہو گیا کہ مسلمانوں پر ان کے حملے کارگر نہ ہوں گے۔ ادھر مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے، مدینہ کے اندر کے حالات پر بھی احزاب کے معرکے نے گہرا اثر ڈالا۔ جن یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا معاہدہ توڑا تھا، مسلمانوں نے اللہ کے حکم سے ان کا محاصرہ کیا اور انھیں کیفر کردار تک پہنچایا۔ پھر اگلے مرحلے میں مسلمانوں نے خیبر فتح کر کے یہود کے فتنے کو دبایا اور مدینہ کو اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ کیا۔ مسلمانوں کی جہاد پر استقامت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے یہ مرحلے طے ہوتے گئے۔ جب مشرکین مکہ نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑا تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ کے خلاف فیصلہ کن معرکہ لڑ کر مکہ فتح کر لیا۔

یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ یہود کے خلاف مسلمانوں کی کارروائی ان کے نقضِ عہد کے بعد تھی اور مشرکین مکہ کے خلاف بھی کارروائی اس وقت کی گئی جب انھوں نے کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالا۔ یہ جہاد کے سلسلے میں اسلام کی مضبوط اخلاقی بنیاد ہے، جسے تاریخی طور پر

کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اسلام دعوت کا دین ہے اور قطعی دلائل سے اللہ کی توحید اور عبادت پر انسانوں کو جمع کر کے دنیا کو پر امن بناتا ہے اور ہر کسی کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کا درس دیتا ہے، چاہے وہ جان، مال اور عزت غیر مسلم ہی کی کیوں نہ ہو لیکن جب کوئی قوم مسلمانوں پر چڑھائی کرے تو اسلام اپنے ماننے والوں کو دفاع کا حکم دیتا ہے اور ہر ظالم اور غاصب قوت کو روکتا ہے۔ افسوس کہ آج دنیا پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والوں نے پراپیگنڈے کے زور پر اسلام کو دہشت گردی کا دین ثابت کرنے کی کوشش کی اور جہاد کو دہشت گردی قرار دے دیا۔ اس سے بڑا افسوس یہ کہ مسلمان حکومتیں اور عوام کے اکثر طبقے اسلام کے دفاع سے قاصر ہیں، انھیں اپنے مفاد عزیز ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا جائے اور اس کے لیے سیرت رسول اللہ ﷺ سے منہج سمجھا جائے۔

جہادی سیرت کے آخری مرحلے میں یہ واقعہ پیش آیا کہ رومی سلطنت نے فتح مکہ کو غیر معمولی قرار دے کر مدینہ پر حملے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ انھوں نے شاہِ روم کے حکم سے شام کے علاقے میں صلیبی فوجیں جمع کرنا شروع کر دیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو رومیوں کے اس فیصلے کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فی الفور بڑا معرکہ لڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے نفیر عام کا حکم دے دیا۔ آپ ﷺ نے تیس ہزار کا لشکر تیار کر کے شام کی طرف سفر شروع کر دیا۔ نہایت مشکلات کا سفر طے کرتے ہوئے آپ شام کی سرحد پر پہنچ گئے۔ ادھر رومیوں کو جب لشکر کا علم ہوا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور پیچھے ہٹ گئے۔ یہ شاندار جنگی دفاعی حکمت عملی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اختیار کی۔ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے خلاف کسی طرف سے بھی کسی بڑے حملے کا خطرہ نہ رہا۔ نبی کریم ﷺ تبوک سے واپسی کے سفر پر تھے کہ حج کا وقت آ گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سفر کے دوران ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر مقرر کر کے قافلۂ حج کے لیے تیار کر دیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ جب میدان منیٰ میں سردارانِ مشرکین جمع ہوں تو وہ انھیں رسول اللہ ﷺ کا

فرمان سنائیں کہ مکہ اسلام کا حرم ہے، اس میں اب کسی کافر ومشرک کو رہنے کی اجازت نہیں سو آئندہ کوئی کافر بیت اللہ میں نہ آئے اور جو مکہ میں مشرکین موجود ہیں انھیں چار ماہ کی مہلت ہے، وہ مکہ سے نکل جائیں ورنہ ان کے خلاف جنگ ہوگی۔

یہ سیرت رسول کا غلبۂ اسلام کے اعتبار سے تکمیلی مرحلہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کو تبوک کی کامیابی اور صلیبی قوت کے مرعوب ہو جانے سے پورے عرب میں گرفت مضبوط کرنے کا موقع ملا......سورۂ توبہ میں تبوک کی تیاری اور جنگ کے احوال و واقعات اور جہاد کے عمومی مقاصد و نتائج کا تذکرہ ہے۔ یہ ایسی تفصیلی سورت ہے کہ جس سے جہاد کا پورا منہج سمجھ میں آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے آخر میں اسے نازل کر کے مسلمانوں کے سامنے یہ نقشہ پیش کیا کہ تمھیں کس حیثیت سے دنیا میں رہنا چاہیے؟ اور غیر مسلموں کی مسلمانوں کے سامنے کیا حیثیت ہونی چاہیے؟ مسلمان غالب ہو کر اللہ کی زمین پر اسلام کے نمائندے بن کر رہیں جبکہ غیر مسلم مغلوب ہو کر رہیں، حکمرانی اور زمینی وسائل مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوں۔ سورۂ توبہ میں چار گروہوں کا تفصیلی ذکر ہے اور چاروں کا ذکر جہادی حوالے سے ہے۔ پہلا گروہ کفار ومشرکین کا ہے، اس گروہ کی متعدد قسمیں ہیں اور یہ قسمیں کفار کے طرزِ عمل کی مناسبت سے مقرر کی جائیں گی۔ وہ کافر جو عہد کر کے توڑ دیتا ہے، اس کے خلاف قتال کا حکم ہے اور جو مسلمانوں سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کریں ان کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ مختلف ہونا چاہیے۔ اسلام اخلاقی طور پر مسلمانوں کو بہت مضبوط رکھنا چاہتا۔عہد نہ توڑنے والوں کے بارے میں حکم یہ دیا گیا کہ تم بھی ان کے ساتھ عہد پورا کرو۔ کفار کو کمزور سمجھ کر ان کے خلاف چڑھائی نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ کمینگی ہمیشہ کفار کی طرف سے ہوتی ہے۔ طاقتور سے ڈرنا نہیں اور کمزور پر زیادتی نہیں کرنی، یہ اسلامی اخلاق ہیں۔

مشرکین کے تیسرے گروہ کا بھی اس سورت میں ذکر ہے وہ جو مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے پناہ طلب کریں۔حکم یہ ہے کہ انھیں پناہ دے دو۔ جب مسلمان ایسے بلند اخلاق

پیش کریں گے اور طاقتور ہونے کے باوجود کفار سے اچھا سلوک کریں گے تو اس سے اسلام کا اصل منشا یعنی دعوت پھیلانا، پورا ہو جائے گا۔ تاریخی اعتبار سے غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے جب جہاد کیا اور قوت حاصل کی تو اپنے مدمقابل سے ہمیشہ حسن سلوک کیا اور بلند اخلاقی نمونے پیش کیے۔ اس سے اسلام دنیا میں بہت پھیلا۔ قوموں کی قومیں، پورے پورے معاشرے اور ملک مسلمان ہوئے۔ اسلام کی دعوت اس وقت کمزور ہوئی جب جہاد رک گیا اور مسلمانوں کا کوئی کردار دنیا میں باقی نہ رہا، مسلمان غیروں کی غلامی پر مجبور ہوئے اور صرف نام کے مسلمان رہ گئے اور قانون سے لے کر انفرادی اور اجتماعی ہر اعتبار سے مسلمان کافروں کے رنگ میں رنگے گئے۔ سورۂ توبہ کفار کا ہر رنگ اتار کر مسلمانوں پر اسلام کا حقیقی رنگ چڑھاتی ہے اور باعزت اور باغیرت بنا کر مسلمانوں کے کردار کو پختہ کرتی ہے۔

دوسرا گروہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ہے، جس کا تذکرہ اس سورت میں ہے۔ اہل کتاب کی ریشہ دوانیوں کا ذکر کر کے ان کے خلاف قتال کا ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ اہل کتاب کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جو شریعت دی تھی، انھوں نے اسے مسخ کر دیا، اللہ کی بغاوت پر مبنی حلال و حرام کے اپنے نظام وضع کیے، شرک میں یہ پیچھے نہیں رہے، دوسروں کا مال ہڑپ کرنا ان کا وتیرہ ہے۔ ظلم پر مبنی نظاموں کے پجاری یہ لوگ مسلمانوں کو کسی طرح برداشت نہیں کرتے اور اسلام دشمنی میں حد سے گزر جاتے ہیں۔ اس ظلم کے خاتمے کے لیے اللہ مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیتا ہے...... بغور دیکھا جائے تو ایک طرف کفار و مشرکین، جن میں ہندو اور اس کی بہت سی قسمیں مسلمانوں پر ظلم کر رہی ہیں، یہ سب مشرکین کے ضمن میں سمجھے جائیں گے۔ تاریخی طور پر سب سے بڑا مشرک ہندو ہے، بلکہ پوری دنیا میں شرک پھیلانے والے ہندو ہیں۔ یہ سب سے قدیم شرکیہ مذہب ہے، اس کے بعد ہی ستارہ پرست اور آتش پرست مذہب دنیا میں معروف ہوئے ہیں چنانچہ

ہندو، بدھ حتیٰ کہ کمیونسٹ سب مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں بلکہ یہ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذہب والوں پر بھی ظلم کر رہے ہیں۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ سب پر ظلم ختم ہو۔ صرف مسلمان ہی محفوظ نہ ہوں بلکہ تمام اقوام ظلم سے نجات حاصل کریں، اسی کے لیے اسلام جہاد کا حکم دیتا ہے۔ دوسری طرف یہودی اور صلیبی ہیں، جو ہر جگہ مسلمانوں کو مار رہے ہیں، ان کے علاقوں پر قبضہ کر رہے ہیں۔ وہ تمام بد خصلتیں جن کا ذکر سورۂ توبہ میں یہود و نصاریٰ کے لیے کیا گیا ہے، موجودہ حالات میں نظر آتی ہیں سو اس ظلم کے خاتمے کا کوئی راستہ جہاد کے سوا نہیں۔

تیسرا گروہ مومنین صادقین اور مخلصین کا ہے۔ سورۂ توبہ میں اللہ نے اہل ایمان کو جہاد کا حکم دیا ہے اور مقاصد جہاد کو بروئے کار لانے کے لیے ان کی تربیت فرمائی ہے، رسول اللہ ﷺ نے حکم قرآنی پر عمل کر کے تربیت یافتہ جماعت تیار کی ہے، جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کہیں ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ کے الفاظ سے اور کہیں ﴿ اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ ﴾ کے انداز سے کرتا ہے کہ یہی سچے اور باکردار مومن جہاد کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کا بھی ذکر کیا ہے جو جان و مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر کے قبولیت کی دعائیں کرتے ہیں اور ان کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کے پاس مال نہیں، وہ صرف جانیں لے کر حاضر ہو جاتے ہیں، جب انھیں سواری نہ ہونے کی وجہ سے جواب ملتا ہے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں لیکن اطاعت ان کے قدموں اور زبانوں کو روک کر ان کا کردار پختہ کرتی ہے۔ پھر ان ایمان والوں کا بھی ذکر ہے کہ جن کی نیت تو جہاد میں شرکت کی پختہ تھی لیکن سستی کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے، ان کے خلاف بائیکاٹ کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے جہاد کی اہمیت اجاگر کی ہے پھر ان کے شدتِ احساس کی کیفیت قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ان کی توبہ کا ذکر کیا۔

چوتھا گروہ منافقین کا ہے، ویسے تو ہر جہادی سورت میں منافقین کا ذکر ملے گا لیکن سورۂ توبہ میں ان کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ توبہ میں منافقین کی ساٹھ سے زیادہ

خصلتوں کا بیان ہے۔ ان کی بعض خاص خامیوں کا بار بار ذکر کر کے مسلمانوں کو نفاق سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب بھی جہاد ہوا منافقین نے گندا کردار ادا کیا ہے لیکن یہ بھی کمال ہے کہ ہمیشہ ہی جہاد نے منافقین کے چہروں سے نقاب الٹے ہیں، وہ ہمیشہ ہی ذلیل ہوئے ہیں۔ ان کی مفاد پرستی اور دنیا طلبی نے ان کو گھر کا چھوڑا نہ گھاٹ کا۔ تھوڑی مہلت سے منافق دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے، کافر سے مفاد مل جائے تو اس کے پیچھے اور مسلمان سے مفاد کی توقع ہو تو اسے دھوکا دیتا ہے، لیکن مومن تھوڑی مہلت میں بھی آخرت کا سودا کرتا ہے، وہ اللہ کی رضا اور اخروی کامیابی کے لیے دنیا کی ہر تکلیف سہنا حتیٰ کہ جہاد کی موت میں بھی راحت محسوس کرتا ہے۔ منافق دنیا دار ہوتا ہے، دنیا حاصل کر کے بھی اسے سکون نہیں ملتا، زیادہ کے پیچھے بھاگتا ہے، اللہ کا ذکر کرنے کی بجائے مفاد کا ذکر کرتا رہتا ہے۔ منافق مسجد میں دکھاوے کے لیے آتا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بہت تنگی محسوس کرتا ہے اور ہر وقت سازشی کھیل کھیلتا رہتا ہے۔ سورۂ توبہ کو غور سے پڑھ کر معاشروں پر نظر ڈالی جائے تو ایسے معاشرے اب بھی صاف نظر آتے ہیں۔

جہاد کے حالات میں منافقین بہت بڑی آزمائش میں ہوتے ہیں، ان کی سازشوں سے بچنا اور ان کے ساتھ الجھنے سے اپنے آپ کو بچانا نبی ﷺ کا اسوہ ہے۔ جہاد میں جوں جوں مسلمانوں کی قوت بڑھتی جاتی ہے کفار کے ساتھ منافقین بھی کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ اس فطری پراسس کو قائم رکھنا ہی اصل تقاضا ہوتا ہے۔ بعض لوگ گھبرا کر غلطیاں کر بیٹھتے ہیں، وہ جہاد کی حقیقی منزلیں کھو دیتے ہیں۔ ایمان پر پختگی، جہاد پر استقامت اور ہر قسم کے حالات میں تدبیر و حکمت اور ہر طرح سے دعوت و تربیت کے راستوں کو کھلا رکھنے سے منزلیں ملتی ہیں۔ دنیا کی منزلیں اگر اللہ اپنے کسی مخلص بندے کو نہ دے تو آخرت کی منزلوں سے کبھی محروم نہیں رکھتا۔ فیصلے اللہ کے ہوتے ہیں، اللہ ہی پر چھوڑ دینے چاہییں۔ ہر وقت یہ دیکھتے رہنا چاہیے کہ کیا میں صحیح راستے پر گامزن ہوں اور کیا صحیح منزل کی طرف رواں

ہوں۔اس کے لیے قرآن مجید آنکھیں کھولتا اور دلوں کو روشنیاں دیتا ہے۔آیئے! سورۂ توبہ سے روشنیاں حاصل کریں۔یہاں دل بھی روشن، راستے بھی روشن اور منزل بھی روشن۔ ان شاءاللہ

وَمَا تَوْفِيْقِىْ إِلَّا بِاللّٰهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ وَمَا عَلَىَّ إِلَّا الْبَلَاغُ

کینال ریسٹ ہاؤس،سب جیل شیخوپورہ

۲۵ شعبان ۱۴۲۷ھ، بمطابق 19 ستمبر 2006ء

سورۃ التوبہ

قرآنی ترتیب کے اعتبار سے نواں اور نزولی اعتبار سے قرآن کریم کی یہ سب سے آخری بڑی سورت ہے۔[1] اس سورہ مبارکہ کے کئی نام ہیں، یہ تین نام زیادہ معروف ہیں:

○ اَلتَّوْبَةُ ○ بَرَاءَةٌ اور ○ اَلْفَاضِحَةُ

وجہ تسمیہ اور مختصر پس منظر:

- تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں میں منافقین کے علاوہ تین مخلص مومن بھی شامل تھے۔
- جنگ تبوک کا یہ سفر سخت ترین گرمی کے دنوں میں شروع ہوا۔
- رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تیس ہزار جاں نثار صحابہ کا لشکر رومی کافروں کا غرور خاک میں ملانے کے لیے تبوک کی طرف بڑھ رہا تھا اور منزل تقریباً چھ سو کلو میٹر دور تھی۔
- خوراک کی شدید قلت تھی، راستہ دشوار گزار اور پر خطر تھا۔
- سواریاں کم تھیں، اتنی کم کہ تقریباً اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں کو صرف ایک ایک سواری دی گئی تھی۔
- لوگ شدید قحط سالی کی زد میں تھے۔
- اس موقع پر ایک بڑا امتحان یہ بھی تھا کہ باغات کے پھل پک چکے تھے اور کھجوروں کے خوشے کاٹنے کا وقت قریب تھا۔

---

[1] بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ يستفتونك ﴾......الخ : ٤٦٠٥۔

- ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جنگ تبوک میں شرکت کا تاکیدی حکم جاری فرما دیا۔
- تین مخلص مومن محض سستی کی وجہ سے بغیر کسی عذر کے پیچھے رہ گئے۔
- اس نازک موقع پر جہاد سے پیچھے رہ جانے کو بہت بڑا جرم قرار دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والے ان تینوں اشخاص کا مقاطعہ کریں...... چالیس دنوں کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیویوں کو حکم بھیجا کہ وہ بھی ان سے علیحدہ ہو جائیں۔ ان تینوں کو اپنی غلطی کا شدید احساس تھا اور وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے اس غلطی کی معافی مانگتے رہے ...... جہاد سے پیچھے رہ جانے پر ندامت سے آنسو بہاتے رہے......اس حال میں جب پچاس دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی توبہ کی قبولیت کے ضمن میں آیات نازل ہوئیں، اس لیےاس سورہ کا ایک نام "التوبہ" ہے۔

براءت :

سورہ کا آغاز : ﴿ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ ﴾ سے ہو رہا ہے جس میں مشرکین سے کیے گئے معاہدوں کی منسوخی، اعلانِ براءت یعنی لاتعلقی اور اظہار بیزاری ہے اس لیے ایک نام براءۃ بھی ہے۔

اَلْفَاضِحَةُ :

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں منافقین کی سازشوں، شرارتوں اور خفیہ منصوبوں کا پردہ چاک کرکے، ان کو مسلم معاشرے کے سامنے آشکار کر کے ذلیل و رسوا کر دیا ہے اس لیے اس سورہ کا نام الفاضحہ یعنی رسوا کر دینے والی بھی ہے۔

موضوعات :

اس سورۂ مبارکہ کے چند اہم موضوعات یہ ہیں :

- مشرکین سے کیے گئے معاہدے منسوخ کر دیے گئے نیز اظہار براءت اور اعلان بیزاری کے ساتھ ساتھ انھیں چار ماہ کی مہلت دی گئی تا کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں۔
- مہلت کے خاتمہ پر اہل ایمان کے لیے حکم تھا کہ مشرکین کا محاصرہ کرو، گھات لگا کر ان کی تاک میں بیٹھو اور جہاں بھی پاؤ ان کو قتل کر دو۔
- ان کا جرم یہ ہے کہ یہ عہد شکن اور پلید مشرک ہیں، اس لیے یہ گردن زدنی ہیں اور ان کی سزا علاقہ بدری ہے۔ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکالا، آپ ﷺ سے لڑائی کی ابتدا بھی انھی لوگوں نے کی اور یہ لوگ دینِ اسلام پر طعن کرتے اس لیے حکم دیا گیا کہ ان سے لڑو اور اس وقت تک لڑائی جاری رکھو جب تک ان کی قوت پاش پاش ہو کر کمر ٹوٹ نہیں جاتی۔
- یہود و نصاریٰ کے عقیدے کی خرابیوں اور لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے بٹورنے کی بری عادتوں کا تذکرہ ہے۔
- منافقین کا جہاد سے پیچھے رہ جانے پر جھوٹے عذر بہانے پیش کرنے اور جہاد میں مال نہ خرچ کرنے کا حال مذکور ہے۔
- جیش عسرہ یعنی جنگ تبوک کا ذکر ہے اور جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنے والوں سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

سورہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے کا سبب :

اس سورہ مبارکہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھنے اور نہ پڑھنے کی بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں مگر صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ نازل نہیں کی اور نبی ﷺ نے لکھوائی نہیں...... اور یہ اس چیز کی بھی دلیل ہے کہ قرآن مجید جیسے نازل ہوا، آج بھی بالکل اسی حالت میں موجود ہے اور بغیر کسی شک و شبہ کے یہ منزل من اللہ ہے۔

آغاز سورہ

﴿ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾

’’اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں کی طرف بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ تو اس سرزمین میں چار ماہ چلو پھرو اور جان لو کہ بے شک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور جنھوں نے کفر کیا انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دے مگر مشرکوں میں سے وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا پھر انھوں نے تم سے عہد میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔‘‘

مشرکین سے اعلان بیزاری :

اس سورۂ مبارکہ کا آغاز بڑے پر ہیبت انداز میں ہو رہا ہے جس کے الفاظ تو مختصر ہیں مگر دنیا بھر کے مشرکین انھیں سن کر اب بھی دہشت زدہ ہو جاتے ہیں ...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان بیزاری اور اظہار براءت ہو رہا ہے۔ مشرکین کو مہلت دی جا رہی ہے کہ وہ تین میں سے ایک راستے کا انتخاب کر لیں :

① کفر و شرک سے تائب ہو کر دل سے دین اسلام قبول کر لیں۔
② مہلت سے فائدہ اٹھا کر مکہ مکرمہ سے نکل جائیں۔
③ تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں، جونہی دی گئی مہلت ختم ہوگی حدود حرم میں جو مشرک ملے گا اس کی گردن تن سے جدا کر دی جائے گی۔

جہادی برکات نے حالات کا نقشہ بدل دیا:

- اس سورہ کے نزول کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے قوت، غلبہ اور فتح کی راہ ہموار کر دی تھی۔
- ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور اخنس بن شریق سمیت بڑے بڑے جنگجو مشرک مارے جا چکے تھے اور دیگر متعدد سرکش و متکبر عبرت ناک انجام کو پہنچ چکے تھے۔
- عہد شکن بنو قریظہ کے یہودیوں کی جڑ کٹ چکی تھی۔
- یہود کے سازشی سردار کعب بن اشرف کو راستے سے ہٹایا جا چکا تھا۔
- بنو قینقاع اور بنو نضیر کو عہد شکنی کی سزا جلا وطنی کی شکل میں دی جا چکی تھی۔
- خیبر کی شکست کے بعد یہودیوں کی کمر ٹوٹ چکی تھی۔
- ''موتہ'' کے تاریخی معرکے میں صلیبیوں کی شکست کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

- مکہ فتح ہوا اور بیت اللہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا جاچکا تھا۔
- ثقیف و ہوازن کے اڑیل، متکبر اور مشرک قبائل گر چکے تھے۔
- اسلام کو زبردست عزت و وقار اور اہل اسلام کو فتح حاصل ہو چکی تھی۔
- جہاد میں پیش کی گئی بے مثال قربانیاں اپنا رنگ دکھا رہی تھیں۔
- اس لیے اب دنیا بھر کے مشرکین سے براءت، اعلان لاتعلقی اور اظہار بیزاری کا وقت آ گیا تھا۔
- اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا کہ مشرکین سے کیے گئے تمام عہد و پیمان ختم کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔
- تبوک سے واپسی پر ذیقعد ۹ھ کو مناسک حج کی ادائیگی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا اور بعد ازاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرما کر ہدایت کی کہ میری طرف سے مشرکین سے کیے گئے معاہدوں کے خاتمے کا اعلان کر دیں اور سورہ توبہ کی آیات تلاوت کر کے شرکاء حج کو سنائیں۔
- معاہدوں کی منسوخی کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب اس لیے بھی ضروری تھا کہ عرب دستور کے مطابق مال اور خون کے عہد کی منسوخی کا اعلان خود یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے کرایا جائے۔ اس دستور کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ حجاج کے قافلے سے ان کی ملاقات مقام ''عرج'' یا ''وادی ضجنان'' میں ہوئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: ''امیر بن کر آئے ہو یا مامور؟'' علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''نہیں بلکہ مامور ہوں۔'' اس کے بعد یہ لوگ مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

امیر اور خلیفہ میں فرق:

اس واقعہ سے ایک اہم مسئلہ کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ امیر بعض جزوی امور کے لیے مقرر کیا جا سکتا ہے جیسا کہ سفر حج اور جہاد کا امیر لیکن اس کو خلیفۃ المسلمین نہیں کہا جاتا

اور نہ اس کی بیعت ہوتی ہے۔ ہاں اس کی اطاعت بلا شبہ واجب ہے گویا جہاد و حج کے لیے امارت ضروری ہے خلافت ضروری نہیں ہاں خلافت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جہاد جاری رکھے۔

حسبِ ہدایت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور دسویں ذوالحجہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں جمرہ کے پاس کھڑے ہو کر وہ اعلان کیا جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ سورہ توبہ کافروں کو سنائیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ رہ کر لوگوں کو سورہ براءت سنائی اور یہ اعلان بھی کیا:

''اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے اور نہ کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔''[1]

غور کیجیے! یہ وقت کتنا عظیم تھا اس موقع پر مسلمان خوش اور مشرک کتنے مایوس اور پریشان ہوئے ہوں گے؟ ان اعلانات کا ان پر کتنا گہرا اثر ہو رہا ہو گا اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے ہوئے جزیرۃ العرب سے بت پرستی کے خاتمے اور بتوں کی خوشنودی کے لیے سفر پر پابندی کے اعلانات کو کس بے بسی کے عالم میں سن رہے ہوں گے؟ یقین کرنا چاہیے کہ یہ کیفیت جہاد کے بعد ہوتی ہے۔

کفار و مشرکین کے لیے چار ماہ کی مہلت:

منیٰ میں اعلان کیا جا رہا تھا: مشرکو! تم نجس ہو، تمھیں سمجھاتے سمجھاتے بہت وقت بیت چکا، اب تمھیں صرف سامان سمیٹنے کی مہلت اور زیادہ سے زیادہ حدود حرم میں چار مہینے تک چلنے پھرنے کی اجازت ہے۔ اس مہلت سے بھر پور فائدہ اٹھا لو! اور اچھی طرح اپنے

---

1. بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿و أذان من اللّٰه و رسوله﴾......الخ : ٤٦٥٦۔

مستقبل پر غور کر لو! اب یا تو......① اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ۔② یا اپنا سامان سمیٹو اور جان بچا کر بھاگ جاؤ! ③ یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ!

اور یہ بھی یاد رکھو! کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کافروں کو ذلیل و رسوا کرنے کا فیصلہ کر چکا اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔

مشرکو! آخرت کے دردناک عذاب اور دنیا کی ذلت وخواری سے بچنا چاہتے ہو تو اس کا باوقار طریقہ صرف یہ ہے کہ تم اپنے عقیدہ کفر وشرک سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یہی بات تمھارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے شرک پر قائم رہے تو تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

امریکہ سے روس اور انڈیا سے اسرائیل تک اعلان براءت:

ہم سورۂ توبہ کے مضامین کو سمجھنے کے لیے جمع ہیں اور اس وقت صورت حال یہ ہے کہ عقیدۂ توحید کی بنیاد پر جہاد شروع ہو چکا ہے جیسا کہ:

- ❀ گائے اور بتوں کے پجاریوں سے کشمیر میں جہاد جاری ہے۔
- ❀ بچھڑے کو معبود ماننے اور عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے یہودیوں سے فلسطین میں معرکہ آرائیاں ہو رہی ہیں۔
- ❀ صلیب کے پجاریوں اور عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے والوں کے مقابلہ میں افغانی وعراقی مجاہدین لڑ رہے ہیں۔
- ❀ دیگر کفار، مشرکین اور ملحدین سے ہر جگہ مجاہدین مقابلہ کر رہے ہیں۔یہ جہاد اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبہ کے لیے شروع ہو چکا ہے۔ الحمدللہ
- ❀ واللہ......ہم اس جہاد میں اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ دیکھ رہے ہیں۔

واللہ العظیم! میں بڑے پختہ یقین سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد لے آئے گا کہ جب امریکہ سے روس اور انڈیا سے اسرائیل تک ان مشرکوں سے کہا جائے گا:

''اے کافرو! ہم تم سے لاتعلقی اور بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔''

❀ موجودہ جہادی مشکلات کو دیکھ کر بعض لوگ پریشان ہیں۔ ہم ان بھائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کریں ...... ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس عظیم کامیابی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مال و جان اور اولاد کی قربانیاں پیش کرنے کا عمل شروع ہو چکا ہے اس لیے کامیابی اور فتح کی منزل قریب ہے۔ ان شاء اللہ

❀ تیرہ سالہ مکی دور نبوت میں رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کیں، ظلم سہے اور گھر بار چھوڑ کر ہجرتیں کیں۔ پھر جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔

حکم جہاد کا نزول:

❀ مدینہ ہجرت کے پہلے سال جہاد کا حکم نازل ہو گیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمان سخت کمزور تھے، تعداد بڑی قلیل اور عسکری وسائل نہ ہونے کے مترادف تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے کامیاب جہادی حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدینہ کو ہر لحاظ سے محفوظ بنانے کی پالیسی اختیار کی اور مدینہ کے قرب و جوار کے رہنے والے کفار و مشرکین اور اہل کتاب سے باہمی صلح کے معاہدے کیے اور مدینہ کے دفاع کو مشترکہ قرار دیا۔

❀ یہودی قبیلہ بنو قریظہ جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا، بنو نضیر اور بنو قینقاع جو اندرون میں بستے تھے، ان سب سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا۔

معاہدوں کی چند شقیں:

❀ مذہب الگ الگ ہونے کے باوجود دفاع ایک ہو گا۔

❀ بنو عوف کے یہود مسلمانوں سے مل کر ایک ہی جتھہ ہوں گے۔

- یہود اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر عمل کریں گے۔
- کوئی بھی طاقت فریقین میں سے کسی سے جنگ کرے تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔
- جب تک جنگ جاری رہے گی فریقین مشترکہ جنگی اخراجات برداشت کریں گے۔
- قریش مکہ اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔
- جو کوئی مدینہ پر حملہ کرے اس سے لڑنے کے لیے فریقین ایک دوسرے کا تعاون کریں گے۔
- نبی ﷺ نے کمال عسکری حکمت عملی کے ذریعے مدینہ منورہ اور قرب و جوار میں جتنے گروہ، قبائل اور مذہبی طبقے تھے معاہدوں کے ذریعے ان سب کو جکڑ دیا۔ اب مدینہ ہر قسم کی شورشوں، سازشوں اور فتنوں سے محفوظ ہو گیا اور مسلمانوں کی پوری توجہ اور ساری قوت مشرکین مکہ کی طرف ہو گئی، یہ شاندار نبوی حکمت عملی تھی۔

موجودہ جہادی حکمت عملی:

آج بعض نادان یہ کہہ رہے ہیں کہ...... ہندو بنئے سے کشمیر میں جہاد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پاکستان میں شرک کے اڈے موجود ہیں، حکومت طاغوتی ہے، ہر طرف کفر ہی کفر اور بے دینی ہے۔ پہلے ان کے خلاف جہاد کیا جائے۔ حکومت پر قبضہ کر کے پھر کافروں سے جہاد شروع کیا جائے۔

یہ اعتراض بے بنیاد ہے اس لیے کہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر نبی ﷺ نے مدینہ کے رہنے والے مشرکین و یہود سے صلح کے معاہدے کیے اور مکہ کے مشرکین سے جہاد کیا جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ثابت ہے۔

- مدینہ میں اوس اور خزرج قبائل کے بعض لوگ شرک پر قائم تھے۔
- مدینہ اور قرب و جوار میں یہودی اور عیسائی مشرک موجود تھے، قرآن مجید گواہی دیتا ہے:

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ﴾ [التوبة : ۳۰]

''اور یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے۔''

مدینہ کے کفار کے علاوہ ان کمزور عقیدہ مسلمانوں سے بھی رسول اللہ ﷺ نے قتال نہیں کیا جو اسلامی صفوں میں شامل تھے جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے ثابت ہے:

اسلامی لشکر جنگ حنین کے لیے سفر کرتے ہوئے ایک جگہ پہنچا۔ لوگوں نے بیری کا ایک بڑا درخت دیکھا جس کو ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا۔ مشرکین عرب اس پر برکت کے لیے اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، اس کے پاس جانور ذبح کرتے اور میلہ لگاتے تھے۔ شرکاء لشکر میں سے بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ہمارے لیے بھی ''ذات انواط'' بنا دیجیے جیسے ان لوگوں کے لیے'' ذات انواط'' ہے۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اکبر، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! تم لوگوں نے ویسی ہی بات کہی جیسی بات موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی یعنی:

﴿ اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ﴾ [الأعراف : ۱۳۸]

''ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے جس طرح ان (مشرکین) کے لیے معبود ہیں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا کہ تم لوگ بھی یقیناً پہلے لوگوں کے طور طریقوں پر چلو گے۔ مدینہ کے بت پرست مشرکوں، یہودیوں، کافروں جیسے مشرکانہ عمل کے لیے ''ذات انواط'' بنانے کی درخواست کرنے والے کمزور عقیدہ مسلمانوں سے رسول اللہ ﷺ نے جہاد نہیں کیا بلکہ ان کی تربیت و اصلاح کا عمل جاری رکھا، ہمیں بھی سیرت رسول (ﷺ) سے یہی راہنمائی ملتی ہے کہ اپنے ماحول، ملک اور معاشرے کو ممکن حد تک پر امن رکھیں، باہمی لڑائیوں سے اجتناب کریں اور اپنی پوری قوت و توجہ مشترکہ دشمن کے خلاف استعمال کریں۔

❀ موجودہ جہادی حکمت عملی پر اعتراض کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ تم نے طاغوتی

---

[1] ترمذی، کتاب الفتن، باب لترکبن سنن من کان قبلکم: ۲۱۸۰۔

حکمرانوں سے سمجھوتا کر لیا ہے۔ شرکیہ اڈوں، درباروں اور شرکیہ مراکز کو خوش دلی سے قبول کر لیا ہے،ان لوگوں کی یہ بات بھی غلط اور بے بنیاد ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے مشرکین کے کفر وشرک کو تسلیم نہیں کیا تھا اور نہ یہود کے باطل عقائد و نظریات پر سمجھوتہ کر لیا تھا بلکہ یہ ایک زبردست عسکری حکمت عملی تھی جس کے نتیجہ میں جہاد پھیلتا اور بڑھتا چلا گیا۔

یاد رکھیں! رسول اللہ ﷺ کا یہ سلوک کافروں کے ساتھ تھا،مسلم حکمران تو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں میں عقائد کی خرابیاں بھی ہیں مگر کلمہ گو مسلمانوں سے لڑائی کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے...... اس لیے ہم کسی مسلمان سے لڑنے کے لیے تیار نہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ جہاد جذباتی لوگوں کا کام نہیں بلکہ عقل سلیم کے ساتھ سیرت رسول (ﷺ) کی روشنی میں غلبہ اسلام کے لیے کافروں سے لڑائی کا نام جہاد ہے۔

باہمی لڑائی پر اکسانے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور وہ دیکھ سکیں کہ کافر ومشرک جو مسلمانوں کے ازلی اور ابدی دشمن ہیں وہ تو سب اکٹھے آگے بڑھتے ہیں، وہ مسجدیں گراتے ہوئے مسلم ملکوں میں داخل ہو کر قبضے جماتے جا رہے ہیں۔ مسلم عورتوں کی عزتیں لوٹ رہے ہیں ...... اور یہ نادان کہتے ہیں کہ ان کے خلاف نہ لڑو...... جہاد کو روکنے اور اس کی مخالفت کے صلہ میں امریکہ اور اس کے کافر اتحادی ان سے خوش ہو جائیں گے؟ یاد رکھیں! جہاد جاری رکھنے سے مسلمانوں کے لیے عزت، عظمت اور سربلندی ہے اور کافروں کے لیے ذلت، خواری، شرمندگی، رسوائی اور مایوسی ہے۔

مجاہدین کے بڑھتے ہوئے قدم مشرکین اور کافروں کو روند ڈالیں گے، شکست کافروں کا مقدر ہے، صلیب گرنے کا وقت قریب ہے، یہودی سازشوں کے خاک میں ملنے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کی رسوائی کا فیصلہ ہو چکا:

اے مشرکو! جان لو، اچھی طرح سوچ سمجھ لو اور یقین جانو کہ تم اللہ تعالیٰ کو بے بس اور عاجز نہیں کر سکتے:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهٗ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴾ [فاطر: ٤٤]

''اور اللہ تعالیٰ ایسا (کمزور) نہیں کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اسے ہرا دے یا عاجز کر سکے (بلکہ) وہ تو صاحب علم اور زبردست قدرت و طاقت والا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴾ [الأنفال: ٥٩]

''اور کافر یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ آگے نکل کر (ہماری گرفت سے) بچ جائیں گے (ہرگز نہیں وہ ہمیں) عاجز اور بے بس نہیں کر سکتے۔''

اے کافرو! اللہ تعالیٰ نے تمھیں ذلیل و رسوا کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے:

﴿ وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِينَ ﴾ [التوبة: ٢]

''مسلمانو! اور مجاہدو! یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تو کافروں کو ذلیل و خوار کرنے والا ہے۔''

مسلم حکمرانو! اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کو دل و جان اور پختہ یقین سے مان لو اور کافروں سے اعلان بیزاری کے ساتھ ساتھ ان سے کیے گئے معاہدوں کے خاتمے کا کھلا اور واضح اعلان کر دو اس لیے کہ کافر تو ہمیشہ ہی اپنے معاہدوں کو توڑ دیتے ہیں۔

ضروری وضاحت:

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے کہ سورہ توبہ کا آغاز مشرکین سے کیے ہوئے معاہدوں کے ختم کرنے سے ہو رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے اوصاف میں سے

ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے:

﴿ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ﴾ [البقرہ : ۱۷۷]

''اہل ایمان جب کسی سے عہد کر لیتے ہیں تو اس معاہدے کو پورا کرتے ہیں۔''

اس آیت کے مطابق یقیناً اہل ایمان اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں۔ عہد کو پورا کرتے ہیں۔ بغیر کسی حقیقی مجبوری کے عہد شکنی کا ارتکاب نہیں کرتے چونکہ کافر اور مشرک عہد شکن ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے لوگوں سے کیے ہوئے معاہدے توڑنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ﴾ [الانفال : ۵۸]

''(اے نبی!) اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے دھوکے اور خیانت کا خطرہ ہو تو سیدھے طریقے سے کیے گئے معاہدے ختم کرنے کا اعلان کر دیجیے۔''

ایمان والو! اس اعلان براءت سے البتہ وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انھوں نے اس عہد کو خوب نبھایا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور نہ انھوں نے تمھارے مقابلے میں آنے والی کسی قوم کی مدد کی ہے تو ان سے طے شدہ مدت تک عہد پورا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ عہد نبھانے والے متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

❀......❀......❀
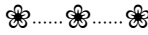
﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۵]

''پس جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ میں بیٹھو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک

اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

مشرکین کے لیے پیغام:

چونکہ مشرکین مکہ بدر و احد میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے۔ خندق میں مدینہ کا محاصرہ کر چکے تھے اور پھر صلح کا عہد بھی توڑ چکے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ دی گئی مہلت ختم ہوتے ہی بلا تاخیر مشرکین کے خلاف چار قسم کی کارروائیاں شروع کر دو:

۱۔ مہلت ختم ہوتے ہی جہاں کہیں یہ ملیں انھیں قتل کر کے ان کے ناپاک جسم سے اللہ تعالیٰ کی زمین کو پاک کر دو۔

۲۔ کافر اور مشرک جان بچانے کے لیے بھاگے تو تعاقب کر کے گرفتار کر لو۔

۳۔ بھاگ کر کسی علاقے یا قلعہ میں چھپ جائے تو اس کا محاصرہ کر لو۔

۴۔ زندہ بچ نکلنے والے تمام راستوں، دروں، گھاٹیوں، بندرگاہوں اور خفیہ سرنگوں کی نگرانی کے لیے گھات لگا کر بیٹھو۔

اسلام کے ازلی اور ابدی حربی دشمن قریش مکہ کو پیغام دیا جا رہا ہے کہ اگر وہ باوقار طریقے سے اپنی جان بچانا چاہیں تو شرکیہ عقائد سے توبہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی جان محفوظ و مامون ہے۔

یہ بات خوب ذہن نشین کر لینے کے قابل ہے کہ صرف زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ ظاہری عمل سے ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑائی کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ یہ (تین) کام کر لیں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانیں اور مال محفوظ کر لیے

سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی دیکھیے اور اس کی رحمت و بخشش پر غور کیجیے کہ جو لوگ اللہ کے دین کا راستہ روکنے کے لیے بھاگ دوڑ کرتے رہے۔ رسول اللہ (ﷺ) اور مسلمانوں کے قتل کے لیے کوشاں رہے۔ ان کی گرفتاری پر انعامات کے اعلانات کرتے رہے۔ خندق کے موقع پر مدینہ کا مہینا بھر محاصرہ کیے رہے۔ آج ان کے لیے بھی وہی مرحلہ درپیش ہے۔ ان لوگوں نے کتنے اصحابِ رسول (ﷺ) کو قتل کیا، کتنی جنگیں لڑیں، اہل ایمان کو کتنی تکلیفیں، اذیتیں اور دکھ پہنچائے۔ ان تمام مظالم ڈھانے کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر توبہ کر لیں، نماز قائم کر کے زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، اب یہ تمھارے دینی بھائی بن گئے ہیں، میں نے ان کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے اس لیے کہ میں معاف کرنے والا مہربان ہوں۔

منافقین سے قتال نہیں:

درج بالا تین کام کرنے والا شخص ہر لحاظ سے مامون و محفوظ ہے۔ ملت اسلامیہ کا ایک فرد ہے۔ مسلمانوں کو ملنے والے تمام حقوق کا مستحق ہے اگرچہ اس کے دل میں نفاق اور نیت میں فتور بدستور موجود ہو۔ مسلمانوں کو اس کے خلاف تلوار استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں الا یہ کہ وہ ارتداد یا ناحق قتل کے جرم کا مرتکب ہو، ایسی صورت میں بدلے اور قصاص میں اس کا قتل جائز ہے۔ اس کے علاوہ کسی کلمہ گو مسلمان کے خلاف تلوار کا استعمال ہرگز ہرگز جائز نہیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے:

''سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا ...... جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو میں

---

[1] بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا ﴾...... الخ : ۲۵۔

نے ایک شخص پر حملہ کرنا چاہا۔اس نے میرے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھی تو وہ فوراً ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرنے لگا ...... میں نے نیزے کا زبردست وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔ اس بات سے میرے دل میں شدید قسم کا کھٹکا پیدا ہوا۔ جب میں واپس آیا تو اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس شخص کو لا الہ الا اللہ کہنے کے باوجود قتل کر ڈالا؟'' میں نے کہا اس نے تو تلوار کے خوف سے لاالہ الا اللہ کہا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا یا ڈر کی وجہ سے؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے لا الہ الا اللہ کے بعد اسے قتل کیا؟'' آپ ﷺ بار بار یہی جملہ فرما رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے تھے کہ ''جب وہ شخص قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے ساتھ آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ (اس قتل کا حساب کیسے دو گے؟) میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! (ﷺ) میرے لیے بخشش و مغفرت کی دعا کیجیے! رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: ''قیامت کے دن جب وہ مقتول لاالہ الا اللہ لے کر آئے گا تو تم کیا کرو گے؟ جب میں نے بار بار یہی بات رسول اللہ ﷺ سے سنی تو میں نے بڑی حسرت سے یہ آرزو کی کہ کاش! میں نے آج ہی اسلام قبول کیا ہوتا۔''[1]

مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف کارروائی کا جواز:

منافق کے برعکس ایک ایسا شخص جو نماز اور زکوٰۃ کا صریحاً منکر ہے اس کے خلاف اسلامی حکومت کے لیے قتال ضروری ہے جیسا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ

[1] مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا إله إلا الله: ٩٦۔

کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا۔

❀......❀......❀
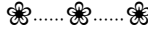
﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ﴾ [التوبه : ٦]

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دے۔ یہ اس لیے کہ واقعی وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔''

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایک استثنائی حکم دیا جا رہا ہے کہ قبل ازیں جن مشرکین سے جہاد کا حکم دیا گیا تھا ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن کی درخواست کرے تو آپ اس کی خواہش کو پورا کر دیں، پھر اس کو قرآن سنائیں سوچنے سمجھنے کا موقع اور کلام اللہ کے ذریعے دین کی تعلیم دیں، ممکن ہے اس کی قسمت جاگ جائے اور وہ دین حق کو دل کی گہرائیوں سے قبول کر لے کیونکہ مشرک بے علم اور جاہل ہوتا ہے، ممکن ہے قرآن کریم کے دلائل سے اس کا دل منور ہو جائے یا دوسری صورت یہ ہے کہ آپ فریضہ دعوت سے سرخرو ہوں اور اس پر حجت قائم ہو جائے۔ اچھی طرح فریضہ تعلیم دین ادا کرنے کے بعد ایسے لوگوں کو پر امن مقام تک بحفاظت پہنچا دو تاکہ بے خوفی کے ماحول میں پہنچ کر اسے مزید سوچنے سمجھنے کا موقع میسر آ سکے۔

سبحان اللہ! اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے کتنا اعلیٰ اخلاقی معیار عطا فرمایا ہے کہ دشمن بھی آ کر امان طلب کرے تو خوش دلی سے اسے امن دے دو۔ امان دینے کے بعد ایسے شخص کو ہرگز ہرگز قتل نہ کرو۔ بلکہ اس کا خون بہانا اہل ایمان پر حرام ہے اور اگر کوئی اس کو قتل کر دے تو اس کی دیت ادا کرنا اسلامی حکومت پر واجب ہے تو کیا ایسا دین دہشت گردی کا قائل ہوسکتا ہے؟
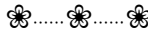
﴿ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾

[التوبة : ٧]

''ان مشرکوں کا اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیسے ممکن ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا ہے تو جب تک وہ تمھارے لیے پوری طرح قائم رہیں تم ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

مشرک اور کافر عہد شکن ہیں :

جب مشرکین اپنے کیے ہوئے عہد و پیمان کی پروا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کو بھی ان کے ساتھ کیے گئے عہد کی کوئی پروا نہیں ہے۔ ہاں جو لوگ اپنے عہد کا لحاظ کرتے ہوئے سیدھے رہیں تو پھر تم بھی عہد نبھاؤ اور ان سے سیدھے رہو اور جان لو کہ معاہدوں پر عمل درآمد اور ان کا احترام باعث تقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ متقین سے محبت رکھتا ہے۔

چونکہ مسلمان عہد شکن نہیں ہوتا اس لیے یہاں وضاحت کی جا رہی ہے کہ مشرکین سے معاہدے ختم کرنے کا جو اعلان ہوا ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ کافر و مشرک اپنے آپ کو کسی معاہدے کا پابند ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ مسلمانوں سے اپنے مفاد کے لیے معاہدہ کرتے ہیں اور خود ہی توڑ دیتے ہیں۔ ہمیشہ انتظار میں رہتے ہیں اور موقع ملتے ہی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٥٦ تا ٥٧]

''(اے نبی ﷺ) آپ نے جن لوگوں سے عہد و پیمان کر لیا پھر بھی وہ ہر مرتبہ اپنے عہد و پیمان توڑ دیتے ہیں اور عہد شکنی سے قطعاً احتراز نہیں کرتے۔ پس جب کبھی آپ ان پر لڑائی میں غالب آ جائیں تو انھیں ایسی زبردست مار ماریں کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں تا کہ انھیں نصیحت ہو۔''

ہاں! وہ معاہدہ جو آپ ﷺ نے مسجد الحرام کے نزدیک ان سے کیا تھا، اس کی ایک حیثیت ہے، اس کے علاوہ تمام معاہدے بے وقعت اور بے حیثیت ہیں۔ یہاں جس عہد کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس کی تفصیل سورہ فتح میں دیکھی جا سکتی ہے تاہم اس معاہدے کی ایک جھلک یہ ہے:

رسول اللہ ﷺ عمرہ کی غرض سے چودہ پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے، آپ حدیبیہ کے مقام تک پہنچ گئے مشرکین مکہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو عمرہ کرنے اور بیت اللہ کی زیارت کرنے سے روک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے داماد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کے پاس بطور سفیر مذاکرات کے لیے روانہ کیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی واپسی میں کچھ تاخیر ہوئی تو اہل اسلام میں پریشانی اور تشویش پیدا ہونے لگی۔ اسی دوران یہ خبر گردش کرنے لگی کہ قریش مکہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے بیعت لی، بعد میں پتا چلا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع غلط تھی۔ اس واقعہ سے یہ بھی پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک بھی غیب کا علم نہیں جانتے تھے۔

صلح حدیبیہ میں مصلحت:

اس اثنا میں مشرکین مکہ اور نبی ﷺ کے درمیان طویل مذاکرات کے بعد ایک معاہدہ طے پایا۔ معاہدہ صلح حدیبیہ میں بعض دفعات صحابہ کرام کے فہم و شعور سے بالا تھیں اس لیے وہ

سخت پریشان، رنجیدہ اور افسردہ تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھی:

''جو شخص مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے گا اس کو واپس کر دیا جائے گا لیکن جو شخص مدینہ سے بھاگ کر مکہ جائے گا مشرکین اسے واپس نہیں کریں گے۔''

معاہدہ لکھا جا رہا تھا تو اس میں یہ لفظ آئے:

''یہ معاہدہ قریش مکہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کے درمیان ہے۔'' قریش نے اس پر اعتراض کیا اور کہا ہم تو آپ کو اللہ کا رسول مانتے ہی نہیں، الفاظ تبدیل کر کے لکھیں، یعنی: ''محمد بن عبد اللہ اور قریش مکہ کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے یہ ترمیم قبول فرمائی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، وہ بے ساختہ بول اٹھے: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اللہ کے سچے رسول نہیں؟ اور کیا ہم دین حق پر نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں ہم حق پر ہیں اور میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔''

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر آپ ایسی دفعات پر کیوں صلح کر رہے ہیں؟ دراصل رسول اللہ ﷺ کی عسکری حکمت عملی یہ تھی کہ مشرکین مکہ کو دس سال کے لیے لڑائی کے عمل سے پیچھے دھکیل کر اپنی عسکری قوت کو فعال اور مضبوط بنانے کے لیے وقت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ اور دیگر بیشمار حکمتیں اس معاہدہ میں پوشیدہ تھیں جس کی اہمیت واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح نازل فرمائی اور اس معاہدہ کو فتح مبین کا نام دیا۔ اس معاہدے کو محدثین باقاعدہ غزوہ قرار دیتے ہیں اور کتب احادیث میں اس کو ''غزوہ حدیبیہ'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اہل ایمان کے لیے نمونہ:

صلح حدیبیہ کا یہ واقعہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ایک رہنما اصول اور شاندار ضابطہ ہے۔ بوقت ضرورت مسلمان اپنے دفاع، وقتی مصلحت اور گہری عسکری چالوں کے

لیے ایسی حکمت عملی اختیار کر سکتے ہیں۔بعض نادان اس واقعہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کافروں سے لڑائی کی بجائے ہمیشہ صلح صفائی، مذاکرات اور معاہدے کرکے امن وسلامتی کے ساتھ وقت گزارا جائے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ سے بچنے کے لیے ہی مشرکین مکہ سے صلح کو ترجیح دی تھی اس لیے آج بھی یہی حکمت عملی اپنا کرلڑائی سے بچا جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی عسکری زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں نظر آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ صلح کی ہی اس لیے تھی کہ مناسب وقت اور بھر پور تیاری کے ساتھ دشمن سے فیصلہ کن جنگ کی جائے جیسا کہ بعد کے واقعات و حالات سے ثابت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ صلح کے فوراً بعد دعوت کے عمل کو وسیع فرمادیا اور مختصر وقت میں مکہ کے اندر اپنا اثر و رسوخ اس قدر بڑھا لیا کہ ایک بڑے جنگجو قبیلہ بنوخزاعہ سے حلیفانہ معاہدہ کرکے عسکری اعتبار سے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔

غزوہ حدیبیہ کے بعد بائیس ماہ کے اندر اندر بنوبکر اور بنوخزاعہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو قریش مکہ نے بنوبکر کی مدد کرکے رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا عہد توڑ ڈالا۔

جونہی قریش مکہ نے عہد شکنی کی رسول اللہ ﷺ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حملہ کرکے مکہ فتح کرلیا۔ اہل مکہ جنگ کے لیے نہ تو خود تیار ہو سکے اور نہ ان کے پاس باہر سے مدد منگوانے ہی کا وقت تھا۔ اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل مکہ نے لڑے بغیر ہی اپنی شکست تسلیم کر لی اور رسول اللہ ﷺ مکہ میں دس ہزار کے لشکر کے ساتھ فاتحانہ داخل ہوئے۔

اب یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ صلح حدیبیہ کا فیصلہ ہمیشہ کے لیے جنگ سے بچنے کے لیے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی بہت گہری عسکری چال اور عظیم فاتحانہ حکمت عملی تھی

جسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فتح مبین کا نام دیا ہے۔

❀......❀......❀
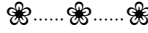
﴿ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۚ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴾ [التوبة : ۸ تا ۱۰]

’’کیسے ممکن ہے جبکہ وہ اگر تم پر غالب آجائیں تو تمھارے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد کا، تمھیں اپنے مونھوں سے خوش کرتے ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔ انھوں نے اللہ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لی پھر اس کے راستے سے روکنے لگے۔ بے شک یہ لوگ! برا ہے جو کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ کسی مومن کے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔‘‘

ان آیات میں کفار و مشرکین ایسے عہد شکن اور بدکردار لوگوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے تمھیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، عہد نبھانے کی یقین دہانیاں کراتے ہیں مگر دل سے وہ اس کے انکاری ہیں۔ تمھاری دشمنی میں دانت پیستے، ناپاک منصوبے بناتے اور بغض و عداوت کی انتہائی حدوں کو پار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

یہ بدکردار اور فاسق ہیں، تم پر غلبہ پالیں تو بے بس عورتوں اور نہتے قیدیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالیں اور مسلم آبادیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ مسلمانوں پر بدترین مظالم ڈھا کے خوشیوں کے شادیانے بجائیں۔ نہ تو ان کو قرابت داری کا کوئی لحاظ ہے اور نہ

کسی عہد ہی کی پروا۔ ان بدبختوں کا جو کردار قرآن نے یہاں بیان کیا ہے اس کی گواہی میں تاریخ کے اوراق موجود ہیں، کل کے کافر بھی اسی طرح ظالم تھے اور آج کے کافر بھی درندے ہیں، آئندہ بھی ان کا یہی مکروہ چہرہ اور شرمناک کردار رہے گا۔

مسلمانوں پر کشمیر میں ہندوؤں کا ظلم، عراق اور افغانستان میں مسلم عوام پر صلیبیوں کی درندگی اور فلسطین میں یہودیوں کی سفاکی سے خود ان کے اپنے بھی چیخ پڑے ہیں۔ حقوق انسانی کے یہ جھوٹے علمبردار خود قانون بناتے اور خود ہی اس کو پامال کر کے توڑ دیتے ہیں۔

جنیوا معاہدہ اور جنگی قیدی:

امریکی چہرے کی حقیقت دیکھنی ہو تو کیوبا کے ''گوانتا ناموبے'' کے جزیرے میں جنگی قیدیوں سے شرمناک سلوک کی داستان پر نظر ڈال لو۔ ان ظالم امریکیوں سے کہا گیا کہ جنیوا معاہدے کے تم بھی پابند ہو اور جنگی قیدیوں کے لیے اس معاہدے میں باقاعدہ حسن سلوک کے بین الاقوامی طے شدہ اصول ہیں۔ ان کے مطابق ان قیدیوں کو بھی حقوق دیے جائیں۔ غیر انسانی سلوک سے باز رہا جائے۔ ان پر ظلم نہ کیا جائے۔ تم اس کی خلاف ورزی کر کے ان جنگی قیدیوں سے غیر انسانی سلوک کا مظاہرہ کر رہے ہو اور ان کو پنجروں میں کیوں بند کر رکھا ہے؟ امریکی وزیر دفاع نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے، باقی تمام جنگی قیدیوں کے لیے یہ قواعد وضوابط تسلیم ہیں مگر یہ لوگ (مسلمان مجاہد) دہشت گرد ہیں ہم ان کو کسی قسم کی سہولت دینے کے لیے تیار نہیں ان پر جنیوا معاہدے کے اصول لاگو نہیں ہوتے۔

اس آیت میں عہد شکن ظالموں کی نشاندہی کر کے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خبردار کیا ہے:

﴿ كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ ﴾ مسلمانو! اگر ان کو کبھی تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو پھر دیکھو یہ تم پر کیسے کیسے ظلم کرتے ہیں اور اسلام دشمنی میں کتنے دور نکل جاتے ہیں۔ نہ کوئی قانون ان کو روک سکتا ہے، نہ کوئی اخلاقی ضابطہ یا عہد و معاہدہ ان کے سامنے ہوتا ہے اور نہ کسی قسم

کی کوئی رشتہ داری...... اسلام دشمنی میں اندھے ہو کر یہ تمام حدوں کو پامال کر جاتے ہیں...... بے تحاشا ظلم ڈھاتے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ ہے ان کا اندرونی مکروہ چہرہ جسے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بے نقاب کیا ہے۔

مسلمانو! ان کے کرتوت دیکھو اور ان کافروں کے زبانی دعوے بھی دیکھو! امریکیوں کے بیانات پڑھو، انسانیت کے بڑے ہمدرد! ساری دنیا کے خیر خواہ! بڑے اخلاقی ضابطے کے پابند اور قانون کے پاسدار بنتے ہیں، بڑی بڑی عدالتیں بنا رکھی ہیں، منصف مزاج ہونے کا بڑا شور شرابا اور بہت پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

اس منافقانہ روش کو قرآن نے: ﴿ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ﴾ کا نام دیا ہے۔ یہ محض زبان سے خوش کرنے کی چالیں ہیں حالانکہ ان کے دل دشمنی سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ صرف آج کے کافروں کا معاملہ نہیں بلکہ کافروں نے ہمیشہ عہد شکنی اور مذموم کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔

- صدیوں کی تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ کافروں نے جب بھی مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا خود ہی اسے توڑ ڈالا۔
- موجودہ دور میں پاکستان اور انڈیا کے درمیان طے پانے والے جتنے معاہدے ہیں سب کے سب ہندوؤں نے توڑے ہیں۔
- امریکہ نے مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے خود توڑے ہیں۔
- فلسطینیوں سے کیے گئے معاہدے یہودیوں نے توڑے اور اس طرح دیگر کفار کا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی وجہ سے مسلمانوں کو ان سے لڑنے کا اخلاقی جواز بتاتا ہے۔ یہ تاریخی تجربہ اور ثابت شدہ حقیقت ہے سو ایسے عہد شکن کافروں سے لڑنے کا حکم ہے۔ مزید تفصیل آگے (آیت نمبر:۱۴) میں آ رہی ہے۔

﴿ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ﴾ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تھوڑی سی قیمت

وصول کی ہے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکا ہے جو کام یہ کر رہے ہیں یقیناً وہ بہت برا ہے۔

یہ آیات یہود مدینہ کے رویہ اور عادات کی وضاحت میں نازل ہوئیں۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اہل مکہ دینی اعتبار سے ان پڑھ اور بے خبر تھے جب کہ یہود باخبر! وہ اللہ کی کتاب کا علم رکھتے اور نبی ﷺ کے اوصاف سے خوب واقف تھے:

﴿يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ﴾ [البقرة: ٢/١٤٦]

''نبی ﷺ کو وہ اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں۔''

اس کے باوجود انکار کرتے اور لوگوں کو بھی دین حق قبول کرنے سے روکتے تھے ان کا یہ عمل بہت ہی برا، ناپسندیدہ اور بڑا ہی شرمناک تھا۔

﴿لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً﴾ وہ کسی مومن کے بارے میں کسی قسم کی کوئی پروا نہیں کریں گے، کسی رشتے داری، قرابت داری اور کسی عہد معاہدے کی ان کے ہاں کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں۔

جو شرمناک رویہ مشرکین مکہ کا تھا وہی ناپسندیدہ طرز عمل یہودیوں کا بھی تھا۔ اس مکروہ عمل میں تمام کافر برابر ہیں۔ یہ لوگ اسلام دشمنی میں ایک ہی قسم کا رویہ رکھتے ہیں۔ یہ بداخلاقی اور دشمنی کی انتہا تک پہنچتے ہیں۔ غور سے دیکھیں تو آج کے کفار کا رویہ بھی وہی ہے۔ یہ کافر امریکی صلیبی ہوں، مشرکین ہندو ہوں، اسرائیلی یہودی ہوں یا دنیا کا کوئی اور کافر، سب کا رویہ ایک ہی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ذہن پختہ کر رہے ہیں کہ ان کے دھوکا میں نہ آنا، ان سے ہمیشہ خبردار، ہوشیار ہو کر اپنے بچاؤ اور دفاع میں لگے رہنا اور ان کے عہد معاہدے، ان کی باتیں اور قرابت داری کے دعووں میں آکر دھوکا میں ہرگز نہ رہنا بلکہ ہمیشہ جہاد کی تیاری اور بھرپور مقابلہ کے لیے مستعد رہنا، اس سے تم اپنے دفاع کا سامان کر کے اپنا دین بچا سکو گے۔

امریکی صدر نے اپنی نشری تقریر میں مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم ''اسلام کو آسمانی مذہب مانتے اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، مسلمانوں سے ہمارا نہ تو کوئی جھگڑا ہے اور نہ لڑائی۔'' لیکن ان جھوٹے اور مکاروں کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ کتنا ظالمانہ اور سفاکانہ ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے خبث باطن کی اطلاع دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ ﴾ مسلمانو! کبھی دھوکے میں نہ آنا کہ ان کو عصر حاضر کے صرف کسی خاص شخص ہی سے دشمنی ہے بلکہ ہر مومن سے ان کو عداوت ہے۔ ﴿ لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ ﴾ کی تنوین سے یہ بات عام ہوگئی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہے کہ کسی مومن کے بارے میں ان کے اندر کوئی نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ دھوکا ضرور دیں گے، منافقانہ چالیں چلیں گے لیکن مسلمانو! تمھارے بارے میں ان کے عزائم بڑے خوفناک اور ارادے بہت ناپاک ہیں۔ ہاں! اگر تم ان کی غلامی قبول کرتے ہوئے جہاد کی تیاری بند کر دو تو پھر تمھارے ساتھ سلوک قدرے بہتر ہوگا اور اگر تم اپنے دین پر چلو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، جہاد کی تیاری جاری رکھو تو یہ تمھیں جینے کا حق نہیں دیں گے، جہاد کی تیاری چھوڑ بیٹھو گے تو یہ موت ہے اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے جس سے دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔ جہاد میں تمھاری زندگی اور کامیابی ہے۔
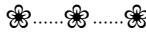
﴿ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴾ [التوبة : ١١]

''پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔''

اخوت اسلامی:

کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی بری عادات کے ذکر کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ توبہ کرلیں یعنی اسلام قبول کرلیں نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو مسلمانو! یہ لوگ دین میں تمھارے بھائی ہیں۔ ان کی پہلی غلطیاں ظلم وتشدد، قتل وغارت گری، گھروں سے نکالنے اور دیگر تمام دشمنیاں اب تمام ہوچکیں، اب یہ تمھارے بھائی ہیں اور اخوت اسلامی میں تمھارے ساتھ شریک ہیں۔ اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تین چیزوں سے اخوت اسلامی قائم ہوتی ہے۔

① کفر سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنا۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔

ایک شخص کلمہ تو پڑھے لیکن نماز کا تارک ہو بلکہ اس کا مذاق اڑائے، اسی طرح زکوٰۃ سے بچنے کے لیے تاویلیں کرے تو یہ شخص حقیقت میں اخوت اسلامیہ میں شامل نہیں، اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو ایسے لوگوں پر حد لگتی ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھائی تھی تو وہ اسی اصول پر اٹھائی تھی کہ زکوٰۃ کا انکار کرنے والے دائرہ اسلام سے خارج اور نماز کا انکاری دائرہ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے اسی لیے ایسے لوگوں پر حد لگانے کا حکم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو محفوظ کر لیا سوائے اسلام کے حق کے اور (اگر وہ دل سے ایمان نہیں لاتے تو) ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔''[1]

اس حدیث سے پتا چلا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے اسے ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس حدیث میں ایسے لوگوں کے لیے بہت واضح جواب ہے جو کہتے ہیں کہ مسلم حکمرانوں اور معصیت کے مرتکب مسلمانوں پر اسلحہ استعمال کر کے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

❀......❀......❀
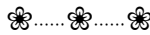
❶ بخاری، کتاب الإیمان، باب: ﴿ فان تابوا ﴾......الخ: ۲۵۔

﴿وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ﴾ [التوبة : ١٢]

''اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمھارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو تاکہ وہ باز آ جائیں۔ بے شک یہ لوگ، ان کی کوئی قسمیں نہیں ہیں۔''

یہاں سے ایک نیا مضمون شروع ہو گیا کہ جو لوگ مسلمانوں کے ساتھ عہد معاہدے کر کے ان کو توڑ ڈالیں۔ دین میں طعن کریں تو پھر تم ایسے ائمہ کفر سے لڑائی کرو۔

طعن فی الدین کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بد زبانی اور گستاخی، قرآن مجید کے خلاف زبان درازی، دین اسلام کے خلاف توہین آمیز باتیں اور مسلمانوں پر ظلم وغیرہ یہ سب طعن فی الدین ہے۔ جو لوگ یہ گستاخی کریں ان کے لیڈروں اور ائمہ کے خلاف لڑائی کرو اور یہ مت سوچو کہ ان کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان کی کچھ اہمیت نہیں، یہ تو انھوں نے دھوکا دینے کے لیے معاہدوں کا سہارا لیا ہوا ہے اس لیے تمھیں حکم یہ ہے کہ ان سے لڑائی کرو کیونکہ لڑائی ہی انھیں باز رکھ سکتی اور ان کا دماغ درست کر سکتی ہے، اگر تم ان سے لڑائی نہیں کرو گے تو یہ برابر شرارتیں کرتے رہیں گے۔

مسلمانو! جب تم قتال کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے گا اور تمھیں قوت عطا فرمائے گا۔ جہاد فی سبیل اللہ ہی سے دنیا میں امن و استحکام قائم ہو گا، تمھارے بچاؤ کی راہ ہموار ہو گی اور کافروں کے ہاتھ ان کی ظالمانہ کارروائیوں سے روک دیے جائیں گے۔ یہ ایک طے شدہ ضابطہ اور قاعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عطا فرمایا ہے۔
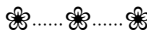
﴿ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة : ۱۳]

''کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انھوں نے ہی پہلی بار تم سے ابتدا کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو، اگر تم ایمان رکھنے والے ہو۔''

جنھوں نے اپنی قسمیں اور کیے ہوئے معاہدے توڑ دیے ہیں تم پھر بھی ان کے ساتھ دوستی کر کے دنیا میں امن کی امیدیں وابستہ کیے بیٹھے ہو حالانکہ وہ تو اپنی قسمیں توڑ چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے لڑنے کا تمھیں حکم دے دیا ہے تو پھر تم لڑتے کیوں نہیں؟ وہ تمھارے دین پر حملے کر رہے ہیں تم پھر بھی غلط فہمی میں مبتلا ہو؟ انھوں نے تو تمھارے خلاف جنگ کی ابتدا بھی کر دی ہے۔

کفار اور اسلام دشمنوں سے لڑنے کے لیے یہ اخلاقی جواز موجود ہیں کیونکہ لڑائی کی ابتدا کرنے والے یہ خود ہیں، رسول اللہ ﷺ کے قتل کے منصوبے اور مکہ سے باہر نکالنے کے پروگرام بھی انھوں نے بنائے ہیں، مسلمانوں سے کیے ہوئے عہد معاہدے بھی انھوں نے توڑے ہیں تو پھر ان سے نہ لڑنا باعث تعجب ہے۔

﴿ اَتَخْشَوْنَهُمْ ﴾ ''کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟'' ان کے ڈر کی وجہ سے جہاد سے پیچھے ہٹتے ہو؟ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

عہد شکن کفار اور موجودہ دور کے مسلم جرنیل :

آج اگر ہم مسلم حکمرانوں اور جرنیلوں کی پالیسی پر غور کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے۔ وہ کافروں سے خوفزدہ ہیں اور یہی دل کی اندرونی بیماری ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہو رہا ہے :

﴿ اَتَخْشَوْنَهُمْ ﴾ ''کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟''

حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کے حکم پر عمل کرتے اور عہد شکن کافروں سے لڑنے کے لیے آگے بڑھتے مگر ان کی حالت تو یہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر کوئی مشکل موقع آتا ہے تو مسلم حکمران میٹنگ طلب کر کے بحث شروع کر دیتے ہیں اور گھر بیٹھے جمع تفریق کرتے رہتے ہیں۔ موضوع بحث یہ بات رہتی ہے کہ دشمن کی عددی قوت کیا ہے؟ عسکری میدان میں وہ ہم سے کتنا آگے ہے؟ اور پھر اعداد و شمار پیش کر کے اس پر بحث شروع کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ پاکستان کے مقابلہ میں انڈین آرمی کی تعداد زیادہ ہے۔ ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، بحری بیڑے اور آبدوزیں بھی کئی گنا زیادہ ہیں، انڈین جنگی طیاروں کو پاکستانی فضائیہ پر برتری حاصل ہے، میزائل ٹیکنالوجی کے تناسب میں بھی بڑا فرق ہے اس لیے ہم دشمن سے مقابلہ کرنے اور جنگ لڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

اس بحث پر وقت ضائع کر کے پھر نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہم انڈیا سے لڑنے کے قابل نہیں ہیں کیونکہ دشمن ہم سے چھ گنا زیادہ طاقتور اور بڑی قوت کا مالک ہے۔

خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ چلو لڑنے کے قابل نہیں تو پھر دشمن سے دوستی کر لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اب پالیسی بدلنے کا وقت ہے پہلے تو کشمیر میں جہاد ٹھیک تھا، کشمیریوں کی اخلاقی مدد بھی درست تھی مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ ہم نے انڈیا سے فائر بندی کا معاہدہ کر لیا ہے۔ بے شک دشمن بارڈر کا نقشہ تبدیل کر رہا ہے، باڑ لگائی جا چکی ہے۔ دشمن کی طرف سے اگرچہ یہ معاہدے کی خلاف ورزی ہے لیکن ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ انڈیا سے مذاکرات کے ذریعے دوستی بڑھائیں گے۔ امریکہ کو خوش کریں گے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر ہر طرف سے ہم نقصان میں رہیں گے کیونکہ دنیا کے حالات کا رخ کچھ اور ہے، پہلے تو اپنے حقوق کے حصول کے لیے لڑنے والوں کو مجاہدین کہا جاتا تھا، اب وہ دہشت گرد شمار ہوتے ہیں اور اس دہشت گردی کے خلاف باقاعدہ امریکہ افغانستان میں آ چکا ہے۔ عراق میں بھی جنگ جاری ہے۔ حکمران انڈیا کے خلاف تو اعداد و شمار کے لیے جمع تفریق کر لیتے ہیں مگر

امریکہ کے خلاف تو یہ جمع تفریق بھی نہیں کرتے بلکہ یہ ڈرے اور سہمے ہوئے کہتے ہیں کہ اب تو امریکہ آ گیا ہے اور وہ جہادی تحریکوں اور مجاہدین کو دہشت گرد قرار دیتا ہے اس لیے اب جہاد کی باتیں ختم کر دو، جہاد بند کر دو۔ ایسی صورت حال کا نقشہ ان آیات میں پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ أَتَخْشَوْنَهُمْ ﴾ [التوبة : ١٣]

''کیا تم ان سے ڈر گئے ہو؟''

حقیقت یہ ہے کہ آج یہی خوف مسلط ہے۔

مجاہدین کی ثابت قدمی:

آج بھی اللہ کے مجاہد بندے میدانوں میں جہاد فی سبیل اللہ پر جمع ہیں۔ الحمد للہ۔ ان کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ دشمن پانچ گنا زیادہ ہے۔ روایتی ہتھیار اس کے پاس پانچ سو گنا زیادہ ہیں۔ مجاہدین کے دلوں میں دشمن کا کوئی خوف نہیں، اگر وہ ڈرتے ہیں تو صرف اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اسی کا حکم مان کر عہد شکن ظالم کافروں سے لڑ رہے ہیں۔ ان کے پاس ہلکا پھلکا اسلحہ ہے جسے لے کر وہ روس، انڈیا، امریکہ، اسرائیل اور دنیا بھر کے کافروں سے لڑ رہے ہیں۔

مسلم حکمرانو! صرف اللہ سے ڈرو! اللہ تعالیٰ یہ بات سمجھا رہا ہے کہ دشمن سے ڈر کر اس سے دوستی نہ کرو بلکہ اللہ سے ڈر کر دشمن سے لڑو تو پھر تم اللہ کے دوست بن جاؤ گے، دشمن تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تمھارا دوست مدد کے لیے تمھارے ساتھ ہوگا، یہ بات خوب سمجھ لو کہ اگر تم دشمن سے دوستی کرو گے تو وہ زیادہ مارے گا کیا تمھیں اللہ کی مار کا ڈر نہیں؟

﴿ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ﴾ [التوبة : ١٢]

یقیناً ان کافروں کی قسموں کی کوئی حیثیت نہیں اس لیے کافروں کے لیڈروں سے لڑائی کرو تا کہ وہ اپنی خباثتوں سے باز آ جائیں۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس دشمن نے معاہدہ توڑ دیا اس سے کوئی معاہدہ اور کسی قسم کی کوئی دوستی نہیں۔ ان کو باز رکھنا ہے تو جہاد سے رکھ سکو گے، دوستی سے نہیں۔ غور سے قرآن پڑھیں تو ایسے لگتا ہے کہ یہ آیات آج کے حالات میں ہماری رہنمائی کے لیے ہی نازل ہوئی ہیں۔

❀......❀......❀
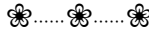
﴿ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴾ [التوبة : ١٤]

”ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔“

جہاد اہل اسلام کے لیے باعث راحت ہے:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے مجاہد بندوں کو بڑی کامیابیوں کا وعدہ دے رہا ہے اور اہل ایمان کو ترغیب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے مومن ومجاہد بندو! تم حسب استطاعت تیاری کرکے جہادی میدانوں کو سجانے کے لیے نکلو تو سہی، پھر دیکھو میری مدد کیسے پہنچتی ہے اور میں کافروں کو ذلیل و رسوا کرکے تمھارے ہاتھوں سے ان کو کیسے سزا دیتا ہوں اور تمھارے دلوں کو کیسے ٹھنڈا کرتا ہوں، تمھیں غلبہ اور کامیابی عطا کرکے، فتح و نصرت کا حق دار کیسے بناتا ہوں، جہاد کی وجہ سے تمھیں عزت وعظمت عطا کرکے تمھارا وقار کیسے بلند کرتا ہوں، ذرا قدم بڑھاؤ تو سہی پھر دیکھو ہماری مدد آتی کیسے ہے!

مسلمانو! یقین جانو پھر اللہ تعالیٰ تمھیں اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ وسائل کی کمزوری اور تعداد کی قلت کو اپنی مدد کے ذریعے پورا کرے گا۔ آج ہم یہ منظر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ان وعدوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے مجاہد بندے دشمن کی چھاؤنیوں میں بے دھڑک گھس جاتے ہیں، اس لیے کہ اللہ کے وعدوں پر ان کا ایمان کامل اور یقین پختہ ہوتا ہے اور

وہ اس یقین کے ساتھ بھاری نفری سے ٹکرا جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔

کشمیر میں پہلا فدائی معرکہ:

کشمیر میں پہلا فدائی معرکہ لڑنے والا بھائی خود اس معرکے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں رات کی تاریکی میں اکیلا دشمن کے کیمپ میں داخل ہوگیا۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں دشمن کو خوب ماروں، اسی سوچ میں تھا کہ مجھے اونگھ آ گئی، جب میری آنکھ کھلی تو صبح روشن ہو چکی تھی، میں نے سب سے پہلے نماز فجر ادا کی اور بڑے حوصلے سے دشمن کی نقل وحرکت کا جائزہ لینے لگا، خوب روشنی پھیل چکی تھی اور ہر چیز صاف دکھائی دینے لگی تھی جس کا فائدہ اٹھا کر میں نے چن چن کر کافروں کو نشانہ بنایا اور بہت سوں کو خاک و خون میں تڑپا کر اپنی کارروائی مکمل کی، سینہ ٹھنڈا کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے بحفاظت چھاؤنی سے باہر نکل آیا۔ الحمد للہ

حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ کے وعدوں پر یقین پختہ اور ایمان کامل ہو تو دشمن سے مقابلہ کے وقت نہ کوئی خوف محسوس ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کی دہشت باقی رہتی ہے، حالانکہ زمینی حالات بظاہر اس کے خلاف اور دشمن کی خوفناک چالیں اور بے پناہ وسائل اس کی راہ میں حائل اور مشکلات موجود ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود وہ دشمن سے ٹکرا جاتا ہے۔

کافروں کی گردنیں اڑانے والے، انھیں خاک و خون میں تڑپانے والے بظاہر تو اللہ تعالیٰ کے یہ مجاہد بندے ہوتے ہیں مگر یہ سارا کام اور عمل اللہ تعالیٰ ہی کا ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن میں بدر والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ﴾ [الأنفال : ١٧]

”(اے میرے بدری مجاہدو!) تم نے ان (مشرکین) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں قتل کیا۔“

افزا پیش قدمی:

اللہ تعالیٰ نے عہد شکن کافروں سے لڑنے کا حکم دیا ہے مگر آج کے مسلم جرنیل اس حکم کی تعمیل کے لیے تیار ہی نہیں حالانکہ تربیت یافتہ فوجیں اور ہر قسم کا جدید اسلحہ ان کے پاس موجود ہے، یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔

دوسری طرف امید کی کرنیں بھی پھوٹ رہی ہیں اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے مجاہد بندے قلت تعداد اور محدود وسائل کے باوجود جہادی میدان سجائے ہوئے ہیں اور بڑے بڑے کافر لشکروں کے سامنے جم کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ موجودہ حالات میں جہاد کا آغاز اہل اسلام کی کامیابی، بہت بڑی فتح کی علامت اور امید افزا پیش رفت ہے۔

ان حالات کی وجہ سے یقین اور پختہ ہو چکا ہے کہ ان کمزور مجاہد بندوں کے ہاتھوں صلیبی دشمن اور اس کے ایک سو پانچ اتحادی ملکوں کو اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کر کے خوب سزا دے گا۔ ان کی شکست یقینی ہے۔ لازماً یہ ذلیل ہوں گے اور شکست کھا کر میدانوں سے بھاگیں گے۔ ان شاء اللہ اگر آج کے جہادی محاذوں کے حالات پر غور کریں تو ہر ذی شعور کو ان کی ذلت صاف نظر آرہی ہے اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ پوری دنیا کے ایک سو پانچ ملکوں کا اتحاد اور جدید ترین اسلحہ کا مقابلہ مٹھی بھر مجاہدین کر رہے ہیں۔ ان اتحادیوں کے مقابلہ میں کوئی بڑا یا چھوٹا ملک بھی نہیں اور یہی دلیل ہے ان کی رسوائی کی۔ یہ ذلت اور شکست بڑھتی جا رہی ہے اور مسلسل بڑھتی جائے گی، ان شاء اللہ۔ کفار کی نیندیں حرام ہیں، ان کی بے چینی اور گھبراہٹ بڑھتی جا رہی ہے، یہ ذلت نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴾ [التوبة : ١٤]

”اور اللہ تعالیٰ مدد کرے گا تمھاری ان کے خلاف اور مومنوں کے سینے ٹھنڈے کرے گا۔“

مسلمانو! تم جہاد کر کے تو دیکھو، تیاری کر کے میدان کی طرف تو نکلو، جہادی میدان سجاؤ

تو سہی، پھر دیکھو اللہ تعالیٰ تمھارے سینے کیسے ٹھنڈے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں بڑی بڑی شاندار کامیابیاں عطا کرے گا، فتوحات سے نوازے گا ، زبردست قسم کی مدد سے تمھیں کافروں پر غلبہ دے گا۔

❀......❀......❀

﴿ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾
[التوبة : ١٥]

''اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول کر لے گا اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

داستان ظلم سن کر غصہ تو آتا ہی ہے:

افغانستان میں پہلے روس نے نہتے مسلمانوں پر بم برسائے اب امریکی ظلم بھی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ عراقی مسلمانوں پر امریکی درندگی اور ظلم کی حد ہو چکی ہے۔ یہی کیفیت ساری دنیا کے مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ جب یہ خبریں سنتے اور ظلم دیکھتے ہیں تو مسلمانوں میں انتقام کی آگ بھڑکتی ہے غصہ اور پریشانی سے سینے جلتے ہیں۔ اس آگ کے بجھانے کا اللہ تعالیٰ نے جو طریقہ اور ذریعہ بتایا ہے وہ صرف اور صرف جہاد ہے کہ جس سے سینے ٹھنڈے ہوں گے۔ اس کے علاوہ اور کوئی چیز مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی۔

﴿ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ﴾ [التوبة : ١٥]

''اور توبہ قبول کرے گا اللہ تعالیٰ جس کی چاہے گا۔''

جہاد کے فوائد:

١۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کے ہاتھوں سے کافروں کو عذاب اور سزا دے گا۔

٢۔ اللہ تعالیٰ جہاد کے ذریعے کافروں کو ذلیل وخوار کرے گا۔

٣۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے سینے ٹھنڈے کر کے ان کا غیظ وغضب دور کرے گا۔
۵۔ جہاد کی برکت سے دعوت کے دروازے کھلیں گے اور بہت سے لوگ توبہ کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہوں گے۔

اسلام کا ہر عمل اخلاق پر مبنی ہے:

بعض عاقبت نااندیش کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے نہیں اخلاق سے پھیلا ہے۔ یہ لوگ کافروں کے خلاف تلوار کے استعمال کو غیر اخلاقی عمل قرار دے کر جہاد دشمنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کے باطل نظریات وافکار کا رد موجود ہے۔ جہاد کے فوائد میں سے اللہ تعالیٰ یہ فائدہ بھی بیان فرما رہے ہیں کہ اس سے دعوت کے دروازے کھلتے ہیں اور بہت سے عقل مندوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور وہ اسلام میں داخل ہو کر دعوت و جہاد کے میدان میں سنہری باب رقم کرتے اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی پر جب غور کرتے ہیں تو اسلام کے ابتدائی تیرہ سالہ مکی دور میں کیفیت کچھ اس طرح تھی کہ رسول ﷺ کبھی اس گھر میں جا رہے ہیں اور کبھی اس بازار میں تبلیغ فرما رہے ہیں کہ لوگو! مان لو، سن لو! میری دعوت تمھاری نجات اخروی کا ذریعہ ہے مگر کوئی ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔

لوگوں کے انکار کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سخت رنجیدہ، غم زدہ اور پریشان ہو جاتے۔ اس کیفیت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾

[الكهف : ٦]

”(اے نبی!) اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو اس غم میں کہیں آپ اپنے آپ کو ہلاک نہ کر بیٹھیں۔“

فتح مکہ کے بعد کے حالات کچھ اس طرح ہو گئے۔

دعوتِ اسلام کا سب سے مؤثر ذریعہ جہاد:

﴿ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴾

[نصر: ۱ تا ۲]

''جب اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچی اور فتح (حاصل ہوگئی) اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہورہے ہیں۔''

ہجرت کے بعد جہاد شروع ہوا، تلوار میان سے باہر نکلی، اسلام کی دعوت کو روکنے اور اہل ایمان پر ظلم کرنے والے کفار و مشرکین کی گردنیں اڑیں، جوڑ جوڑ پر ضربیں لگیں تو دعوت کے دروازے کھلتے گئے، فتح نصیب ہوئی، اللہ کی مدد آئی اور لوگ فوجوں کی شکل میں اسلام میں داخل ہونے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے لگے، وفود آنے اور اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ثابت ہوا کہ دعوت کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ جہاد ہے۔ جہاد کے ذریعے سرکش لوگوں کے دماغ صاف ہو جاتے ہیں اور دعوت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

جہاد کے خلاف باتیں کرنے والے اگر کسی غلط فہمی کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں تو ان کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے اور اگر نفاق کی وجہ سے جہاد سے عداوت ہے تو پھر عام مسلمانوں کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ یہ لوگ دعوت کو اخلاق اور جہاد کو بد اخلاقی ثابت کرنے کے لیے زبانیں چلا رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اسلام پورے کا پورا بہترین اخلاق پر مبنی ہے۔

کافر عہد شکنی کریں، سینے پر چڑھ بیٹھیں، گردنیں کاٹ ڈالیں، اہل اسلام کی تباہی کے لیے ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں، مساجد کو مسمار کریں، عورتوں کی عزتیں پامال کریں، بچوں کا قتل عام کریں، اللہ تعالیٰ کی زمین پر فساد پھیلائیں، یہ سب کچھ دیکھ کر بھی آج کے منافقین کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ درست اور جائز ہے۔ اسلام ایسے موقع پر غیرت وحمیت کا

درس دیتا ہے، ظالم کو ظلم سے روکنے اور اس کا بازو پکڑنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ بات خوب یاد رکھیں کہ اسلام جہاد کے ذریعے غالب ہوا ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت پر غور کریں تو پتا چلتا ہے:

- کبھی مدینہ سے بدر کی طرف پیش قدمی ہے۔
- کبھی میدان احد میں جہادی قربانیاں پیش کی جارہی ہیں۔
- کبھی خیبر کے یہود پر چڑھائی، کبھی یرموک کے لیے روانگی ہے۔
- تبوک کے لیے وسائل کی تنگی کے باوجود سفر جاری ہے۔
- قادسیہ کی یلغار کے لیے طیبہ سے لشکر روانہ ہورہے ہیں۔
- ہسپانیہ کو زیر کرنے کے منصوبے بنائے جارہے ہیں۔
- ہند فتح کرنے کے لیے لشکروں کی پیش قدمی جاری ہے۔

اس طرح جہادی قافلے بڑھتے اور دشمن پر چڑھتے چلے جارہے ہیں اور یوں دعوت کے دروازے کھلتے اور لوگ اسلام میں داخل ہوتے چلے جارہے ہیں ۔ جہاد نے دعوت کے دروازے کھولے، لوگوں نے مجاہدین کے رویے اور حسن سلوک کے مناظر دیکھے، ان کی دعوت کو سنا، ان کی نمازوں پر غور کیا، ان کے اخلاق دیکھے تو ان تمام باتوں سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے بنیاد فراہم ہوئی......تو ثابت ہوا کہ جہاد بہترین اخلاقی دعوت بھی ہے۔

﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ١٥]

''اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ، حکمت والا ہے۔''

مسلمانو! اللہ تعالیٰ اگر تمھیں جہاد کا حکم دے رہا ہے تو اس میں کتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں؟ ان حکمتوں کو وہی علیم رب جانتا ہے کہ اس میں تمھارے لیے کتنی خوبیاں، کتنی برکتیں اور فوائد موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ دشمنان اسلام کی چالوں، منصوبوں اور ناپاک ارادوں سے

واقف ہے اس لیے اس نے لڑنے کا جو حکم دیا ہے وہ علم کی بنیاد پر ہے اور اس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں جنھیں صاحب علم ہی جان سکتے ہیں۔

❀......❀......❀
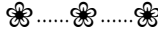
﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾

[التوبة : ١٦]

''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ اللہ کے اور نہ اس کے رسول کے اور نہ ایمان والوں کے سوا کسی کو راز دار بنایا اور اللہ اس سے پورا باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانو! تم نے جہاد کے احکام، حکمتیں اور فوائد تو سن لیے، اب بتاؤ تم جہاد کرو گے یا نہیں کرو گے؟ تم نے سمجھ لیا کہ بس ہم نے کلمہ پڑھ لیا، نمازیں، روزے اور زکوٰۃ...... یہ سب کچھ کرنے لگے ہیں تو ہم مسلمان بن گئے؟ فرمایا ایسا ہرگز نہیں، جب تک جہاد نہیں کرو گے میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا:

﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ ﴾ [التوبة : ١٦]

'' کیا تم نے یہ خیال کر لیا کہ تم بس یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے؟ اور ابھی تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو تم میں سے علیحدہ اور ظاہر ہی نہیں کیا جنھوں نے جہاد کیا۔''

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک ایک کو ظاہر کرے گا کہ یہ جہاد کرنے والے مومن ہیں اور یہ منافق جہاد کے خلاف باتیں بنانے والے ہیں۔ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱٤۲]

”(اے ایمان والو!) کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں بس یونہی داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو تم میں سے جہاد کرنے والوں کو نمایاں کیا اور نہ ہی (میدان جہاد کی تکالیف پر) صبر کرنے والوں کو ظاہر کیا ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴾

[محمد : ۳۱]

”(اے ایمان والو!) اور ہم تو ضرور تمھاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ ہم یہ نہ پرکھ لیں کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں؟ اور (جہادی راستوں کی مصیبتوں پر) ثابت قدم رہنے والے کون ہیں؟ اور ہم تمھارے حالات جانچیں گے۔“

جہاد مومن اور منافق کو الگ کر دیتا ہے:

سونا خالص کرنے کے لیے اس کے نیچے آگ جلا دو اور سونے کو بھٹی میں ڈال دو، کھوٹ الگ ہو کر سونے کو نکھار دے گا۔ گنے سے گڑ بنانے کے لیے ’کڑاہے‘ میں رس ڈال کر نیچے آگ جلاتے ہیں تو ساری میل کچیل اوپر آ جاتی ہے۔ اسی طرح جہاد بھٹی ہے اندر کا سارا نفاق نکال کے باہر کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز ظاہر کر کے چھوڑتا ہے۔

نماز تو منافق بھی پڑھتے تھے، عبد اللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا اس کا معمول تو یہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ کے لیے کھڑے ہوتے تو وہ بھی کھڑا ہو کر لوگوں کو نصیحت کرتا اور نبی ﷺ کی طرف اپنی انگلی کا اشارہ کر کے کہتا کہ ان کی بات توجہ سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ بڑی بڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتا کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں مگر جب بھی جہاد کا موقع آیا اس کا نفاق کھل کر سامنے آ گیا، احد کے دن اپنے تین سو لوگوں کو

راستے سے واپس لے گیا اور اسی طرح دیگر مشکل مواقع پر وہ جہاد کے خلاف کھل کر باتیں کرتا رہا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگوں سے جہاد کرنے والوں کو وہ ضرور الگ کر دے گا۔

﴿ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ ﴾ [التوبة : ١٦]

''دلی دوستی کے لائق صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول (ﷺ) اور اہل ایمان ہیں۔''

آج کفر و اسلام کے درمیان معرکہ آرائیاں شروع ہیں اور بعض مسلمان کافروں سے دوستی کر کے کافروں کے مفادات کے لیے استعمال بھی ہو رہے ہیں مگر کافر پھر بھی راضی نہیں۔ یاد رکھیں! جو لوگ کافروں سے دوستیاں کر کے ان کو اپنا راز دار سمجھتے ہیں اور اس پالیسی پر وہ خوش بھی ہیں تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور بے نقاب کر کے چھوڑے گا۔ کاش! ان آیات سے ہمارے حکمران راہنمائی لیتے اور صلیبی کافروں سے دوستی کی بجائے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان مجاہدین سے دلی دوستی کرتے۔

❀......❀......❀
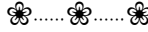
﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۞ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۞ ﴾ [التوبة : ١٧ تا ١٨]

''مشرکوں کا حق نہ تھا کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔''

بیت اللہ میں مشرکین کے داخلے پر پابندی کا جواز:

اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تعمیر ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں اس لیے کروائی تا کہ اس میں صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے، دیگر مساجد بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن: ١٨]

''اور بے شک مساجد اللہ ہی کے لیے ہیں پس کسی ایک کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ پکارو۔''

- مشرکین مکہ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے نیک بندوں کو شریک بنا دیا اور اس سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اللہ کے مقدس گھر کے اندر اور اس کے در و دیوار پر پتھر سے تراشے ہوئے نیک لوگوں کے مجسمے، بت اور تصاویر نصب کر ڈالیں۔
- مرد اور عورتیں مادر زاد ننگے بیت اللہ کا طواف کرتے اور یوں اللہ تعالیٰ کے گھر کی بے ادبی کے مرتکب ہوتے۔
- بیت اللہ میں تالیاں بجاتے، سیٹیاں مارتے، گانے بجانے کی محفلیں منعقد کرتے۔ ان ناپاک عقائد اور بیہودہ اعمال کی وجہ سے یہ لوگ بیت اللہ کی سرپرستی کے مستحق نہیں تھے۔ یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں اور ان کی تعمیر و توسیع اور آباد کرنے کا حق بھی صرف اس کے توحید پرست بندوں ہی کو ہے۔ اس آیت میں عموم ہے مگر بات بیت اللہ کی چل رہی تھی اس لیے یہاں اشارہ بیت اللہ کی طرف ہے۔

﴿ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ﴾ [التوبة: ١٧]

''یہ لوگ خود اپنے کفر کی گواہی دیتے ہیں۔''

پھر اس مشرکانہ عقیدے پر فخر کرتے ہوئے دوران طواف کہتے :

((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ)) ①

''ہم حاضر ہیں! اے اللہ! ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، ہاں! نیک ہستیاں تیری شریک ہیں جن کا تو مالک ہے اور وہ تیرے مالک نہیں۔''

اہل ایمان کا تلبیہ:

((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ)) ②

''حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک ہر قسم کی تعریفیں اور انعامات تیرے ہیں۔ بادشاہت بھی تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔''

اہل ایمان اور مشرکین کے تلبیہ سے فرق واضح ہے کہ مومن تو بلند آواز سے اعلان کرتا ہے کہ اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں، کوئی نبی ولی تیرا شریک نہیں، کوئی مرد، عورت، کوئی چھوٹا بڑا تیرا ہمسر اور شریک نہیں، مگر مشرکین مکہ فخریہ انداز میں یہ کہتے کہ اے اللہ! تیرے شریک وہ نیک بندے ہیں جن کو خود تو نے اپنا شریک بنا رکھا ہے۔

❀ یہ مشرک ایک اللہ سے ڈرنے کی بجائے اس کی مخلوق سے ڈرتے اور اس کی خوشنودی کے حصول میں مشرکانہ اعمال سرانجام دیتے تھے۔ یہ ہے مشرکانہ عقیدہ اور بے ہودہ طریقہ عبادت جس کی وجہ سے ان کو مکہ سے نکلنے کا حکم ہوا اور آئندہ اس مشرکانہ عقیدے کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت، حج اور عمرہ سے منع کر دیا گیا۔ بیت اللہ کی

---

① مسلم، کتاب الحج، باب التلبية و صفتها و وقتها : ١١٨٥۔

② مسلم، کتاب الحج، باب التلبية...... الخ : ١١٨٤۔

تعمیر و مرمت اور آباد کرنے سے بھی مشرکین کو حکماً روک دیا گیا۔

مشرکین مکہ شرکیہ عقائد کا کیا جواز پیش کرتے تھے؟

مشرکین مکہ کا قول قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ﴾ [الزمر: ۳]

''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ [یونس: ۱۸]

''اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انھیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ کوئی نفع پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں اور وہ (مشرک) کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دو کیا اللہ کو ایسی چیز بتاتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں؟''

ان باطل عقائد و نظریات کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے کفر و شرک کو تسلیم کر کے خود گواہی دیتے ہیں تو ایسے ظالموں کو کیا حق ہے کہ وہ بیت اللہ کی تعمیر و مرمت اور اس کی آبادکاری کے دعویدار بنے پھریں، فرمایا:

﴿ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾ [البقرة: ۲۱۷]

''یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیا و آخرت میں ان کے اعمال برباد ہو گئے، یہ اہل جہنم ہیں

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہاں یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ مشرکانہ عقائد کی وجہ سے آخرت میں ان مشرکین کے لیے دردناک عذاب ہے، ذلت وخواری ہے، شرمندگی اور ندامت ہے تو پھر دنیا میں ان کو بیت اللہ کی آباد کاری کا اعزاز کیوں دیا جائے؟

﴿ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا ٱللَّهَ فَعَسَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ أَن يَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ ﴾ [التوبة : ١٨]

''اللہ تعالیٰ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکاۃ ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرا، تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی مساجد اور بیت اللہ کی تعمیر وآباد کاری کے پروٹوکول اور اعزاز کے حقدار تو صرف وہ اہل ایمان ہیں جن کے اندر پانچ خوبیاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ بیت اللہ اور دیگر مساجد کی تعمیر وآباد کاری کے حق دار ہیں، وہ خوبیاں یہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ پر ایمان۔
- یوم آخرت پر پختہ یقین۔
- نماز کا قیام۔
- زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام۔
- اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہ ڈرنا۔

ان پانچ اوصاف کے مالک اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہیں یہ لوگ قابل عزت اور لائق احترام ہیں چونکہ مشرکین ان اوصاف سے محروم ہیں اس لیے وہ بیت اللہ اور دیگر مساجد کی آباد کاری کے حقدار ہرگز نہیں۔

کافروں سے خوف زدہ مسلم حکمران:

درج بالا پانچ اوصاف کے حاملین کامیاب ہیں اور ان سے محروم لوگ یقیناً ناکام و نامراد ہیں۔ ملت اسلامیہ کی پستی اور ذلت و رسوائی کا بغور جائزہ لیں تو مسلمان بالعموم ان پانچوں اوصاف سے محروم ہیں، بالخصوص حکمران طبقے کا معاملہ تو بہت ہی خطرناک ہے۔ آج چھپن مسلم ممالک کے حکمرانوں کا حال دیکھیں کہ وہ کفار و مشرکین سے ڈرے سہمے اور دبے ہوئے ہیں، اس کی وجہ ان اوصاف کا فقدان ہے۔ حکمرانوں کا اللہ تعالیٰ پر ایمان پختہ ہو تو وہ مساجد میں نظر آئیں، مسلمانوں کے ساتھ رکوع و سجود میں ایک ساتھ کھڑے ہوں مگر ان میں سے اکثر لوگ مساجد میں نظر ہی نہیں آتے۔ اس آیت میں آخری خوبی یہ بیان ہوئی:

﴿وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ﴾

''وہ اللہ کے سوا کسی سے خوف زدہ نہیں ہوتے۔''

مگر ہمارے حکمران امریکہ سے خوف زدہ ہیں۔ اس کے اتحادیوں سے بہت ڈرتے ہیں۔ امریکی ہیبت دلوں میں اتنی ہے کہ اس کے ورلڈ آرڈر کو نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اس کی بالادستی قائم کرنے کے لیے اس کی چاکری بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم جہاد کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کی بجائے مجاہدین سے اعلان لاتعلقی کرکے امریکہ کو خوش کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

مظلوم مسلمانوں کی عملی مدد تو بہت دور کی بات ہے یہ زبانی ہمدردی کے بیانات سے بھی گریز کرکے کافروں کو خوش کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی بجائے کافروں سے ڈرنے والے مسلم حکمران جب کہ اللہ تعالیٰ سورہ براءۃ میں ان کو یہ بات سمجھا رہا ہے:

- میرے بندو! تم جہاد کرو، میں تمھیں عزت و وقار عطا کروں گا۔
- کافروں کے دلوں میں تمھارا رعب و دبدبہ اور خوف ڈال دوں گا۔

- تمھارے ہاتھوں کافروں کو ذلیل و رسوا کر کے عذاب دوں گا۔
- تمھاری مدد کر کے تمھیں فتح نصیب کروں گا اور کافروں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کروں گا۔

مسلم حکمرانو! اللہ کے وعدوں پر یقین کرو اور دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے یہ تمام وعدے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ پورے کیے۔

جن مسلم حکمرانوں نے جہاد کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت اور وقار سے نوازا، آج بھی ان کا نام روشن ہے جبکہ جہاد سے بھاگنے والوں کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مسلمان آج بھی ان کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس بات پر تاریخ شاہد ہے، لہٰذا:

- آگے بڑھو! اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کرو!
- کافروں سے ڈرنا چھوڑو اور صرف ایک اللہ سے ڈرو!
- مساجد سے اپنا تعلق خوب گہرا اور مضبوط بناؤ۔
- مساجد کی خدمت کو اعزاز سمجھ کر قبول کرو اور ان کی آبادی میں بھرپور دلچسپی لو۔

جیسی مسجد، ویسا محل اور وہ بھی جنت میں:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''جس شخص نے صرف اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ ویسا ہی محل اس کے لیے جنت میں بنائے گا۔''[1]

فرشتوں کی دعاؤں کا حقدار شخص:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایسے شخص کے لیے فرشتے دعائیں کرتے رہتے ہیں جو مسجد میں نماز ادا کرنے

---

[1] بخاری، کتاب الصلوة، باب من بنی مسجداً: ٤٥٠۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث علیھا: ٥٣٣۔

کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے۔ یہاں تک کہ اس کا وضو باقی نہ رہے، فرشتے اس کے لیے اپنی دعاؤں میں کہتے ہیں: ''یا اللہ! اسے بخش دے، یا اللہ اس پر رحم فرما۔''[1]

قیامت کے دن اللہ کے سائے میں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا، ان سات میں سے ایک شخص وہ ہے جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔''[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق مساجد سے:

❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو آپ کا دل بیت اللہ میں اٹکا رہتا تھا اور اکثر اوقات آپ یہاں مصروف عبادت ہوتے، کبھی حالت رکوع ہے تو کبھی سجدہ ریز ہو کر غلبہ دین کے لیے مصروف دعا ہیں، اللہ تعالیٰ سے التجائیں اور درخواستیں کر رہے ہیں۔
❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچپن میں بیت اللہ کی تعمیر میں عملاً حصہ لیا اور اپنے کندھوں پر پتھر ڈھوئے۔
❀ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی تعمیر میں جھگڑے کا فیصلہ فرمایا اور حجر اسود کو اس کے مقام پر خود نصب فرما کر لوگوں کو خونریز جھگڑے سے بچا لیا۔
❀ مسجد نبوی کی تعمیر میں صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی بھرپور حصہ لیا۔
❀ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مساجد تعمیر کرنے اور انھیں پاک صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔''[3]

---

1. بخاری، کتاب الصلوة، باب الحدث فی المسجد : ٤٤٥۔
2. بخاری، کتاب الزکوة، باب الصدقة بالیمین : ١٤٢٣۔
3. أبوداوٗد، کتاب الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور: ٤٥٥۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مسجد کی صفائی کی:

❀ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ کو یہ بات سخت ناگوار گزری، آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمایاں دکھائی دینے لگے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے کھرچ کر مسجد کی دیوار کو صاف فرما دیا۔ ①

❀ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے مسجد کی دیوار پر تھوک دیکھا تو فوراً ایک کنکری لی اور اس سے کھرچ کر مسجد کی دیوار کو صاف فرما دیا۔ ②

❀ رسول اللہ ﷺ کا دل ہمیشہ مسجد سے لگا رہتا تھا۔

❀ آپ لوگوں کے تنازعات اور مقدمات کے فیصلے مسجد ہی میں فرماتے۔

❀ مال غنیمت مسجد ہی میں تقسیم فرماتے اور یوں آپ ﷺ نے امت کے لیے مساجد کی آبادی کے لیے بہترین نمونہ پیش کیا۔

❀......❀......❀
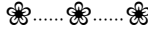
﴿ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ ﴾ [التوبة: ١٩-٢٢]

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا،

---

❶ بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب إذا بدره البزاق......الخ: ٤١٧، ٤١٠، ٤١١۔

❷ بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب لیبصق عن یسارہ أو تحت قدمه الیسری: ٤١٤۔

اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضا مندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''

افضل عمل کونسا ہے؟

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں منبر رسول کے پاس بیٹھا تھا کچھ لوگ بحث وتکرار میں مصروف تھے، ایک شخص کہنے لگا: ''اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ کوئی اور کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی فکر نہیں۔ دوسرا بولا: اسلام قبول کرنے کے بعد مسجد حرام کی خدمت کے علاوہ اور کوئی کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ تیسرا کہنے لگا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ان دونوں کاموں سے بہتر اور افضل عمل ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بلند آوازیں اور بحث وتکرار سنی تو فرمایا: منبر رسول کے پاس بیٹھ کر آوازیں بلند نہ کرو، میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کے متعلق سوال کروں گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو (یہ جمعہ کا دن تھا اور خطبہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے ہی والے تھے) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔''[1]

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا۔''[2]

افضل ترین عمل کے متعلق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

1. مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضل الشھادۃ فی سبیل اللہ تعالی: ۱۸۷۹۔
2. بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب فضل الجھاد والسیر: ۲۷۸۵۔

فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔‘‘ پوچھا گیا پھر کون سا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جہاد فی سبیل اللہ‘‘ تیسری مرتبہ سائل کے جواب میں فرمایا: ’’حج مبرور۔‘‘[1]

ایک اور موقع پر آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ سب سے افضل اور سب سے بہترین عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔‘‘ پھر پوچھا گیا اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’جہاد ہر عمل کی کوہان ہے۔‘‘ پھر سوال کیا گیا اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’حج مبرور۔‘‘[2]

رسول اللہ ﷺ کی حاجیوں کو پانی پلانے کی خواہش:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اس جگہ تشریف لائے جہاں لوگوں کو پانی پلایا جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پانی مانگا تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے فضل سے کہا: اپنی ماں کے پاس جاؤ اور نبی ﷺ کے لیے کھجور کا شربت لے آؤ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے پانی پلاؤ۔‘‘ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس پانی میں لوگ ہاتھ ڈالتے ہیں (اس لیے یہ پانی آپ کے لائق نہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اسی پانی سے مجھے پلاؤ۔‘‘ چنانچہ آپ ﷺ نے پانی پیا، پھر آپ ﷺ زم زم کے چشمے پر تشریف لائے جہاں لوگ زم زم کے کنویں سے پانی کھینچ کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کھینچے جاؤ، تم نیک کام کر رہے ہو۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تمھیں دقت ہوگی تو میں اپنی سواری سے اترتا اور اپنے کاندھے پر رسی ڈالتا اور ڈول کنویں میں ڈال کر پانی کھینچتا اور پھر لوگوں کو پانی پلاتا۔‘‘[3]

---

1. بخاری، کتاب الإیمان، باب من قال إن الإیمان هو العمل: ٢٦۔
2. ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء أی الأعمال أفضل: ١٦٥٨۔
3. بخاری، کتاب الحج، باب سقایة الحاج: ١٦٣٥۔

اس حدیث سے پتا چلا کہ حاجیوں کو پانی پلانا بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں کو یہ کام جاری رکھنے کا حکم دیا اور اس کی فضیلت بیان فرمائی اور اس کے بعد خواہش ظاہر کی کہ میں خود کنددھے پر رسی ڈال کر پانی کھینچ کر لوگوں کو پانی پلاتا، مگر میں اس لیے ایسا نہیں کر رہا کہ تم اسے سنت سمجھ لو گے اور پھر یہ فریضہ ادا کرنا تمھارے لیے بہت مشکل ہوگا۔

مفاد پرستی کا روگ:

جہاد سب سے افضل اور بڑا عمل ہے کوئی دوسرا عمل اس کے ہم پلہ نہیں، حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا یہ تو جہاد کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹے کام ہیں۔

ہمارے علماء نے اس اہم ترین مسئلہ کی اہمیت کو مسلمانوں کے سامنے واضح ہی نہیں کیا بلکہ چھوٹے چھوٹے مفادات کی وجہ سے اب بھی اس اہم ترین اسلامی رکن کو بیان کرنے سے محض اس لیے گریز کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اس مسئلہ کو بیان کیا تو پھر سارے چندے جہاد میں چلے جائیں گے اور ہمارے مدرسے، ادارے اور مسجد کے اخراجات کا کیا بنے گا؟ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ ایسے علماء کو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس آیت پر غور کرنا چاہیے کہ صرف مسجد نبوی میں بیٹھ کر بعض صحابہ کرام نے زبانی گفتگو کی تھی مگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی اور فوراً آیات نازل کر کے بحث کرنے والے صحابہ کرام اور آئندہ قیامت تک کے مسلمانوں کی راہنمائی فرما کر واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور آخرت پر ایمان کے بعد سب سے بڑا عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، اس کا مقابلہ کوئی دوسرا عمل کر ہی نہیں سکتا۔

- کچھ لوگ خدمت خلق کو جہاد کے برابر بیان کر کے ظلم کرتے ہیں۔
- کچھ لوگ دعوت وتبلیغ کی اہمیت بڑھانے اور جہاد کی حیثیت گھٹانے کے لیے کہتے ہیں کہ دعوت کے اس عمل کا ثواب انچاس کروڑ ہے، یہ بھی ظلم ہے۔
- جو علماء اپنی طرف سے باتیں گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ شریعت سازی کا عمل دہرا رہے ہیں اور یہی برا کام یہود و نصاریٰ کیا کرتے تھے۔

❀......❀......❀
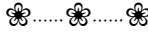
﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴾ [التوبة : ٢٠]

”جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں بہت بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔“

اس آیت میں بھی جہاد کو سب سے افضل اور سب سے اعلیٰ درجے کا عمل قرار دیا اور دنیا و آخرت کی کامیابی بتایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا)) ①

”اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صبح یا شام کو نکلنا دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، سب سے بہتر ہے۔

”ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتایئے جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں کوئی ایسا عمل نہیں پاتا جو جہاد کے برابر ہو۔“ ②

ایک جگہ یہ جواب ارشاد فرمایا:

((مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَمَا لِهِ)) ③

”وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔“

---

① بخاری، کتاب الجهاد، باب الغدوة والروحة فی سبیل الله ......الخ : ٢٧٩٢۔
② بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل الجهاد والسیر : ٢٧٨٥۔
③ بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله......الخ :٢٧٨٦۔

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ ایسا شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ میدان جہاد میں جاتا ہے تو وہ سب سے افضل ہے۔ تاہم ایک ایسا شخص جو جہاد میں خود تو نہیں گیا مگر فراخ دلی اور خوش دلی کے ساتھ جہاد میں مال پیش کرتا ہے وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر اجر وثواب کا مستحق ہے، جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے:

((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا))①

''جو شخص غازی کے لیے سامان جنگ مہیا کرتا ہے، یقیناً اس نے بھی جہاد کیا۔''

مجاہدین کے لیے جنت میں سو درجات:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان کے برابر فاصلہ ہے پس تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ یہ تمام جنتوں کے درمیان سب سے عالی شان جنت ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔''②

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوسعید! جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب مان لے، اسلام کو دین تسلیم کرلے اور محمد ﷺ کو اللہ کا نبی جان کر راضی ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔'' ابوسعید رضی اللہ عنہ نے تعجب کیا اور درخواست کی: اے اللہ کے رسول! اپنی بات پھر دہرایئے! آپ ﷺ نے دوبارہ وہی کلمات ارشاد فرمائے، پھر فرمایا:

---

❶ بخاری، کتاب الجهاد والسير باب فضل من جهز غازیا......الخ: ۲۸۴۳۔

❷ بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين......الخ: ۲۷۹۰۔

''ایک اور چیز جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جنت میں سو درجے بلند کر دیتا ہے اور ہر درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان۔'' ابوسعید نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' [1]

موجودہ جہاد میں حصول درجات کا شوق:

اس وقت دنیا بھر میں جہاد فی سبیل اللہ کا عمل شروع ہو چکا ہے، مجاہدین ان بلند ترین درجات کے حصول میں اپنے بیوی بچوں، والدین اور اعزہ واقربا سے رخصت ہو کر گھروں، علاقوں اور ملکوں کو چھوڑ کر میدان جہاد کی طرف دیوانہ وار لپک رہے ہیں۔ دشمن کی چھاؤنیوں، چوکیوں، مورچوں، کیمپوں اور ہیڈ کوارٹروں میں بے خوف گھس کر ﴿ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ﴾ پر عمل کرتے ہوئے کافروں کو تہس نہس کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جنت کے بلند درجات کے حصول کے لیے اپنی گردنیں کٹوا رہے ہیں۔ دشمن کی گنوں سے نکلنے والے برسٹ، راکٹ، میزائل، ہوائی جہازوں سے برسائی جانے والی بارود کی بارش اور آگ کے شعلے ان کو منزل مقصود تک پہنچنے سے نہیں روک سکتے۔ دشمن کے ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور لاکھوں کی نفری ان کا راستہ روکنے میں ناکام ہے۔ امریکی، یورپی اور ان کے اتحادی بڑے پریشان ہیں کہ ان کا راستہ کیسے روکیں؟ وہ جمع ہو کر بین الاقوامی قوانین بناتے ہیں اور دنیا کو ان پر عمل کی تاکید کر کے کہتے ہیں کہ ایک ملک سے دوسرے ملک کا بارڈر کراس کرنے کے لیے پاسپورٹ اور ویزہ ضروری ہے۔ ان قوانین کا احترام ضروری ہے مگر مجاہدین ان تمام قواعد وضوابط کی رکاوٹوں کے باوجود جنت کے بالا خانوں اور بلند درجات کے حصول کے لیے بڑی بڑی فوجوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو اپنے مال و جان سے اللہ تعالیٰ

---

[1] مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالى للمجاهدين في الجنة......الخ: ١٨٨٤۔

کی راہ میں مصروف جہاد ہیں، اس سے پچھلی آیت میں یہ تھا:

''اللہ پر ایمان، آخرت پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ، ان تین اعمال کے برابر اور کوئی عمل نہیں۔''

اس آیت میں بھی تین اعمال کو کامیابی کا سرٹیفکیٹ اور سند قرار دیا جا رہا ہے۔

ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے اور اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والے، ایسے لوگوں کے لیے اجر عظیم کے وعدے ہیں۔ یہ لوگ جنت کے بالا خانوں اور بلند درجوں کے وارث ہیں، وہاں دائمی نعمتوں کو مزے مزے سے استعمال کریں گے۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے اجر عظیم کے یہی حق دار اور مستحق ہیں۔

مال و جان سے جہاد کرنے والے مجاہد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے حقدار ہوں گے اور ہجرت کے بدلے ہمیشہ ہمیشہ جنت کے گھر کے وارث ٹھہریں گے۔

یہ آیات ہیں جنھیں مجاہدین پڑھتے ہیں تو ان کا ایمان پختہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین بڑھتا ہے۔ دنیا اور اس کی تمام چیزیں ان کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہیں۔

مجاہد کشمیر کا رہنے والا ہو یا دنیا کے کسی دوسرے علاقے و خطے سے اس کا تعلق ہو، جب جہاد کے لیے نکلے گا تو سب سے پہلے اپنا گھر چھوڑنے کی وجہ سے مہاجر بن جائے گا۔ مجاہدین کا ٹھکانا جنگل، پہاڑ اور غاریں ہیں، اس لیے یہ لوگ ایمان، ہجرت اور جہاد جیسے عظیم الشان اعمال کی وجہ سے اجر عظیم کے مستحق ہیں۔ اللہ کی راہ میں جانیں وقف کرنے کی وجہ سے یہ بہت اونچے لوگ ہیں۔ ان کے مقابلہ میں کوئی دوسرا عمل کرنے والا برابر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے ان کے لیے خوشخبری ہے، اللہ کی رحمت کی، اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی اور ہمیشہ رہنے والی جنت کی۔

بڑے خوش نصیب ہیں یہ لوگ، دنیا کے سارے کافر ان سے خوف زدہ اور دہشت زدہ

ہیں اسی لیے وہ ان کو دہشت گرد کہتے ہیں۔

❀......❀......❀
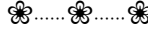
﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾[التوبة: ۲۳، ۲۴]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اورتم میں سے جوکوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ کہہ دے اگرتمھارے باپ اورتمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اورتمھاری بیویاں اورتمھارا خاندان اور وہ مال جوتم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہوتمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

کفار سے دوستیاں اور تعلقات ختم کرنے کا حکم:

یہاں سے ایک نیا موضوع شروع ہو رہا ہے۔ ویسے تو یہ پوری سورہ سب سے آخر میں نازل ہونے کی وجہ سے منفرد اور ممتاز ہے۔ اس میں مسلمانوں پر بھاری ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ کافروں سے دوستیاں اور دنیاوی مفاد کے لیے اختیار کی گئی روا داریوں کے خاتمے کا حکم ہے۔ گنجائش، رعایتیں اور سستیوں کے ترک کے لیے ہدایات ہیں چونکہ اس سے قبل بیت اللہ کو بتوں کی پلیدی سے پاک کر دیا گیا تھا، مکہ سے مشرکین کے انخلا

کے فیصلے ہو چکے تھے، مدینہ سے یہودیوں کو بے دخل کر دیا گیا تھا اور جزیرۃ العرب سے ہر قسم کے کفر و شرک کے اڈوں کو ختم کر دیا گیا تھا چنانچہ اس صفائی کے بعد ضرورت تھی کہ کفار سے تعلقات اور دوستیوں کا خاتمہ کر کے ان کے باطل نظریات، عقائد اور اعمال سے کھلم کھلا اعلان براءت کیا جائے۔ سو ان آیات میں یہی حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمانو! تمھارے باپ، بیٹے اور بھائی اسلام کے مقابلہ میں کفر پر قائم ہیں تو پھر ان سے کسی قسم کا نہ رشتہ ہے اور نہ کوئی دوستی، ان سے کلی طور پر تعلقات ختم کر کے اپنے مسلمان بھائیوں سے دوستیاں اور برادریاں قائم کر لو، یہ اس لیے کہ ((لا اله الاالله محمد رسول الله)) کے اقرار کے بعد تعلقات بدل گئے ہیں، اسلام قبول کرنے والے دور دراز کے اجنبی اب بھائی بن گئے ہیں جبکہ حقیقی اور قریبی رشتہ دار کفر پر رہنے کی وجہ سے اب جانی دشمن بن چکے ہیں۔

- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ماموں عاص بن ہشام کافروں کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نکلا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن تن سے جدا کر کے ثابت کر دیا کہ کوئی رشتہ میں ماموں ہی کیوں نہ ہو وہ اسلام کے مقابل آئے گا تو کاٹ دیا جائے گا۔
- سفر تبوک سے واپسی پر منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا: ''اگر ہم مدینہ واپس پہنچے تو عزت والا شخص ذلیل آدمی کو مدینہ سے باہر نکال دے گا۔'' اس منافق کا بیٹا سچا مسلمان تھا، جب اسے پتا چلا کہ اس کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے تو وہ مدینہ کے راستے میں کھڑا ہو کر اپنے باپ کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ مدینہ میں داخل ہونے لگا تو بیٹے نے تلوار سونت لی اور اپنے باپ کا راستہ روک کر کہنے لگا: جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں اجازت نہ دیں تم مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ معزز ترین تو اللہ کے رسول ہیں جبکہ تم ذلیل ترین ہو، کچھ دیر بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ بیٹا ننگی تلوار اٹھائے باپ کا راستہ روکے کھڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت اس منافق

کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دی، تب جا کے کہیں بیٹے نے باپ کا راستہ چھوڑا، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [المجادلة : ٢٢]

''اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ ایسا ہرگز نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت کرنے والوں سے محبت اور دوستی رکھتے ہوں۔ خواہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور دیگر قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور جن کی تائید و نصرت اس نے اپنی روح سے کی ہے اور جنھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا لشکر ہی کامیاب و کامران ہے۔''

اسی سورہ کے آغاز میں ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ ۙ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ﴾ [الممتحنة : ١، ٢]

’’اے ایمان والو! میرے اور خود اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم تو ان کی طرف محبت کے پیغام بھیجتے ہو اور ان کی حالت یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے پاس حق آیا ہے اس کا وہ انکار کرتے ہیں، انھوں نے اللہ کے رسول (ﷺ) کو نکالا اور خود تمھیں بھی محض اس وجہ سے نکلنے پر مجبور کیا کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ہو۔ یاد رکھو! اگر تم محض میرے راستہ میں جہاد کے لیے نکلے ہو اور محض میری رضا کی تلاش میں ہو تو ان سے دوستیاں نہ کرو تم ان کی طرف محبت کے خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم نے چھپایا اور جو کچھ تم نے ظاہر کیا، تم میں سے جو بھی ایسا کام کرے گا تو وہ راہ راست سے بھٹک جائے گا۔ (ان کافروں کا حال یہ ہے کہ) اگر تم پر قابو پائیں تو (کھلم کھلا) تمھارے دشمن ہو جائیں اور تمھیں نقصان پہنچانے کے لیے سخت زبان درازی کریں اور خوب ہاتھ بھی چلائیں ان کی دلی تمنا تو یہ ہے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ۔‘‘

مسلمانوں میں برادری ازم:

افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان مختلف نسلی طبقوں میں تقسیم ہیں۔ قبائل اور برادریوں کی تقسیم صرف تعارف کی حد تک تو درست اور جائز ہے مگر ہمارے ہاں برادری ازم کا مطلب یہ ہے کہ ایک قوم کا شخص دوسری قوم پر ظلم کر رہا ہو تو اس قوم کے افراد ظالم کی حمایت کرتے ہیں پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ مظلوم کی حمایت محض اس لیے نہیں کرتے کہ یہ ہماری برادری سے تعلق نہیں رکھتا۔ اسی طرح، راجپوت، جاٹ، ارائیں اور دوسری قومیں ایک دوسرے کو رشتہ نہیں دیتیں حالانکہ اسلام قبول کرنے کے بعد سب بھائی بھائی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾ [الحجرات: ۱۰]

’’بے شک! مومن بھائی بھائی ہیں۔‘‘

یہاں مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمانو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور جہاد

فی سبیل اللہ سے بڑھ کر سچے مسلمان کے لیے کوئی اور چیز پیاری اور محبوب نہیں ہو سکتی۔

اور یہ بھی یاد رکھو! اگر سچی دوستی کرنی ہے تو اللہ اور اس کے رسول سے کرو اور اگر دنیا میں کوئی بڑا کام کر کے جانا چاہتے ہو تو پھر اللہ کے نزدیک سب سے بڑا کام جہاد ہے اس لیے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے جہاد سے وابستہ کر لو اور اس کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑو۔

کافر دوستی کے لائق نہیں:

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو دوست نہ بنانے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

- ''اے ایمان والو! تم اپنا راز دار اور دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی اور کو نہ بناؤ وہ تمھاری خرابی کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔'' [آل عمران: ۱۱۸/۳]
- تم ان سے محبت رکھتے ہو مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔'' [آل عمران: ۱۱۹/۳]
- ''وہ تو چاہتے ہیں کہ تم بھی ویسے ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہیں تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ۔ لہٰذا ان میں سے کسی ایک کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ۔'' [النساء: ٤/ ٨٩]
- ''اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم اپنے آپ پر اللہ کی صریح حجت قائم کرنا چاہتے ہو؟'' [النساء: ٤/ ١٤٤]
- ''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ یہ (تمھارے نہیں بلکہ) سب ایک دوسرے کے دوست ہیں۔'' [المائدة: ٥/ ٥١]
- ''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔'' [آل عمران: ٣/ ٢٨]
- ''مسلمانو! سنو جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنائے گا وہ صریح نقصان اور خسارے میں ڈوب گیا۔'' [النساء: ٤/ ١١٩]

زیر تفسیر سورہ توبہ کی اس آیت میں ایسی خاص دوستیوں سے منع کیا جا رہا ہے کہ بالعموم

جن کے بغیر گزارہ نہیں اور وہ یہ ہیں:

باپ بیٹے کا رشتہ، بہن بھائیوں کا رشتہ، میاں بیوی کی دلی محبت کا رشتہ اور خاندان و رشتہ داری کا قابل فخر رشتہ، یہ سب رشتے دار اگر کفر پر ہیں تو ایک صاحب ایمان کا رشتہ ان سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اس کی دوستیاں مسلمانوں سے ہو جاتی ہیں۔

صحابہ کرام کی حالت پر غور کریں انھوں نے یہ تمام رشتے توڑ کر صرف اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان سے دوستیاں کر لی تھیں۔ کالے اور گورے بھائی بھائی بن گئے، عربی و عجمی کے درمیان رشتے داریاں قائم ہو گئیں اور امیر و غریب میں گہری محبتیں پیدا ہو گئیں۔

موجودہ مجاہدین کی باہمی محبتیں:

کچھ عرصہ پہلے ایسی پاکیزہ محبتوں کا تصور ہم نہیں کر سکتے تھے۔ روس افغانستان جنگ کے موقع پر عرب مجاہدین کے ساتھ رہنے کا اللہ تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا اور ہم نے دیکھا کہ وہ آپس میں اتنی گہری محبت کرتے تھے کہ عام حالات میں اس کا تصور ممکن نہیں۔ ایک کہتا کہ یہ میرا بھائی ہے، یہ مہاجر فی سبیل اللہ ہے۔ یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے آیا ہے۔ اللہ کے دشمنوں سے قتال کے لیے آیا ہے، یہ میرے ساتھ رہے گا، میرے ساتھ کھانا کھائے گا، جو میں پہنوں گا یہ بھی وہی پہنے گا، اتنی گہری محبتیں محض اللہ کے لیے تھیں، اسی طرح دیگر جہادی میدانوں کی کیفیت ہے۔ ایک بھائی کافروں سے لڑتے ہوئے زخمی ہو جائے تو دوسرے مجاہد اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈال کر محاصروں اور برستی گولیوں میں اپنے زخمی بھائی کو اٹھا لاتے ہیں اور یہ حقیقت ہے، ہم نے بھی مشاہدہ کیا ہے کہ جب جہاد آتا ہے تو مسلمانوں کی باہمی محبتیں بڑھ جاتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں ایک شخص جہاد کے لیے نکلنا چاہے اور والدین و بہن بھائی رکاوٹ بننے کی کوشش کریں تو یہ مجاہد بندہ اللہ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد سے محبت کرتے ہوئے گھر چھوڑنے کو ترجیح دیتا ہے۔ ماں، باپ، بہن بھائی، گھر بار، کاروبار، رشتے دار سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ یہ آیت بہت بڑی

دلیل ہے کہ جہاد سے روکنے والا باپ ہو، بھائی یا دوسرے رشتہ دار ہوں ان میں سے کسی ایک کی بات نہیں مانی جائے گی۔ بغیر عذر شرعی جہاد سے روکنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جاتا ہے اس لیے والدین کو چاہیے کہ اولاد کو جہاد سے ہرگز ہرگز نہ روکیں۔ کیا ہمیں اللہ، اس کے رسول اور جہاد سے پیار ہے یا دنیا سے محبت ہے؟ آٹھ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے یہاں گنوا دیا ہے:

① باپ ② اولاد ③ بھائی ④ بیوی ⑤ خاندان و برادری ⑥ مال مویشی ⑦ تجارتی کاروبار ⑧ رہائش گاہیں، مکان، کوٹھیاں اور بنگلے۔

اگر یہ آٹھ چیزیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کے عمل میں رکاوٹ بن جائیں تو پھر ایسے لوگوں کو عذاب الٰہی کا انتظار کرنا چاہیے۔

جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مال مویشی، کاروبار اور مکانات پیارے ہیں تو یہ بہت بڑا فسق اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ ایسے گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا۔

ترک جہاد باعث ذلت ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم آپس میں بیع عینہ یعنی کمی بیشی کے ساتھ تجارتی سامان فروخت کرو گے۔ بیلوں کی دمیں پکڑ کر کھیتی باڑی پر خوش اور مطمئن ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور یہ ذلت اس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک تم اپنے دین کی طرف نہ پلٹ آؤ گے۔''[1]

یہ ہے ترک جہاد کا وبال جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مگر افسوس کہ مسلمان اپنے کاروبار اور دنیاوی ساز و سامان جمع کرنے میں غرق اور برادریوں، رشتے داریوں کے رسم و رواج کی محبت میں گرفتار ہیں جس کی وجہ سے ذلتیں مسلط ہیں اور کافر آگے بڑھ بڑھ کر

---

❶ ابو داؤد، کتاب البیوع، باب فی النهی عن العینة: ٣٤٦٢۔

عزتوں کو پامال، املاک کو برباد اور ملکوں کو ویران کرتے جا رہے ہیں۔ مسلم معاشرے میں فحاشی عام ہے، گناہ، فسق و فجور اور بے حیائی شرفا کے گھروں تک پہنچ چکی ہے۔ یہ سب کچھ ترک جہاد کا وبال اور سزا ہے، اس کا حل اور ذلتوں سے نجات کا رستہ صرف جہاد ہے۔

مسلمانو! حکمرانو! جہاد کی راہ اختیار کرو اور اپنے دین کی طرف پلٹ آؤ، کامیاب اور سرخرو ہو کر جنت میں جاؤ گے ورنہ بے ہدایت مر کر اللہ کے سامنے پیشی ہو گی تو پھر کیا جواب دے سکو گے؟
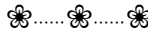
❀......❀......❀

﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٢٥ تا ٢٧]

''بے شک اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمھاری مدد فرمائی ہے اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے، تمھیں خود پسند بنا دیا پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی پھر تم پیٹھ پھیر کر واپس لوٹ گئے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور جو کافر تھے انھیں عذاب دیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول کرے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے احسانات یاد کراتے ہوئے رسول ﷺ اور اہل ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرما رہا ہے کہ ہم نے بہت سے مقامات پر تمھاری مدد کی اور بطورِ خاص حنین کے دن ایسے وقت جب تم دشمن سے مقابلہ کی بجائے میدان چھوڑ کر بھاگ رہے

تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہی۔ مکی دور کے دعوتی ایام ہوں یا شعب ابی طالب کا دور ابتلا۔ سفر ہجرت ہو یا جہادی معرکوں کے لیے پیش قدمی۔

ایک ایک لمحہ اور ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد رسول اللہ ﷺ کے شامل حال رہی تاہم اس آیت میں جس مدد کی طرف اشارہ ہے وہ جہادی محاذ اور جنگی میدان کی مدد ہے۔

زیر تفسیر آیت میں غزوہ حنین کا ذکر بھی ہے جس کی تفصیل بعد میں آئے گی، اس سے پہلے ہم مختلف غزوات کا ذکر کر رہے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی مدد ایسے وقت میں آئی کہ جب اہل ایمان کمزور تھے، دشمن کی عسکری پوزیشن بہت مضبوط تھی اور اسے ہر لحاظ سے برتری حاصل تھی، مسلمان دشمن سے مقابلے کی پوزیشن میں نہ تھے بلکہ بعض مقامات پر میدان دشمن کے ہاتھ میں تھا اور بظاہر ایسے معلوم ہوتا تھا کہ دشمن اہل ایمان کی جڑ کاٹ دے گا اور انھیں پیس کر رکھ دے گا۔

ایسے خطرناک موقعوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور کمزور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قوت و طاقت اور فتح و کامیابی عطا فرمائی۔

میدان بدر میں اللہ کی مدد کے مواقع :

﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ﴾ [آل عمران:۳/ ۱۲۳]

”اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمھاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامانی اور گری ہوئی حالت میں تھے۔“

جنگ بدر میں مسلمان صرف ۳۱۳ جب کہ مشرکین کے لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ایک اللہ کی عبادت کرنے والے اہل ایمان اور ہبل کے پجاری مشرکوں کے درمیان یہ پہلا بڑا معرکہ تھا...... اس لیے قلت تعداد کی وجہ سے بزدلی، پس ہمتی اور میدان جنگ سے پسپائی ممکن تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”(مومنو!) اس وقت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے تو (

اللہ تعالیٰ نے) کافروں کو تمھاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھایا اور تمھیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا دکھایا تاکہ جو کام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا تھا وہ ہو کر رہے۔'' [الأنفال: ٨/ ٤٤]

- اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کی دعائیں قبول کر کے مدد کے لیے فرشتوں کو میدان جنگ میں اتار دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''(مومنو!) اس وقت کو یاد کرو جس وقت تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمھاری دعائیں قبول کیں اور فرمایا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمھاری مدد کروں گا جو ایک دوسرے کے پیچھے چلے آئیں گے۔''

[الأنفال: ٨/ ٩]

- ''(اور اس وقت کو بھی یاد کرو) جب آپ (ﷺ) مومنوں کو تسلی دے رہے تھے (اور کہہ رہے تھے) کیا آسمان سے تین ہزار فرشتے اتار کر اللہ تعالیٰ کا تمھاری مدد کرنا تمھیں کافی نہ ہوگا؟'' [آل عمران: ٣/ ١٢٤]
- ''(اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کی اس تسلی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ) اگر تم میدان جنگ میں پرہیز گاری اور صبر کا دامن تھامے رکھو تو مدد کے لیے میں مزید پانچ ہزار فرشتے بھیج دوں گا۔'' [آل عمران: ٣/ ١٢٤]

بدر میں فرشتوں کو گردنیں اڑانے کا حکم:

- ''(مسلمانو!) اس وقت کو بھی یاد کرو، جب تمھارے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ (تم میدان میں اترو) میں بھی تمھارے ساتھ ہوں سو تم اہل ایمان کی ہمت بڑھاؤ، میں کفار کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ (پھر تم کافروں کی) گردنیں اڑاؤ اور ان کے جوڑ جوڑ پر کاری ضرب لگاؤ۔'' [الأنفال: ٨/ ١٢]

- ''ایمان والو! اس وقت کو بھی یاد کرو، جب اللہ تعالیٰ تم پر امن واطمینان کے لیے اونگھ طاری کر رہا تھا اور آسمانوں سے بارش برسا کر تمھیں پاک صاف کر رہا تھا تا کہ (بزدلی اور پس ہمتی کے) شیطانی وساوس کو دفع کر دے اور (دشمن کے مقابلہ کے لیے) تمھارے دلوں کو مضبوط کر کے تمھارے قدموں کو میدان جنگ میں جما دے۔''

[الأنفال: ۸/۱۱]

- میدان بدر میں معرکہ شروع ہوا تو دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں بے دریغ تلواریں، نیزے اور برچھے آزمائے جانے لگے، تیروں کی بارش ہونے لگی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام سے فرما رہے تھے کہ اب وقت آ گیا ہے: ((شُدُّوا)) ''چڑھ دوڑو۔''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد(ﷺ) کی جان ہے! جو شخص ان کافروں کے مقابل ثواب کی نیت سے پیچھے نہ ہٹنے کا پروگرام لیے آگے بڑھتے ہوئے لڑے گا اور مارا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے جنت میں داخل کرے گا۔'' آپ ﷺ مزید فرما رہے تھے: ''اس جنت کی طرف اٹھو! آگے بڑھو! جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔''[1]
- رسول اللہ ﷺ کی بھرپور ترغیب اور دی گئی ہدایات کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زبردست حملہ کیا اور ابوجہل سمیت ستر مشرکین کو کاٹ کر رکھ دیا۔ باقی ماندہ مشرکین نے میدان چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش کی تو صحابہ کرام نے آگے بڑھ کر ستر جنگجوؤں کو جنگی قیدی بنا ڈالا اور کثیر مقدار میں کافروں کا مال قبضے میں لے لیا۔

اس احسان عظیم کا ذکر قرآن کریم میں ان الفاظ میں ہے:

''مسلمانو! اس وقت کو بھی یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے اور اس بات سے بھی ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک نہ لیں، سو اللہ تعالیٰ نے تمھیں ٹھکانا دیا اور اپنی مدد کے ذریعے تمھاری تائید و نصرت فرمائی

---

[1] مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد: ۱۹۰۱۔

اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی تاکہ تم لوگ اس کا شکرادا کرو۔‘‘

[الأنفال : ۸/ ۲٦]

کافرو! باز آ جاؤ، پلٹ آ ؤ ورنہ ......!:

میدان بدر میں کافروں کی اس ذلت آمیز شکست پر اللہ تعالیٰ نے انھیں نصیحت فرمائی کہ اپنی مکروہ حرکتوں سے باز آ جاؤ، مشرکانہ عقائد چھوڑ دو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر اپنی پرانی روش پر چلو گے تو یاد رکھو! تمھارا انجام بہت خراب ہوگا اور پھر تمھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکے گا:

﴿ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

[الأنفال : ۱۹]

’’اور تمھاری کثرت تعداد اور بڑے بڑے لشکر تمھارے کچھ کام نہ آ سکیں گے خواہ وہ تعداد میں زیادہ ہی ہوں اور اللہ تعالیٰ تو یقیناً ایمان والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

جنگ خندق میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے چند مناظر:

- جنگ خندق میں شرکت کے لیے مشرکین نے دس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل اتحادی فوج تشکیل دی تھی جس میں مشرکین مکہ مدینہ کے یہودی اور جزیرۃ العرب کے دیگر بہت سے مشرک قبائل شامل تھے۔ اپنے اپنے علاقوں سے یہ لوگ اس عزم کے ساتھ نکلے تھے کہ محمد (ﷺ)، آپ کے ساتھیوں اور دین اسلام کے شیدائیوں کا مکمل صفایا کیے بغیر واپس نہیں پلٹیں گے۔
- رسول اللہ ﷺ کو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے تجویز دی اور بتایا کہ فارس میں جب ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود کر دفاع کیا کرتے تھے۔
- رسول اللہ ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور تمام صحابہ کرام کو خندق کی کھدائی پر لگا دیا، ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ لمبی اور پندرہ فٹ گہری خندق کھودنے کا کام سونپ دیا گیا۔

- بھوک کی شدت سے مسلمانوں نے اور خود رسول اللہ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔
- فاقوں پر فاقے تھے...... بیس دن میں خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہوا۔
- منافقین نے خندق کی کھدائی میں حصہ نہیں لیا۔
- اتحادی فوجوں نے مدینہ اور اپنے درمیان جب خندق کو حائل دیکھا تو مشتعل ہو کر ہاتھ چبانے لگے، ان کا غیظ وغضب دیکھنے کے لائق تھا مگر وہ کر ہی کیا سکتے تھے؟ چنانچہ انھوں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا اور ہر طرف پھیل گئے، اس صورت حال کا نقشہ قرآن کریم ان الفاظ میں کھینچتا ہے:

﴿إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ ٱلْأَبْصَٰرُ وَبَلَغَتِ ٱلْقُلُوبُ ٱلْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِٱللَّهِ ٱلظُّنُونَا۠ ۝ هُنَالِكَ ٱبْتُلِىَ ٱلْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا۟ زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾ [الأحزاب: ١٠، ١١]

”(مسلمانو! وہ وقت بھی یاد کرو!) جب وہ (مشرکین) تمھارے اوپر اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے تھے اور جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور دل منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر مومنوں کی سخت آزمائش کی گئی اور وہ بری طرح ہلا دیے گئے۔“

- یہود بنو قریظہ نے اس خوفناک مرحلہ پر عہد شکنی کا ارتکاب کیا اور مشرکین کی اتحادی فوجوں میں شامل ہو کر اہل ایمان کے امتحان کو مزید سخت کر دیا۔
- اس سنگین صورت حال سے فائدہ اٹھا کر منافقین نے بھی سینے میں چھپا بغض وعناد نکالا اور وہ اہل ایمان سے طنزیہ کہنے لگے: ”کل تک تو تم کہتے تھے کہ عنقریب ہم قیصر و کسریٰ یعنی روم و ایران فتح کر لیں گے اور وہاں کے خزانے ہمارے قدموں میں ہوں گے اور آج تمھاری حالت تو یہ ہوگئی کہ قضائے حاجت کے لیے بھی تم مدینہ سے باہر نہیں

جا سکتے؟ تمھارے وہ دعوے کہاں گئے؟'' قرآن کریم میں اس گروہ کا حال یوں بیان ہوا ہے:

'' (مسلمانو! اس وقت کو بھی یاد کرو) جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ بس دھوکا ہی دھوکا تھا۔'' [الأحزاب : ۱۲/۳۳]

- منافقین اپنے دیگر ساتھیوں کو علی الاعلان یہ بھی کہہ رہے تھے:

'' اے یثرب والو! میدان جنگ میں تمھارے ٹھہرنے کا یہ کوئی موقع نہیں، لہٰذا واپس پلٹ آؤ۔'' [الأحزاب : ۱۳]

یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ دین اسلام کو چھوڑ کر واپس باپ دادا کے دین پر پلٹ آؤ۔

- منافقین کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی کہہ رہا تھا کہ ہمارے گھر خالی ہیں اور ہمارے بیوی بچوں کو خطرہ ہے اس لیے ہمیں واپس جانے کی اجازت دے دیجیے۔ [الأحزاب : ۱۳]

خندق میں اللہ کی مدد:

ایک ماہ کے اس سخت امتحان میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی، جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴾ [الأحزاب : ۹]

'' اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کو یاد کرو جب (کفار کے اتحادی) لشکر تم پر چڑھ آئے تھے تو ہم نے (تند و تیز اور یخ بستہ) ہواؤں اور ایسے لشکروں کو (تمھاری مدد کے لیے) بھیجا جن کو تم دیکھ نہیں رہے تھے اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اسے بھی خوب دیکھ رہا تھا۔''

- اللہ تعالیٰ کی مدد یوں ہوئی کہ تند و تیز یخ بستہ طوفانی آندھی چلی جس سے اتحادی

فوجوں کے رہائشی خیمے اکھڑ گئے۔ ہانڈیاں الٹ گئیں، سامان بکھر گیا، سواریاں بھاگنے لگیں اور مشرکین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا، وہ مارے خوف کے اور سہمے سہمے جانیں بچانے کی فکر میں بھاگ پڑے۔ اتحادی فوجوں کی اس بھگدڑ کا منظر قرآن مجید میں ان الفاظ میں موجود ہے:

﴿ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ﴾ [الأحزاب: ٢٥]

''اور اللہ تعالیٰ نے غصے سے بھرے ہوئے کافروں کو ناکام و نامراد لوٹا دیا کہ ان کی کوئی مراد پوری نہ ہوئی۔''

- یہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہی تھی کہ دس ہزار مشرکین کا لشکر جنگ لڑے بغیر ناکام و نامراد اور نادم و شرمسار واپس پلٹ گیا۔

غزوہ حدیبیہ میں مدد:

غزوہ حدیبیہ کے سفر میں اللہ کی مدد کے واقعات میں سے چند ایک یہ ہیں:

- عمرہ کی غرض سے چودہ پندرہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ زیارت بیت اللہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ دوسری طرف مشرکین مکہ کو بھی آپ ﷺ کی آمد کی خبریں پہنچ چکی تھیں، چنانچہ انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ خالد بن ولید جو حالت کفر پر تھے ایک فوجی دستہ لے کر مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے مکہ سے باہر نکل آئے۔
- رسول اللہ ﷺ نے مشرکین مکہ کو پیغام بھیجا کہ ہم لڑائی کے لیے نہیں بلکہ عمرہ کی ادائیگی کے لیے آئے ہیں مگر انھوں نے عمرہ کیے بغیر واپس چلے جانے پر اصرار کیا۔
- متعدد بار سفیروں کے ذریعے مذاکرات کے بعد فریقین صلح پر آمادہ ہو گئے۔ مشرکین کی طرف سے شرائط صلح ایسی پیش کی گئیں کہ جو بظاہر مسلمانوں کے لیے توہین آمیز تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس معاہدے کو فتح مبین کا نام دیا۔ مسلمان سخت پریشانی میں

حیران تھے کہ یہ فتح مبین کیسے ہے؟

جن شرائط کو مشرکین مکہ اپنی فتح تصور کر کے خوشیاں منا رہے تھے اور مسلمان رنجیدہ، افسردہ اور غم زدہ تھے اللہ تعالیٰ نے اسے فتح مبین میں کیسے بدل ڈالا؟ معاہدہ صلح کی شرائط میں سے ایک یہ تھی:

اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچ جائے تو اسے واپس کرنا پڑے گا۔ شرائط صلح پر زبانی گفتگو ہو چکی تھی مگر ابھی تحریری شکل نہیں دی جا سکی تھی کہ اہل مکہ کی قید سے ایک مسلمان بھاگ کر صحابہ کرام کے پاس آ پہنچا اور اپنی مظلومیت کی داستان سناتے ہوئے پاؤں میں بیڑیاں اور اپنے جسم پر تشدد کے نشانات دکھا کر درخواست کرنے لگا کہ مجھے کفار کے حوالے نہ کیا جائے بلکہ اپنے ساتھ مدینہ لے جایا جائے۔ یہ ابو جندل رضی اللہ عنہ تھے اور انہی کا باپ سہیل مشرکین کی طرف سے معاہدہ صلح کی شرائط پر گفتگو کر رہا تھا۔ ابوجندل رضی اللہ عنہ کا باپ سہیل اس بات پر اڑ گیا کہ اگر میرے بیٹے ابو جندل کو واپس نہ کیا گیا تو پھر صلح نہ ہو سکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو صبر کی تلقین فرمائی اور اسے واپس کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد ایک اور مسلمان ابو بصیر رضی اللہ عنہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچے۔ مشرکین مکہ نے دو آدمی بھیجے اور مطالبہ کیا کہ معاہدہ کی رو سے ابوبصیر کو واپس کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایفائے عہد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان دونوں کے ہمراہ مکہ کے لیے روانہ کر دیا۔ راستہ میں آرام کی غرض سے اترے تو ابو بصیر نے موقع پا کر ایک مشرک کو قتل کر دیا، دوسرا جان بچانے کی فکر میں دوڑتا ہوا واپس مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا پہنچا، ابو بصیر بھی کچھ دیر بعد اللہ کے رسول کے پاس آ پہنچے اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنا عہد نبھایا مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنگ کی آگ نہ بھڑکاؤ۔'' ابوبصیر رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل پڑے اور شاہراہ شام و مکہ پر ساحل سمندر کے قریب آباد ہو گئے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے نکل کر ابوبصیر رضی اللہ عنہ

کے پاس پہنچ گئے۔

مکہ سے بہت سے مسلمان نکل کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور ان لوگوں نے مشرکین مکہ کے تجارتی قافلوں پر چھاپہ مار کارروائیاں شروع کر دیں۔ انھیں اتنا تنگ کیا کہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ معاہدہ سے اس شرط کو ختم کر دیا جائے اور ابو بصیر کو ان کارروائیوں سے بھی روک دیا جائے۔[1]

معاہدہ کرتے وقت مشرکین اس شرط کو اپنی بالا دستی اور فتح کی علامت سمجھتے تھے مگر بہت جلد انھیں پتا چل گیا کہ یہ شرط تو ان کی شکست کا سبب بنتی جا رہی ہے اس لیے اس شرط کو معاہدہ صلح سے خارج کرانا ان کی مجبوری بن گئی۔

دوسری شرط یہ تھی کہ قبائل کو کھلی اجازت ہے کہ وہ جس فریق سے چاہیں دوستانہ معاہدہ کرلیں، چنانچہ بنو خزاعہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دفاعی معاہدہ کرلیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد بائیس مہینے کے اندر اندر مشرکین نے عہد شکنی کر کے معاہدہ صلح کو از خود توڑ ڈالا۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا تو مشرکین مکہ نے بنو خزاعہ کے خلاف کارروائی میں بنو بکر کا ساتھ دیا۔ بعد میں مشرکین کو اپنی بدعہدی کا احساس ہوا تو تجدید صلح کے لیے ابوسفیان جو حالت شرک پر تھے مکہ سے چل کر مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور منتیں کر کے تجدید صلح کی درخواست کرنے لگے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کوئی جواب نہ دیا، یہ دوسری شرط بھی مشرکین مکہ کے لیے ذلت آمیز شکست کا ذریعہ ثابت ہوئی اور مسلمانوں کے لیے فتح مبین کا واضح پیغام لائی۔

✿ اس معاہدہ کی تیسری شرط یہ تھی کہ فریقین دس سال تک جنگ بندی کے پابند ہوں گے مگر مشرکین مکہ نے بائیس ماہ کے اندر اندر خود ہی عہد شکنی کر ڈالی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح مسلمانوں کے لیے آسان کر دی اور صلح کی یہ تیسری شرط بھی مشرکین

---

[1] بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة......الخ: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔

کے لیے باعث شکست اور ذلت کا ذریعہ بن گئی۔

- غزوہ حدیبیہ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کے مزید ایمان افروز واقعات کے لیے سورہ فتح کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں بیعت رضوان کا تذکرہ اور شرکائے بیعت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضا مندی کا ذکر موجود ہے۔
- میدان حدیبیہ کے حالات میں سے خاص بات یہ بھی ہے کہ مشرکین کی طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکانے کی تمام سازشوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مدد کے ذریعے ناکام بنا دیا بلکہ رات کی تاریکی میں حملہ آور دشمن کے ۸۰ افراد کو مجاہدین کے ہاتھوں قید کرا کے پھر رہا کرا دیا تا کہ مشرکین پر احسان باقی رہے۔

فتح مکہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد:

فتح مکہ پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اہل ایمان پر بہت بڑا احسان فرمایا اور اس موقع پر ان کی ایسی مدد کی کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس لیے کہ عرصہ اکیس سال سے جو لوگ دین اسلام کے نور کو بجھانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے تھے، جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی جان کے ازلی دشمن اور خون کے پیاسے تھے اور جو لوگ صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو بھی زندہ سلامت دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے، اپنے انہی مذموم مقاصد کی تکمیل میں گزشتہ اکیس سالوں میں انھوں نے کیا کیا نہیں کیا؟ زبانی ایذا رسانیوں سے بڑھ کر ظلم و تشدد کے ذریعے دعوت دین، داعی دین اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو راستے سے ہٹانے کی سر توڑ کوشش کی اور اہل ایمان کو ہجرت پر مجبور کر دیا۔ ان لوگوں نے مدینہ تک تعاقب جاری رکھا، وہ مسلح جنگوں سے پیچھے نہیں ہٹے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت آئی اور کسی مزاحمت اور خونریزی کے بغیر ۱۷ رمضان ۸ ھ کو مکہ فتح ہو گیا، گزشتہ اکیس سالہ دشمنی، عداوت اور خونریز معرکہ آرائیوں پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد کوئی بھی ذی شعور اس بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ اہل مکہ قطعی طور پر اسلامی لشکر کے

خطرے سے بے خبر تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اچانک حملہ کر کے مکہ کو فتح کر لیا۔ یہ بات اس لیے بھی سوچ وفکر سے بالا ہے کہ معاہدہ صلح ٹوٹ جانے کے بعد دشمن اپنے گھر میں اطمینان سے نہیں بیٹھا تھا اور یہ بات اس لیے بھی یقین کے لائق نہیں کہ شعبان ۸ھ میں بنو بکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کر کے ان کے تئیس (۲۳) افراد کو قتل کر دیا تھا۔ اس موقع پر مشرکین مکہ نے بنوبکر کی حمایت کر کے رسول اللہ ﷺ کے اتحادی قبیلہ بنوخزاعہ کو نقصان پہنچایا اور معاہدہ صلح توڑ دیا۔ بعد میں تجدید صلح کے لیے ابوسفیان مدینہ پہنچے اور ناکام واپس پلٹ آئے۔ اہل مکہ جنگ کے خطرات کے پیش نظر صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے مدینہ کی طرف ہر وقت نظریں جمائے رہتے، مدینہ کے راستے شام سے آنے والوں سے فوجی نقل وحرکت کی خبریں معلوم کرتے اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اور مکہ سے باہر نکل کر حالات کا جائزہ لیا کرتے۔

خلاصہ یہ کہ دشمن ہر لحاظ سے چوکس تھا۔ اسلحہ وافر اور افرادی قوت بکثرت موجود تھی لیکن رسول اللہ کی مکہ پر چڑھائی کے لیے مدینہ میں زبردست تیاریاں ہوتی رہیں۔ دس ہزار کے لشکر جرار کو بھی جمع ہونے میں وقت لگا، اس لشکر نے ساڑھے چار سو کلو میٹر کا سفر تقریباً چھ دن میں طے کیا مگر دشمن ہر طرح سے بے خبر رہا حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے شرکائے لشکر کو اپنی اپنی جگہ آگ جلا کر الاؤ روشن کرنے کا حکم دے کر اہل مکہ کو اپنی آمد کی اطلاع دی۔ الاؤ روشن ہونے کے بعد مشرکین مکہ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ بہت بڑا لشکر لے کر پہنچ چکے ہیں۔ دشمن ہنگامی تیاری کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، بڑے بڑے لیڈر مکہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

فتح مکہ میں کوئی بڑا خونریز معرکہ نہیں لڑنا پڑا، بعض جھڑپوں میں بارہ مشرکین مارے گئے جب کہ صرف دو مجاہد اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے۔

فتنہ یہود کے خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد :

یہودی ملعون قوم ہے، حیلہ، مکر، دھوکا، فریب اور سازشیں ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے، اسلام کے ازلی دشمن ہیں۔ اللہ کی آیات کی تحریف ان کا وطیرہ اور ناحق لوگوں کا مال کھانا ان کا پیشہ ہے۔ نہایت بزدل اور عہد شکن لوگ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینہ میں سب سے مضبوط اور قریب ترین اسلام دشمن یہودی تھے۔ جو تین قبائل میں منقسم تھے۔

❀ بنوقینقاع : مدینہ شہر کے رہائشی اور سنار کا کام کرنے والے، جنگجو اور بڑے مالدار لوگ تھے۔

❀ بنوقریظہ : مدینہ کے جنوب مشرق میں آباد تھے۔

❀ بنونضیر: جنوب مشرق کی جانب بنوقریظہ سے گزرنے کے بعد کچھ فاصلے پر آباد تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے دفاعی معاہدہ کر لیا تھا مگر یہودی قبیلہ بنوقینقاع کی بدبختی کا وقت آ گیا اور ان لوگوں نے معاہدہ صلح کی خلاف ورزی کر ڈالی۔ ان کا مختصر حال کچھ یوں ہے:

میدان بدر میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس ہوئے تو ہر سمت اس فتح کے چرچے، تذکرے اور قصیدے سنائی دینے لگے۔ مسلمانوں کی یہ شان وشوکت، عزت و وقار اور فتح و غلبہ یہودیوں کے لیے سخت ناگوار اور ایک طرح سے پیغام موت تھا۔ اس کامیابی پر وہ جل بھن گئے اور خباثت کرنے لگے۔ دلوں میں چھپا بغض وعناد، حسد اور کینہ زبانوں سے ظاہر ہونے لگا اور وہ علی الاعلان بغاوت وسرکشی کرنے لگے۔ ان کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے مسلمان پریشان تھے حتی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی قبیلہ بنوقینقاع کے بازار میں جا کر انھیں نصیحت فرمائی مگر یہ بدبخت کہنے لگے : اے محمد (ﷺ) تم نے مکہ کے اناڑی لوگوں پر فتح پائی ہے ہمارے ساتھ ٹکر لوگے تو پتا چل جائے گا۔

○ یہ لوگ سات سو جنگجوؤں کی نفری اور ہر طرح کے عسکری لوازمات سے مسلح تھے اور یہی بات ان کے غرور کا سبب تھی۔

○ ایک مرتبہ ایک مسلم خاتون کسی کام سے بنوقینقاع کے بازار میں گئی تو ان بدبختوں نے اسے بے پردہ اور ننگا کر دیا۔

مسلم عورت کی چیخ پکار سن کر ایک مسلمان نے اس یہودی کو قتل کر ڈالا جس نے مسلم خاتون کی بے حرمتی کی تھی۔ اس کے جواب میں یہودیوں نے اس مسلمان کو شہید کر ڈالا۔شہید کے ورثا نے دیگر مسلمانوں کو مدد کے لیے پکارا۔ یہودیوں نے بلوہ کی شکل اختیار کر کے ان پر بھی حملہ کر دیا۔رسول اللہ ﷺ کو پتا چلا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو جمع کیا اور پندرہ شوال ۲ ھ کو بنوقینقاع کے محلّہ کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔ یہودیوں نے اپنے قلعے میں چھپ کر جان بچائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ مرعوب ہو کر یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان تمام عہد شکنوں کو باندھنے کا حکم دیا چنانچہ یہ سات سو یہودی قید کر لیے گئے۔

عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ان کو معاف کر دیا جائے۔ منت سماجت کے بعد پھر اس نے سخت لب و لہجہ اور نہایت گستاخانہ انداز میں رسول اللہ ﷺ کا گریبان پکڑ کر گفتگو کی اور کہا کہ ان لوگوں پر احسان فرمائیں اور معاف کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے قتل کی بجائے جلا وطنی کا حکم فرمایا اور یہ لوگ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف نکل گئے۔

میدان احد میں اللہ تعالیٰ کی مدد:

۷ شوال ۳ھ جمعہ کے دن کی بات ہے کہ ایک طرف کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے فریضہ جہاد فی سبیل اللہ کی ادائیگی میں سات سو مجاہدین میدان احد میں اترے ہوئے تھے۔

دوسری جانب بتوں کے پجاری ایک ہزار مسلح لشکر لے کر میدان احد میں پہنچے، یہ لوگ غرور و تکبر اور جوش انتقام سے بھرے ہوئے تھے۔

معرکہ شروع تھا، ایک طرف اللہ کے عبادت گزار، دوسری طرف ابلیسی پروگرام کے دفاع میں بتوں کے پجاری، تیر برس رہے تھے، تیز دھار تلواریں چل رہی تھیں۔ گھڑ سوار دستے میدان میں دوڑ دوڑ کر گرد اڑا رہے تھے۔ نیزے اور برچھے چل رہے تھے۔ صفوں کی ترتیب ختم ہو چکی تھی اور دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گئی تھیں۔ لاشیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو رہی تھیں۔ دشمن پر رعب طاری تھا اور اب وہ مزید جم کر لڑنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اپنے ساتھ لائی گئی عورتوں کو چھوڑ کر دشمن میدان خالی کر چکا تھا اور پھر ان کی عورتیں بھی ان کے پیچھے پیچھے دوڑ پڑی تھیں۔ ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں۔ اللہ کی مدد اتر چکی اور میدان مجاہدین کے ہاتھ میں ہے دشمن کا چھوڑا ہوا مال جمع کیا جا رہا ہے۔ اس منظر کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا، جبکہ تم کافروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوب قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھلائی اور (نبی ﷺ کے) حکم میں جھگڑنے لگے اور اپنی پسندیدہ چیز (مال غنیمت) نظر آ جانے کے بعد تم نے (اپنے نبی کے حکم کی) نافرمانی کی۔ تم میں سے کچھ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کو چاہنے والے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مقابلہ میں تمھیں پسپا کر دیا تاکہ وہ تمھاری آزمائش کرے، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارا قصور معاف کر دیا اس لیے کہ وہ مومنوں کے لیے بڑے فضل والا ہے۔“ [آل عمران: ۳/ ۱۵۲]

وقتی شکست اور اس کے اسباب:

- اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تم میں سے کچھ لوگ بزدلی کا شکار ہو گئے۔“
- آپس میں اختلاف کرتے ہوئے حکم رسول ﷺ کی تاویلیں کرنے لگے۔
- رسول اللہ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کر ڈالی۔

❀ ایک گروہ طلب دنیا میں مصروف ہو گیا۔

یہ چار ایسے کام ہیں کہ جن کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی۔ ستر صحابہ شہید اور خود رسول اللہ ﷺ شدید زخمی ہو گئے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے میدان پھر بھی اہل ایمان کے ہاتھ رہا اور مشرکین بتوں کے پجاریوں نے نعرہ لگایا:

((اُعلُ ھبل)) ''آج ہمارا معبود ہبل سر بلند ہوا''...... ابوسفیان کے اس نعرہ کا جواب دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا تم کہو: ((اَللّٰہُ اَعلٰی وَ اَجَل)) ''اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند و بالا اور صاحب عظمت و جلال ہے۔'' ابوسفیان نے اپنے دوسرے معبود کی مدد پر فخر یہ نعرہ بلند کرتے ہوئے کہا: ((لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ)) ''ہماری مدد کے لیے تو ہمارا معبود عزّٰی ہے جبکہ تمھارے لیے کوئی عزّٰی نہیں۔'' رسول اللہ ﷺ کے حکم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواباً کہا: ((اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ)) [1]

''ہمارا مددگار تو اللہ ہے جبکہ کافرو! تمھارا کوئی حقیقی مددگار نہیں۔''

⑦ جنگ حنین میں کثرت تعداد پر ناز کا نتیجہ:

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ مکہ ہی میں قیام پذیر تھے۔ آپ یہاں کے اہم تنظیمی امور کے ساتھ ساتھ قرب و جوار میں موجود شرک کے اڈوں، بتوں کے ٹھکانوں اور پوجا پاٹ کے مقامات سے شرک کی پلیدی صاف کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے جہادی دستے روانہ فرما رہے تھے۔

جب قبائل ثقیف و ہوازن تک یہ خبر پہنچی تو وہ سخت مشتعل ہو گئے اور انھوں نے بگڑ کر رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ کا فیصلہ کر لیا۔ یہ لوگ ضدی، متکبر اور اڑیل قسم کے سخت جنگجو تھے۔ ان لوگوں نے چار ہزار کا لشکر تیار کیا۔ بیوی بچوں، مال مویشی اور سونا چاندی ہمراہ

❶ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ أحد: ٤٠٤٣۔

لیے میدان حنین کی طرف فیصلہ کن معرکہ لڑنے کے لیے نکل پڑے۔

غزوہ حنین کی تیاریاں اور جنگی اخراجات کے لیے قرض:

رسول اللہ ﷺ نے ضروری انتظامی معاملات طے کر لیے اور مکہ کے قرب وجوار کے علاقوں سے نصب شدہ بتوں اور شرک کے اڈوں کو تباہ و برباد اور مسمار کر دیا تو حنین کا ارادہ فرمایا۔ دس ہزار کا مدنی لشکر تو پہلے ہی سے آپ ﷺ کے ساتھ تھا، مکہ سے مزید دو ہزار جنگجو بھی ساتھ نکلنے کے لیے تیار ہوگئے۔ اب مجموعی طور پر لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہوچکی تھی۔ مدینہ سے روانگی کے وقت صرف اہل مکہ سے ٹکرانا مقصود تھا مگر اب ایک اور بڑی جنگ کا سامنا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ضروریات جنگ کا جائزہ لیا، سامان حرب اور لشکر کے سفری اخراجات پر نظر ڈالی تو آپ ﷺ نے اسلحہ اور نقد رقم کی ضرورت محسوس فرمائی اس لیے کہ مدینہ سے نکلے ہوئے تقریباً چھبیس دن ہو چکے تھے اور ان ایام میں دس ہزار کے لشکر جرار پر ہونے والے اخراجات مزید دو ہزار کی نفری کے شامل ہونے کی وجہ سے بڑھ چکے تھے۔ مکہ کے فتح ہونے سے مال غنیمت بھی حاصل نہیں ہوا تھا اور نئی جنگ کتنا طول پکڑ سکتی ہے؟ اس کا بھی کچھ اندازہ نہ تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے جنگی اخراجات کے لیے اہل مکہ سے تعاون کی اپیل کی تو قریش مکہ کے سردار صفوان بن امیہ فوراً بولے:

اے محمد! کیا آپ یہ جنگی سامان ہم سے جبراً اور غاصبانہ طور پر لینا چاہتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں نہیں بلکہ ہم عاریتاً لینا چاہتے ہیں جس کی واپسی ہمارے ذمہ ہوگی۔''

واضح رہے کہ صفوان تا حال مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ فتح حنین کے تقریباً دو ماہ بعد انھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی یقین دہانی پر صفوان نے چار سو زرہیں پیش کیں۔ [1]

واضح رہے کہ صفوان بن امیہ حالت کفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک جہاد

---

[1] ابن خلدون: ۲/۴٤۷۔ أسد الغابة: ۲/٤٥۲ ت ۲٥۱۰۔

ہوئے اور حالت کفر میں انھیں مال غنیمت میں سے رسول ﷺ نے تین سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس سے پتا چلا کہ جہاد میں کافر سے مدد لی جاسکتی ہے اور اسے مال غنیمت سے حصہ اور تالیف قلب کے لیے وافر مال بھی دیا جا سکتا ہے۔

❀ نوفل بن حارث نے تین ہزار نیزے پیش کیے۔ (معارف القرآن)

❀ عبداللہ بن ربیعہ نے تیس ہزار درہم بطور قرض رسول اللہ ﷺ کو دیے۔ [1]

۴ شوال ۸ھ کو اسلامی لشکر ہر طرح کے ضروری حربی ساز وسامان، سفری اخراجات اور سواریوں کے بھر پور انتظام کے ساتھ سرکش قبائل کی سرکوبی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زیر کمان مکہ سے حنین کو نکل پڑا۔

دشمن کی تیاری اور جنگی چال:

دوسری طرف قبائل ہوازن اور ثقیف کے دولت مند اور بہادر جنگجوؤں میں ہلچل مچی ہوئی تھی، وہ سخت مشتعل اور غضبناک تھے۔ اسلام کا غلبہ اور مشرکین مکہ کی شکست ان کے لیے نا قابل برداشت تھی ...... بیت اللہ سے تین سو ساٹھ بتوں کا نکالا جانا، مسمار ہونا انھیں ناگوار تھا چنانچہ وہ اپنے معبودوں اور مشرکانہ عقائد ونظریات کے دفاع کے لیے کٹ مرنے کے لیے بے قرار تھے۔ یہ متکبر، ضدی، اڑیل اور جنگجو لوگ تھے اور اس نئی صورت حال سے سخت پریشان تھے۔ غم و غصے سے بے قابو ہو کر دانت پیسنے اور اپنے ہاتھ چبانے لگے تھے اور اسی مایوسی کی کیفیت میں انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا۔ اپنی عورتوں، بچوں اور مال مویشی ساتھ لے کر میدان حنین کی طرف نکل پڑے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان عظیم کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے رسول اللہ ﷺ اور مجاہد صحابہ کرام پر فرمایا تھا:

﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ﴾ [التوبة : ٢٥]

---

[1] مسند احمد : ٣٦/٤، ح : ١٦٥٢٤ ـ ابن ماجه : ٢٤٢٤ ـ سنن النسائی : ٤٦٨٧ ـ

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر تمھاری مدد کی اور حنین کے دن بھی اللہ تعالیٰ نے بطور خاص تمھاری مدد ایسے حال میں کی کہ تم دشمن سے مقابلہ کی بجائے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ بھگدڑ میں تمھاری کیفیت ایسی تھی کہ زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تم پر تنگ ہونے لگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا اور تمھاری مدد کے لیے ایسے لشکر اتارے جنھیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ تم پر اطمینان اور تسکین قلب کی کیفیت پیدا فرما کر تمھیں دوبارہ میدان حنین میں لا کھڑا کیا۔

حنین سے پہلے کبھی بھی مسلمان اتنی بڑی تعداد میں جنگ کے لیے جمع نہیں ہوئے تھے۔ اس موقع پر اسلامی لشکر کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ تھی۔ چنانچہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بات آ گئی کہ آج تو ہم بہت زیادہ ہیں، اسلحہ بھی وافر موجود ہے، لہٰذا دشمن ہمارے مقابلہ میں ٹک نہ سکے گا۔ یہ خیالات بعض لوگوں کی زبان پر بھی آ گئے، کثرت تعداد پر غرور اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آیا اور اس نے اپنی مدد روک لی۔

اسلامی لشکر بے خبری کے عالم میں آگے بڑھتا گیا، حتیٰ کہ دشمن کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ دشمن نے اچانک تیروں کی بوچھاڑ کر دی جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ پیٹھ پھیر کر میدان سے بھاگنے لگے۔ اسی کیفیت اور منظر کو ان آیات میں بیان کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> ''کثرت تعداد نے تمھیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین اپنی پوری وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم جان بچانے کے لیے میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔''

رسول اللہ ﷺ نہ صرف یہ کہ میدان جنگ میں جمے ہوئے تھے بلکہ خچر کو ایڑ لگا کر دشمن کی طرف آگے بڑھ رہے تھے۔ اس خوفناک موقع پر سیدنا عباس اور سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہما آپ کے خچر کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپ ﷺ خچر سے اتر کر دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے

صحابہ کرام کو میدان کی طرف واپس پلٹنے کا حکم دے رہے تھے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے:

”اللہ کے بندو! تم کہاں جا رہے ہو؟ میری طرف آؤ، میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔ میں اللہ کا جھوٹا نہیں سچا نبی ہوں۔“[1]

اس موقع پر جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان میں جمے رہے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: ”سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عباس، سیدنا علی، سیدنا فضل بن عباس، سیدنا ابو سفیان، سیدنا ایمن بن ام ایمن، سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم۔“

احد اور حنین کی جنگوں میں وقتی پسپائی کے اسباب:

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے رسول اللہ ﷺ کی کامیاب عسکری حکمت عملی کے نتیجہ میں مسلمان ہمیشہ فاتح اور دشمن ہمیشہ شکست فاش سے دو چار ہوتا رہا، تاہم رسول اللہ ﷺ کی زیر قیادت لڑی جانے والی دو جنگوں میں بعض غلطیوں کی وجہ سے مسلمانوں کو خفت کا سامنا کرنا پڑا اور شدید نقصان سے دو چار ہونا پڑا۔

دوسری جنگ حنین ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اندازہ کیجیے خود رسول اللہ ﷺ کمان کر رہے ہیں۔ عشرہ مبشرہ، بدری صحابہ اور فاتحین مکہ شریک جہاد ہیں مگر چند لوگوں کی غلطی کی وجہ سے اتنا بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ ان واقعات سے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو یہ بات ذہن نشین کرا دی ہے کہ اگر میدان جہاد میں کامیابی چاہتے ہو تو:

- ❀ امیر کی اطاعت لازم پکڑو اور اس کے حکم میں تاویلیں نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔
- ❀ غلطی کرنے والے تھوڑے بھی ہوں تو تکلیف اور مصیبت سب کو اٹھانا پڑے گی۔
- ❀ میدان جہاد میں اپنے آپ کو حرص مال سے پاک رکھو اور مال و جان قربان کرنے والے اعمال پر ثابت قدم رہو۔

---

[1] بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ وَ يَوْمَ حُنَيْنٍ ﴾......الخ : ۴۳۱۵۔

❀ قلت و کثرت تعداد پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھو۔

❀ تکلیف پہنچنے پر صبر کا دامن تھامے رکھو اور جرأت کا مظاہرہ کرو۔

﴿ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ﴾

''کفار و مشرکین کے تعاقب میں سست نہ پڑو۔''

قرآن مجید کے چند مقامات مزید ملاحظہ کیجیے:

﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ﴾ [التوبة : ٢٥]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے معرکوں میں تمھاری مدد کی تمھیں دشمن پر غلبہ دیا، فتح سے سرفراز فرمایا اور حنین کے دن بھی۔''

❀ ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ﴾ [التوبة : ٢٥]

''جنگ بدر میں تم بے سروسامانی کے عالم میں سخت کمزور تھے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے تمھاری مدد کی۔''

❀ ﴿ وَاذْكُرُوا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْاَرْضِ ﴾

''اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے، زمین میں کمزور بنا کر رکھے گئے تھے، ہر وقت ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک نہ لیں، اللہ تعالیٰ نے تمھیں ٹھکانا عطا فرمایا اور اپنی مدد کے ذریعے تمھاری تائید و نصرت فرمائی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی تاکہ تم اللہ کا شکر ادا کرو۔'' [الأنفال : ٢٦]

چونکہ مسلمان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا محتاج رہتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مدد و نصرت کے حصول کا ذریعہ بھی قرآن میں بیان فرما دیا ہے:

❀ ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ ﴾

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے گا۔''

[محمد: ٤٧/٧]

❀ ﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ ﴾ [الحج: ٢٢/٤٠]

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔''

❀ ﴿ إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ﴾ [آل عمران: ۳/ ۱۶۰]

''اگر اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔''

﴿ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴾ [التوبة:۹/ ۲۶]

''پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور جو کافر تھے انھیں عذاب دیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔''

❀ پھر جنگ حنین میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی اور دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

﴿ وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو خوب سزا دی۔''

یہ عذاب کیا تھا؟ ذلت آمیز شکست، چھ ہزار قیدی مرد و عورتیں، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور تقریباً چھ سو کلو چاندی وغیرہ۔ اس شکست کے بعد دعوت کے بھی دروازے کھلے اور بڑے بڑے قبائل نے اسلام قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی سے توبہ کی۔

﴿ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾

حنین کی فتح کے بعد طائف کا محاصرہ بھی ختم ہوا تو انہی قبائل کے کچھ سردار رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے انھوں نے اسلام قبول کر لیا، اپنے قیدیوں کی آزادی کی درخواست کی جنھیں آزاد کر دیا گیا اور پھر تقریباً یہ تمام قبائل مسلمان ہو گئے بعد ازاں انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں سے بڑی بڑی جنگوں میں حصہ لیا۔

یہ دلیل ہے کہ جہاد کے ذریعے دعوت کے راستے کی رکاوٹیں ختم اور دعوت کے دروازے کھلتے ہیں۔

قیامت تک اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے ان آیات میں نصیحت ہے، ہدایت ہے اور بہت بڑی راہنمائی ہے۔

❀......❀......❀

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُواْ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦٓ إِن شَآءَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة :۲۸]

''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں، پس وہ اپنے اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تم کسی قسم کے فقر سے ڈرتے ہو تو وہ جلد ہی اپنے فضل سے تمھیں غنی کر دے گا، اگر اس نے چاہا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

بیت اللہ میں مشرک داخل نہیں ہو سکتا :

اس آیت میں اہل ایمان کو یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ مشرک پلید اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اس لیے ان کا مسجد الحرام میں داخلہ ممنوع ہے اور آئندہ سال یہ لوگ حدود حرم کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔ شرکیہ عقائد کی وجہ سے یہ لوگ قابل نفرت ہیں، اسی لیے نجس لوگوں سے اللہ تعالیٰ جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے اور جب تک دشمن کے خلاف نفرت نہ ہو اس وقت تک اس سے جنگ نہیں لڑی جا سکتی اور سخت دشمنی کے لیے شدید نفرت ضروری ہے مگر افسوس کہ آج کے مسلمان مشرکین سے مشابہت پسند کرتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

مشرکین سے عداوت، دشمنی اور نفرت دلائل کی بنیاد پر ہے۔ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک کرتے اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں جن کے پاس مافوق الاسباب کسی قسم کے نفع و نقصان کا قطعاً کوئی اختیار نہیں۔ چونکہ مشرک نجس ہیں اس لیے ان کی ثقافت سے بھی مسلمانوں کو نفرت کرنی چاہیے۔

مشرکین مخلوط مجالس اور عریانی و فحاشی کو پسند کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ عورتوں کو پردے کا حکم دیتا ہے۔

اسی طرح کافروں کے گھروں کی تزئین و آرائش اور تصویری کلچر سے مسلمانوں کے لیے اجتناب ضروری ہے۔کافروں کے تہوار ہوں، ان کے مخصوص لباس ہوں یا انداز سیاست مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان تمام چیزوں کی مخالفت کریں۔

کافر اور مشرک پلید ہیں، ان کے عقائد میں شرک اور آخرت کے متعلق عقیدے میں خرابی ہے اس لیے اہل ایمان کو ان کے نجس، سودی اور تجارتی انداز کو ٹھکرا کر اسلام کا پاکیزہ نظام معیشت اپنانا چاہیے۔

جہادی محاذوں پر کامیابی کے لیے دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہندوؤں، صلیبیوں اور کافروں کے تمام طور طریقے، رسم و رواج خواہ وہ شادی بیاہ میں ہوں یا مرنے جینے کے، ان سے اجتناب کیا جائے، ان پڑھ مسلمانوں میں ہندو رسومات بہت زیادہ ہیں جب کہ پڑھے لکھے طبقے میں صلیبی، امریکی کلچر داخل ہو چکا ہے۔ضروری ہے کہ مشرکین کے پلید اور نجس انداز زندگی سے اجتناب اور اسلامی طرز زندگی کو اپنایا اور فروغ دیا جائے۔ مسلمان مرد سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق داڑھی رکھیں۔عورتیں حجاب اور پردے کا باحیا انداز اختیا کریں۔ فائدہ یہ ہوگا کہ اسلامی غیرت وحمیت پیدا ہو گی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان پختہ ہوگا اور مسلمان کافروں سے جہاد کے لیے تیار اور مقابلے کے قابل ہو جائیں گے۔

پلید اور نجس مشرکین نے جہاد کو دہشت گردی اور شدت پسندی کا نام دے رکھا ہے اور مسلمانوں کا بزدل اور مرعوب طبقہ معذرت خواہانہ انداز میں یہ کہتا سنائی دیتا ہے کہ ہم تو لبرل لوگ ہیں، اسلامی شدت پسندوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اور اس دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے ہم امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ ہیں افسوس کہ ہم کافروں کو خوش

کرنے کی کوشش میں اپنے رب کو ناراض کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ))

''جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔''[1]

علمائے کرام اور دعوت الی اللہ کے پاکیزہ عمل سے وابستہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ کفر و اسلام کے فرق کو نمایاں کرنے کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کے اندر سے شرک کی نجاست دور کریں۔ نجس اور پلید مشرکین و کفار کے ناپاک پروگرام اور عزائم کو تہس نہس کرنے کے لیے خالص اسلام مسلمانوں کے دلوں میں بھر دیں۔ اسلامی غیرت وحمیت کا درس دے کر ملت اسلامیہ کو جہاد کے راستے پر لا کھڑا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہو، مسلمانوں کو عزتیں ملیں، کفر مغلوب ہو اور مشرک ذلیل و خوار ہو کر جزیہ دینے پر مجبور ہوں۔

﴿بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا﴾

''اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے قریب نہ آنے پائے۔''

یہ ۹ھ کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان کا معاون بنا کر حکم دیا کہ وہ منیٰ میں حج اکبر کے دن اعلان کریں کہ مشرکین سے کیے گئے تمام معاہدے منسوخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے اعلان براءت اور اظہار بیزاری کرتے ہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے دور نبوت کی زندگی پر نظر ڈالیں تو پتا چلتا ہے:

- ایک وہ وقت تھا کہ مکہ میں دین حق کی بات کرنا رسول اللہ ﷺ کے لیے مشکل تھا۔
- اہل ایمان پر ظلم وتشدد کی انتہا تھی، آل یاسر پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ بلال رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کو اذیت ناک سزائیں دی جا رہی تھیں۔
- اہل ایمان شعب ابی طالب میں محصور تھے اور کبھی طائف کے لیے سفر کی صعوبتیں

---

[1] مسند احمد: ۲/۵۰، ح: ۵۱۱۴۔ أبو داوٗد، کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة: ۴۰۳۱۔

برداشت کرتے ہوئے ہجرت پر مجبور تھے۔

- کبھی رسول اللہ ﷺ پر آوازے کسے جا رہے تھے اور کبھی حالت سجدہ میں آپ پر بدبودار اوجھڑی پھینک دی جاتی تھی۔
- حتیٰ کہ آپ کے لیے قید، ملک بدری اور قتل کے منصوبے بنائے گئے۔
- بالآخر آپ ﷺ اپنا آبائی شہر مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تو مشرکین تعاقب میں نکل آئے۔

پھر معرکہ بدر، احد، خندق برپا ہوئے اور جہاد کی برکت سے کفر کی قوت پاش پاش ہوگئی۔ جہادی برکات سے خیبر فتح ہوا، تبوک میں بھی اللہ تعالیٰ نے کامیابیاں عطا کیں۔ بڑے بڑے سرکش قبائل گر گئے، مسلمانوں کو قوت، عزت اور وقار حاصل ہوا۔

اس لیے اب دوٹوک اعلان ہو رہا ہے کہ آئندہ سال کوئی مشرک حدود حرم کے قریب بھی نہ آنے پائے اور اگر کسی نے یہ جرأت کی تو اس کا سرتن سے جدا کر دیا جائے گا۔

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاءَ ﴾

[التوبة : ٢٨]

''(مسلمانو!) اگر تمھیں تنگدستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ بہت جلد تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔''

تنگدستی کا خوف:

جب یہ اعلان ہوا کہ مشرک پلید مکہ سے نکل جائیں تو بعض کمزور ایمان لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ان مشرکین کو مکے سے نہ نکالا جائے اس لیے کہ یہ ماہر تاجر ہیں۔ حج کے ایام میں ضرورت کے مطابق ہر علاقے سے سامان تجارت لے کر آتے ہیں۔ ان کے نکل جانے کے بعد یہ سہولتیں ختم ہو جائیں گی، بر وقت مال نہ آنے سے مہنگائی بڑھ جائے گی۔ ان خدشات کا اظہار کمزور ایمان، دنیا کے مفادات اور اقتصادی فکر رکھنے والے لوگوں نے کیا تو

اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کے علاج کے طور پر فرمایا: ڈرتے کیوں ہو؟ عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمھیں غنی کر دے گا۔ گندے، بدکار اور مشرک تاجروں پر سے اپنا اعتماد ختم کرو اور کامل توکل اور بھروسا اللہ تعالیٰ پر رکھو! عقیدے کی اس خرابی کو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دلوں سے کھرچ کھرچ کر دور کر رہا ہے۔ آج اقتصادیات کو ترقی کا ضامن سمجھنے والوں کو اللہ کا یہ حکم غور سے سمجھنا چاہیے:

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾ [الرعد: ٢٦]

''اللہ تعالیٰ روزی فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے وہ چاہتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے۔ کافر اس دنیا کی زندگی سے بہت خوش ہیں جبکہ دنیا کی زندگی (کا فائدہ) آخرت (کے مقابلہ) میں بہت تھوڑا اور ناپائیدار ہے۔''

مسلمانو! تنگدستی سے خوف زدہ کیوں ہو؟ تم جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمھیں مالا مال کر دے گا:

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا﴾ [الفتح: ٢٠]

''(اے ایمان والو! تم جہاد کے لیے نکلو!) اللہ تعالیٰ نے تو تم سے بہت زیادہ غنیمتو ں کا وعدہ کر رکھا ہے، جنھیں تم حاصل کرو گے۔''

مزید فرمایا:

﴿فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ﴾ [النساء: ٩٤]

''(مجاہدو! خوب یاد رکھو! تمھارے لیے) اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں۔''

- ایک وقت تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں دو دو ماہ تک چولہا گرم نہیں ہوتا تھا۔
- خندق کی کھدائی کے وقت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔
- وہ بھی وقت تھا کہ سفر جہاد میں پتے کھا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زندگیاں بچانے کی

کوشش کی۔

- اور ایک وقت وہ بھی تھا کہ صحابہ کرام نے ننگے پاؤں اور ننگے جسم جہادی سفر کیے، جس میں نوکیلے پتھروں کے باعث پاؤں زخمی ہو گئے۔
- ایک جہادی سفر ایسا بھی تھا کہ ننگے پاؤں سفر کرتے ہوئے صحابہ کرام کے پاؤں کے ناخن جھڑ گئے مگر انھوں نے نوکیلے پتھروں سے زخمی پاؤں پر پٹیاں باندھ کر بھی دشمن کی طرف پیش قدمی کی اور فاتحانہ لوٹے۔
- سفر تبوک ہی دیکھ لیں کہ جس کی بھوک پیاس کے تذکرے سورۃ التوبۃ میں موجود ہیں اور جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ''جیش العسرہ'' کے نام سے یاد فرمایا کرتے۔

جہادی برکات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تونگری:

- جہادی کارروائیوں کے نتیجہ میں صحابہ کرام کے مالی حالات بدلنے لگے۔
- رمضان ۲ھ بدر میں مجاہدین ننگے پاؤں اور ننگے جسم دشمن سے مقابلے میں جمے رہے تو اللہ تعالیٰ نے جب فاتحانہ مدینہ واپس لوٹایا تو وہ مال غنیمت سے دو دو اونٹوں کے مالک بن چکے تھے۔
- ربیع الاول ۴ھ میں دشمنان دین بنونضیر کے گھر، زمین، باغات اور ہتھیاروں کا اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو وارث بنا دیا۔
- ذیقعد ۵ھ میں اللہ تعالیٰ نے بنوقریظہ یہود کے قلعوں، زمینوں، گھروں مارکیٹوں اور مال و دولت کا وارث مجاہدین کو بنا دیا۔
- محرم ۷ھ میں خیبر فتح ہوا اور یہود کے تمام قلعے اور ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بنا دیا۔
- شوال ۸ھ کو حنین میں مجاہدین کو فتح عطا فرمائی اور ساتھ ہی مال غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریوں اور تقریباً چھ سو کلو چاندی کا وارث بنا دیا۔

﴿ وَإِنۡ خِفۡتُمۡ عَيۡلَةً فَسَوۡفَ يُغۡنِيكُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦٓ إِن شَآءَ ﴾

آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ پھر اہل ایمان کو یاد دہانی کراتے ہوئے فرما رہا ہے کہ مشرکین کے مکہ سے نکل جانے سے اگر تمھیں غربت وتنگدستی کا خوف ہو تو گھبراؤ نہیں جس ذات نے پہلے تمھاری مدد کی ہے وہ آئندہ بھی مدد کر کے اپنے فضل سے تمھیں غنی کر دے گا۔

اور یہ وعدہ بھی اللہ تعالیٰ نے بہت جلد پورا فرما دیا۔ روم و ایران کی فتح سے مسجد نبوی مال و زر سے بھر گئی اور اسی وعدہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ایک دن سیدنا عدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

((وَ لَئِنۡ طَالَتۡ بِكَ حَيَاةٌ لَتُفۡتَحَنَّ كُنُوزُ كِسۡرٰى)) ①

''(عدی!) اگر تم نے لمبی عمر پائی تو کسریٰ کے خزانے ضرور فتح کیے جائیں گے۔''

فتح ایران کے بعد سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

((كُنۡتُ فِيمَنِ افۡتَتَحَ كُنُوزَ كِسۡرٰى بۡنِ هُرۡمُزَ)) ②

''میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کیے۔''

مسلمان اگر آج اپنی اقتصادی اور معاشی خوشحالی چاہتے ہیں تو انھیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم جہاد پر عمل کرنا ہوگا۔ جہادی محاذوں کی طرف پیش قدمی کرنا ہوگی، کافروں سے معرکے لڑنے ہوں گے، اللہ تعالیٰ آج کے مسلمانوں کو بھی اپنے فضل سے غنی اور دشمنوں پر فتح عطا کرنے پر قادر ہے۔

جہاد میں سب سے بڑی رکاوٹ مال دار طبقہ ہے:

موجودہ حالات میں اللہ تعالیٰ کے دین کے قیام اور جہاد کے عمل کو وسیع کرنے اور تیز کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ سیاستدان، حکمران اور صنعتکار ہیں اور مجموعی طور پر آج

①، ② بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام: ۳۵۹۵۔

کے مسلمان بھی روٹی کی بہت فکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہم نے خود جہاد کیا تو دہشت گرد شمار ہوں گے اور اگر مجاہدین کا ساتھ دیا تو دہشت گردوں کے مددگار ثابت ہوجائیں گے۔ ہمارا بائیکاٹ ہوگا۔ تجارتی ناکا بندی ہوگی۔ امریکہ پابندیاں لگا دے گا۔ ساری دنیا سے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ علاج کے لیے ادویات کہاں سے آئیں گی؟ زندہ کیسے رہیں گے؟ کارخانے، فیکٹریاں اور ملیں بند ہو جائیں گی، شدید خطرہ ہے، ہم مر جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم نے مجاہدین کی حمایت کی تو دنیا میں تنہا رہ جائیں گے۔ افغانیوں کے ساتھ امریکیوں نے جو کچھ کیا ہے وہی ہمارے ساتھ ہوگا، ملک کو سخت اقتصادی نقصان ہوگا۔ آج کے مسلمانوں کی اس غلط سوچ کا جواب قرآن میں موجود ہے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہہ فرمائی ہے جو صرف مشرک تاجروں کے لیے مکہ میں قیام کی اجازت چاہتے تھے۔ قرآنی الفاظ پر غور کریں:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاءَ ﴾ [التوبة : ٢٨]

”(مشرک تاجروں کے مکہ سے نکل جانے سے) اگر تمھیں تنگدستی کا خوف ہو تو (فکر نہ کرو) عنقریب اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمھیں غنی کر دے گا۔“

مفسرین نے اس آیت میں ”من فضلہ“ کی وضاحت میں لکھا ہے کہ مسلمان جب بھی جہاد کریں گے تو ہر قسم کی تنگدستی ومحتاجی دور ہوجائے گی۔ کافروں کے مال و دولت غنیمت کے طور پر مجاہدین کے قدموں میں ہوں گے اور بقیہ کافر ومشرک جزیہ اور ٹیکس دیں گے۔

اس آیت کے نازل ہونے میں کوئی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ہر طرف سے لوگ حج وعمرہ کے لیے بیت اللہ پہنچنے لگے۔ راستے پرامن ہونے کی وجہ سے بے پناہ تجارتی سامان آنے لگا۔ یمن اور دیگر زرخیز علاقوں سے ہر قسم کے پھل، گندم اور دیگر اجناس پہنچنے لگیں اور

❶ بخاری، كتاب الحج، باب لا يطوف بالبيت......الخ : ١٦٢٢ـ مسلم، كتاب الحج، باب لا يحج ...... الخ : ١٣٤٧ ـ [illegible]

یوں اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ جلد پورا کر دیا۔

❀......❀......❀
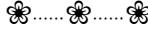
﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴾ [التوبة : ۲۹]

''لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔''

اہل کتاب سے قتال جاری رکھنے کا حکم :

قبل ازیں مشرکین کی اصلیت اور پلیدی بیان کر کے حدود حرم کی مقدس سرزمین کے قریب نہ آنے کا حکم دیا گیا تھا، اس آیت میں اہل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں سے جہاد و قتال کا حکم دیا جا رہا ہے اور دلائل سے سمجھایا جا رہا ہے کہ ان میں چار خرابیاں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ان سے لڑنا فرض ہے، اس لیے اب ان سے کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں بلکہ اہل اسلام کی ان سے کھلی جنگ ہے، خرابیاں یہ ہیں :

اولاً: اللہ رب العالمین پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ بھی نجس مشرک ہیں اس لیے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام اور صلیبیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا ہے۔

ثانیاً: آخرت کے دن پر ان کا ایمان نہیں ہے۔

ثالثاً: جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اس کو حرام نہیں مانتے بلکہ ان کے علماء وصوفیا جس بات کو حلال کہیں وہ اس کو حلال اور جس چیز کو وہ حرام کہہ دیں اس کو حرام مان کر گویا انھوں نے ان کو رب بنایا ہوا ہے۔

رابعاً: دین حق کو بھی قبول نہیں کرتے بلکہ خود ساختہ دین پر عمل پیرا ہیں۔

یہ چار جرم ایسے ہیں کہ ان کے مرتکبین سے لڑنا فرض ہے۔ مسلمانو! ان سے لڑو، قتال کرو، ان کو اتنا مارو، اتنا زچ کرو کہ یہ از خود اپنے ہاتھ سے جزیہ اور ٹیکس دینے کی پیش کش کرنے لگیں، ہاتھ کھڑے کر دیں شکست مان کر نِکّو، چھوٹے اور ذلیل بن کر رہیں اور ان میں تمھارے سامنے آنکھ اٹھانے کی جرأت بھی باقی نہ رہے۔

اب بھی جہاد سے کافروں کا غرور خاک میں ملایا جا سکتا ہے:

مسلمانوں نے جہاد ترک کیا تو کافر اور مشرک پلید آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ اپنے ورلڈ آرڈر نافذ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان سے جہاد کرو تو یہ ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔ ہمارے حکمران کہتے ہیں کہ صلیبیوں سے مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ بزدل اور ڈرپوک سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے؟ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کے ساتھ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی سچا ہے اور وہ تو اپنے بندوں پر ان کی استطاعت سے زیادہ بوجھ ڈالتا ہی نہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦]

''اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی بساط سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔''

اللہ فرماتا ہے میرے بندے تو اپنے حصے کا کام کر، باقی کام میں خود کروں گا۔

مسلمانو! دل و جان سے اللہ کا حکم مان کر جہاد کو تیز کر دو پھر دیکھو تمام پلید کافر شکست کھا کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں گے، اب یہ وقت قریب آ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کر کے اہل اسلام کو عزت و وقار اور دین حق کو غلبہ عطا کرنے والا ہے۔ ان شاء اللہ

کامیابی کے لیے شرط:

مشرکوں، صلیبیوں، یہودیوں اور دنیا بھر کے کافروں پر فتح، علاقوں پر قبضہ، ملکوں پر

تسلط اور دین اسلام کے غلبہ کے لیے بس ایک شرط اللہ تعالیٰ نے عائد کی ہے، وہ ہے :
﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ ﴾ ”کافروں سے قتال کرو۔“

مسلمانو! تم صرف تجارت کے ذریعے مال کا تبادلہ چاہتے ہو مگر اللہ تعالیٰ یہ مال غنیمت کی شکل میں تمھارے قدموں میں ڈھیر کرنا پسند کرتا ہے، تم اپنے مہربان رب کی پسند کا کچھ تو خیال کرو پھر دیکھو اس کی طرف سے مدد کیسے اترتی ہے!

مگر افسوس! ہمارے حکمران اپنے دشمنوں اور اللہ تعالیٰ کے باغیوں سے مذاکرات کے ذریعے مسائل کا حل ڈھونڈنے میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ کاش وہ قرآنی پیغام کو سمجھتے اور اس کی دعوت پر لبیک کہتے۔

❀......❀......❀

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴾

[التوبة : ٣٠]

”اور یہودیوں نے کہا عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، ان لوگوں کی بات کی ریس کر رہے ہیں جو ان سے پہلے کافر تھے۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔“

اہل کتاب کا پہلا باطل عقیدہ :

پچھلی آیات میں اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے قتال کا حکم ہے۔ مسلسل قتال، اتنا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے جزیہ دینے کے لیے تیار ہو جائیں اور ان کی معاشی اور سیاسی قوت دنیا سے مٹ جائے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے خلاف اس قدر سخت لڑائی کے لیے کیوں تیار کر رہا ہے؟ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کے اس قدر کیوں مستحق ہیں؟ آئندہ آیات میں ان کی بغاوتوں، سرکشیوں اور دین حق کے خلاف سازشوں کا بیان ہے مگر پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ عقائد کی جو خرابیاں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں یہودیوں اور عیسائیوں نے کیں اور جس کی وجہ سے ان پر اللہ کی لعنت، ناراضگی

اور غیظ و غضب نازل ہوا، وہی غلطیاں اگر مسلمان کریں گے تو وہ بھی اسی سزا کے حقدار ٹھہریں گے، یہ بات خوب سمجھ لیں! یہودیوں نے تو عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا اور عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کا بیٹا بنا لیا، یہ بہت بڑا ظلم اور بہت بڑا شرک ہے۔ انھوں نے اسی عقیدے کو اپنے مذہب کی بنیاد بنا کر اس کی دعوت دینا شروع کر دی۔ یہ اللہ کی بغاوت ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان سے سخت غصہ ہے۔ ان سے پہلے مشرک اور اہل مکہ بھی اس قسم کے شرک اور ناپاک عقائد رکھتے تھے۔ کوئی کہتا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، کسی نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا۔ یہ کتنے ظالم ہیں حالانکہ اہل کتاب کے پاس تو اللہ تعالیٰ نے شریعت بھیجی، کتابیں نازل کیں، انبیائے کرام نے ان کو بہت سمجھایا مگر یہ بد بخت تھے کہ سچی ہدایت، صراط مستقیم اور اللہ کی کتاب چھوڑ بیٹھے اس لیے اللہ تعالیٰ کے غضب اور غصے کے حق دار ٹھہرے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندوں کو ان سے لڑنے کے لیے تیار کر رہا ہے، مدد کے وعدے دے رہا ہے اور ان کی ذلت و رسوائی کی یقین دہانیاں کروا رہا ہے۔

اب اگر مسلمانوں کی حالت پر غور کریں تو ان میں سے بھی اکثر ایسے ہی فاسد و باطل اور بے بنیاد عقائد اپنائے ہوئے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ''نور من نور اللہ''، یعنی اللہ کے جز ہیں، اللہ کے نور کا حصہ ہیں، نور کی پیداوار ہیں۔ اسی عقیدے کی وجہ سے غیظ و غضب یہود و نصاریٰ پر نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ کی یہی ناراضی اور غصہ ان نام نہاد مسلمانوں پر بھی ہوگا بلکہ ان سے بھی زیادہ! اس لیے کہ ان کے پاس تو اللہ تعالیٰ کا قرآن موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کر رہا ہے مگر یہ لوگ اولیاء اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک بنا بیٹھے ہیں۔ ایسے بدعقائد، باطل نظریات اور بے ہودہ خیالات رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان پر غور کریں: ﴿ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے کیسے بہکے پھرتے ہیں۔''
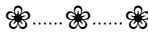
﴿ اتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾

[التوبة: ٣١]

''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی! حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

حلال وحرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے:

اس آیت سے یہ بات واضح ہے کہ کسی چیز کو حلال یا کسی کو حرام قرار دینا یہ صرف اللہ کا اختیار ہے کسی نبی ولی کو اس کا اختیار نہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰٓ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾ [النجم: ٣، ٤]

''(محمد ﷺ) اپنی خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ وہ تو صرف وہی کہتے ہیں جو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔''

بعض لوگ یہاں ایک اشکال پیش کرتے ہیں کہ حلال وحرام قرآن میں بیان ہو گیا ہے، اس کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں گدھے کو حرام نہیں کیا گیا اس لیے اس کو حرام کہنا ٹھیک نہیں ہے۔

ان لوگوں کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے، حدیث میں ہے کہ گدھا حرام ہے اس لیے ہم اس کو حرام مانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے ایسا حکم نہیں دے رہے بلکہ اللہ کے حکم ہی سے آپ ﷺ حلال وحرام بیان فرماتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا إِنِّی أُوتِیتُ الْقُرْآنَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ)) [1]

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے قرآن عطا ہوا ہے اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور بھی۔''

ثابت ہوا قرآن مجید کے ساتھ جو کچھ اس کی مثل دوسری چیز عطا ہوئی ہے وہ حدیث رسول (ﷺ) ہے اس لیے مسلمانوں پر قرآن و حدیث کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾ [النساء: ٥٩]

''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔''

اور یہ بات یقینی ہے کہ رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بات نہیں کرتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نبی ﷺ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ آ جائے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴾ [الحاقه: ٤٤ تا ٤٧]

''اور اگر وہ رسول خود کوئی بات گھڑ کر ہمارے ذمہ لگا دیتا تو ہم اس کا دایاں بازو پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے، تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔''

تقلید کی غلطی:

عقیدے کی جو خرابیاں یہودیوں اور عیسائیوں میں تھیں وہی مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہیں۔ یہ لوگ قرآن و حدیث کے روشن دلائل کو چھوڑ کر اپنے خود ساختہ مذہبی پیشواؤں کو حلال وحرام کا اختیار دے کر ان کی تقلید کو ازخود اپنے آپ پر واجب کیے بیٹھے ہیں اور یہی ہے اپنے علماء اور مذہبی پیشواؤں کو رب بنانا۔ یہی وجہ ہے کہ جتنی گمراہیاں یہود و نصاریٰ میں تھیں اور جتنے فرقے انھوں نے بنائے وہی گمراہیاں اور فرقے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے

[1] مسند احمد: ٤/١٣١ ح: ١٧٣٠٦۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة: ٤٦٠٤۔

ہیں اور اس کا بڑا سبب شخصیت پرستی اور مذہبی پیشواؤں کو حلال وحرام کا اختیار دینا ہے۔

حلال وحرام کا اختیار پارلیمنٹ کو ہرگز نہیں:

انسانوں کا کام اللہ کی عبادت اور اطاعت ہے۔ قانون سازیاں نہیں...... جس طرح یہود ونصاریٰ نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو شریعت اور قانون سازی کے اختیارات دے رکھے تھے بالکل اسی طرح ہمارے ہاں بھی دورِ جدید کے فتنۂ جمہوریت کے ذریعے لوگوں نے قانون ساز اسمبلیوں میں کثرتِ رائے کے غیر فطری اصول کے ذریعے پارلیمنٹ کو حلال وحرام کا اختیار دے دیا ہے۔

پارلیمنٹ کا معروف تصور مغرب سے آیا ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ عیسائیوں نے پہلے مذہب میں شدت اختیار کی، اپنے بادشاہوں کو خدائی اختیارات کا حامل قرار دیا اور Divine rights of kings کے نظریات گھڑے۔

- پھر بادشاہوں کے ظلم سے تنگ آ کر ردعمل کے طور پر عوامی ربوبیت یعنی جمہوریت کا نظریہ تراش لیا۔
- مذہب کو سیاست سے الگ کر کے پارلیمنٹ کو خدائی اختیارات کا حامل بنا دیا۔ جہاں کثرت رائے سے غیر فطری قوانین بنائے جانے لگے۔
- جبکہ اسلام میں پارلیمنٹ کا تصور ایک مجلس مشاورت کا ہے، جس کا کام صرف اللہ کا حکم قائم کرنے کے لیے مشاورت کے ساتھ تدابیر اختیار کرنا ہوتا ہے۔
- حاکم اللہ رب العالمین ہے۔ اس کے اختیارات میں کوئی شریک نہیں، کسی ایک فرد کو بھی حق نہیں اور نہ عوام کو قانون وضع یا ترک کرنے کے اختیارات ہیں۔ اس لیے اسلام میں فردِ واحد کو طاقت کا سرچشمہ قرار دینے کا کوئی تصور نہیں، بلکہ جس طرح عام آدمی اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہے اسی طرح حکمران ان کے نمائندے اور ان کے ادارے بھی اسلامی قوانین کے پابند ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ اس کی ضرورتوں کو خوب جانتا ہے اس نے ہر ایک کے حقوق متعین کر دیے ہیں۔

بعض دینی جماعتوں کا موقف:

بعض لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ جمہوریت کا نظام اسلامی نہیں مگر وہ الیکشن کی جمہوری سیاست میں حصہ بھی لیتے ہیں جب ان سے کہا جائے کہ بھائی آپ اس کو غیر اسلامی بھی کہتے ہیں اور اس کے ذریعے حصول اقتدار کی جنگ میں بھی شریک ہیں؟ تعجب ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ میدان بے دین اور ملحد لوگوں کے لیے کھلا نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچیں گے اور اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے اس فورم کو استعمال کریں گے۔ اگر مقابلہ میں ہم نہیں ہوں گے تو دین سے ناواقف سیاستدان اور بے دین طبقہ اپنی مرضی سے قانون بنا کر ملک میں بے دینی عام کر دے گا۔

ان بھائیوں کا یہ استدلال درست نہیں اس لیے کہ اول تو مطلوبہ اکثریت کے ساتھ اسمبلی میں پہنچنا مشکل ہے۔ اگر بالفرض اسمبلی میں اسلامی نظام کے نفاذ کا بل لے بھی آئیں اور اسے پارلیمنٹ کی منظوری کا محتاج بھی بنا دیں تو یہ انداز بذاتِ خود غیر اسلامی ہے۔ اس لیے کہ پارلیمنٹ کو قانون ساز ادارہ تسلیم کر کے پارلیمنٹ میں آیاتِ الٰہی اور احادیثِ نبوی ﷺ کو اس لیے پیش کرنا کہ اگر پارلیمنٹ اجازت دے دے تو پھر یہ ''نافذ العمل'' ہیں ورنہ یہ مسلمانوں کا قانون اور دستور نہیں یہ بات سراسر غلط ہے۔

مسلمانوں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ جمہوریت کفر کا نظام ہے اور اس میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ جمہوری سیاست کے ذریعے صلیبیوں اور یہودیوں نے مسلمانوں کو اس کھیل میں لگا کر پانچ پانچ اور دس دس سال کے لیے میدان میں اتار دیا ہے اور سیٹی اپنے منہ میں رکھی ہوئی ہے جو چاہتے ہیں کرنے کے لیے کہتے ہیں اور جب چاہتے ہیں سیٹی بجا کر کھیل ختم کر دیتے ہیں۔
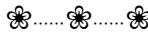
﴿ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴾ [التوبة: ٣٢]

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہوں سے بجھا دیں اور اللہ اس کے سوا نہیں مانتا کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جانیں۔''

یہود و نصاریٰ کی ایک گندی عادت یہ بھی ہے کہ وہ مسلمانوں کے خاتمے اور اسلام کے مٹانے میں سرتوڑ کوششیں کرتے رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں نہ پھیلے، اس سلسلہ میں ان کا تعصب حد سے بڑھا ہوا اور دشمنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ وہ اس نور کو بجھا کر تاریکی اور اندھیرے پھیلانا چاہتے ہیں مگر ان کی تمام ناپاک خواہشات کے باوجود اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ دین حق اور نور ہدایت کو دنیا میں غالب و مکمل کر کے چھوڑے گا۔

❀......❀......❀
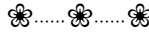
﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبة : ٣٣]

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔''

نبی ﷺ کو غلبہ دین حق کے لیے بھیجا گیا :

بیان ہو رہا ہے کہ محمد ﷺ کو بھیجا ہی اس لیے گیا ہے کہ وہ دین حق کو دنیا پر غالب کر دیں اور صرف اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ دین ہی یہ حق رکھتا ہے کہ وہ دنیا پر غالب ہو۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آسمان، سورج، چاند، ستارے، دریا، ندی نالے اور سمندر یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس لیے اس کے ملک میں اس کا پسندیدہ دین ہی غالب ہونا چاہیے۔

غلبہ دین حق کے لیے جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا، آج ہمیں بھی وہی اپنانا ہوگا۔ پورے دین میں داخل ہو کر اس پر دل و جان سے عمل کرنا ہوگا۔ غلبہ دین کے لیے سب سے بڑا عمل جہاد ہے اور اللہ تعالیٰ نے غلبہ دین حق کے لیے جہاد و قتال کا تاکیدی حکم دیا ہے۔

آج کے مشرک یہود و نصاریٰ بھی غلبہ اسلام کو روکنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں۔ اتحادی فوجیں مسلمانوں پر حملے کر کے نور اسلام کو بجھانا چاہتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ دین حق کے

نور کو دنیا میں غالب کر کے رہے گا۔
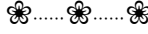
❀......❀......❀

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ [التوبة:٣٤]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔''

یہود و نصاریٰ کی بری عادتوں میں سے ایک عادت بد یہ بھی تھی کہ وہ ناجائز اور باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے، جھوٹے مسئلے بتاتے، غلط فتوے جاری کرتے، مال بٹور کر تجوریاں بھرتے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکتے۔

آج مفاد پرست مسلمانوں کے اندر بھی بعض مذہبی پیشواؤں کا طریقہ واردات یہود و نصاریٰ جیسا ہے، وہ لوگوں سے مال بٹورنے کے لیے کہتے ہیں کہ پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد نماز روزہ کی ضرورت نہیں، صرف پیر صاحب کی مٹھی اور جیب گرم رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ مذہبی پیشوا گزشتہ دور کے یہودی، عیسائی ہوں یا موجودہ دور کے، ان میں سے اکثر کی حالت یہی ہے جو قرآن کریم نے بیان کی ہے، یہ لوگ مال و دولت کے حریص بن کر دین کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتے ہیں، مذہب کے ٹھیکیدار بنتے ہیں اور مذہب ہی کے نام سے سیاست کر کے لوگوں کے اموال ناحق اور ناجائز طریقوں سے ہڑپ کرتے ہیں۔ رشوتیں لیتے اور سود کھاتے ہیں۔ جھوٹ بولتے اور جھوٹے فتوے جاری کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف اتنا رہ گیا ہے کہ مال بڑھاؤ سونا چاندی جمع کرو اور بینک بیلنس میں اضافہ کرو۔
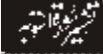
سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا شِبْرًا وَ ذِرَاعًا ذِرَاعًا حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ : فَمَنْ ؟)) [1]

''البتہ تم ضرور ان لوگوں کی پیروی کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں بالشت کے ساتھ بالشت اور ہاتھ کے ساتھ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے۔'' ہم نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اگلے لوگوں سے مراد کیا یہود و نصاریٰ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اور کون؟''

﴿ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔''

خود راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور لوگوں کو بھی صراط مستقیم پر چلنے سے روکتے ہیں۔ ان کی بدبختی اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ لوگوں کی آخرت برباد کرنے کے لیے منصوبہ بندیاں اور منظّم سازشیں کرتے ہیں، ان کے اس ملعون عمل کی نشاندہی قرآن کریم میں ان الفاظ میں موجود ہے:

﴿ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [آل عمران : ٧٢]

''اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے (سازش تیار کی اور) کہا جو کچھ اہل ایمان پر نازل ہوا ہے، دن کے پہلے پہر تو اس پر ایمان لے آؤ اور جب پچھلا پہر ہو تو اس وقت کفر کرو۔'' (اس منصوبے پر عمل کرنے سے) ہوسکتا ہے کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ بھی (دین اسلام ترک کرکے) واپس پلٹ آئیں۔''

لوگوں کو راہ حق سے گمراہ کرنے اور دور رکھنے کے لیے وہ ایک دوسرے کو یہ تاکید بھی کرتے تھے کہ بس اپنے دین پر پکے رہو، دین اسلام پر توجہ نہ دو اور نہ اس کی پیروی کرو، مسلمانوں کی باتیں سننے کا موقع بن جائے تو بس سنی ان سنی کر دو، عمل صرف اپنے ہی

[1] بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن......الخ : ٧٣٢٠۔

مذہب کے مطابق کرتے رہو۔

یہودیوں کی ایک خصلت یہ بھی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تحریف کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو معمولی قیمت پر بیچ دیتے۔ موجودہ مذہبی پیشواؤں کا طریقہ واردات بھی انھی جیسا ہے۔ مال کی محبت، سونے چاندی اور بینک بیلنس بڑھانے کی حرص نے بہت سے مذہبی پیشواؤں، پیروں، گدی نشینوں کو یہود کے نقش قدم پر کھڑا کر دیا ہے اور یہ لوگ حلال وحرام کی پروا کیے بغیر لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے ہڑپ کر کے اپنی کوٹھیاں، بنگلے، زرعی زمینیں اور بینک بیلنس بڑھانے میں مصروف ہیں، فقہی موشگافیوں کے ذریعے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ہونے کے فتوے جاری کر کے لوگوں سے مال بٹورتے اور رشوتیں کھاتے ہیں یہاں تک کہ میت کے ترکہ اور ورثہ میں سے بھی بیوہ اور یتیم بچوں کا حق مارنے سے نہیں شرماتے۔ حرام خوروں کا ایک مذہبی طبقہ ایسا بھی ہے کہ جو باقاعدہ بینک لوٹنا اور سرکاری املاک کو ڈاکہ زنی کے ذریعے حاصل کرنا جائز کہتا ہے یہ طبقہ اس کام کو حلال اور اس مال کو اپنے لیے پاکیزہ وطیب خیال کرتا ہے۔

انہی نام نہاد مذہبی پیشواؤں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو لوگوں کو جہاد میں شرکت سے روکنے کا مذموم عمل اور مکروہ کردار ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ مجاہدین چونکہ انسان ہیں اور ہر انسان سے غلطی ہو جاتی ہے تو اگر انھیں مجاہدین کی کوئی غلطی نظر آ جائے یا ان میں باہمی اختلاف کی خبر سن لیں تو عام لوگوں کی نسبت یہی نام نہاد مذہبی پیشوا خوب پروپیگنڈہ کر کے غلطیاں اچھال کر لوگوں کو جہاد جیسے عظیم الشان عمل سے روکتے اور مال خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہی خوب نقشہ کھینچا ہے:

﴿ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

''(یہی مذہبی پیشوا) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔''

﴿ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾ اور جو لوگ سونا چاندی جمع رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (اے نبی!) آپ انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دیجیے۔

﴿ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴾ [التوبة: ٣٥]

’’جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔‘‘

شرعی اصطلاح میں ’’کنز‘‘ کا اطلاق اس مال پر ہوگا جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں:

’’یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب فرضیت زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا پھر جب زکوٰۃ کے فرض ہونے کا حکم آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے اموال کو زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے پاک صاف کر دیا۔‘‘[1]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’خزانہ جمع کرنے والوں کو ایسے داغ کی خبر دے دو جو ان کی پیٹھوں پر لگائے جائیں گے اور ان کی گدیوں اور پیشانیوں کو داغا جائے گا۔‘‘[2]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾

’’جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔‘‘

’’تو مسلمانوں پر یہ وعید بہت گراں گزری (اور وہ آپس میں اس کا تذکرہ کرنے لگے تو) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمھاری اس مشکل کا حل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

1. بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب ما أدی زکاته فلیس بکنز: ١٤٠٤، ٤٦٦١۔
2. مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب إثم مانع الزکاة: ٩٨٧۔

معلوم کرتا ہوں) چنانچہ وہ سب لوگ چل پڑے (اور نبی ﷺ کے پاس پہنچ کر عرض کی: اے اللہ کے نبی! (ﷺ) یہ آیت آپ کے صحابہ پر بہت بھاری اور گراں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو محض اس لیے فرض کیا ہے کہ وہ اس کی ادائیگی کے بعد بقیہ مال پاک صاف کر دے۔" ①

اگر ایک شخص کے پاس مال ہے اور وہ اس کی باقاعدہ زکوٰۃ ادا کر رہا ہے تو اس کا مال کنز کے زمرے میں نہیں آئے گا کیوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے وہ اسے پاک کر رہا ہے۔

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی نعمت عطا فرمائی اور وہ اسے اپنے پاس جمع رکھتا ہے، گن گن کر خوش ہوتا ہے، زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، یہ شخص اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کا مستحق ہے اور یہ جہنم میں تکلیف دہ عذاب میں گرفتار ہوگا۔

مال گنجا سانپ بن کر ڈستا رہے گا:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور اس نے (بخل سے کام لیتے ہوئے) زکوٰۃ ادا نہ کی تو (قیامت کے دن) اس کا وہ مال گنجے سانپ کی شکل میں اس پر مسلط کر دیا جائے گا۔ وہ گنجا سانپ مالدار شخص کو مسلسل ڈستا رہے گا اور اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا: ((اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ)) میں تو تیرا وہی مال ہوں جسے دنیا میں تو جمع کیا کرتا تھا، میں تو تیرا وہی خزانہ ہوں جسے تو سنبھال سنبھال کر اپنے پاس رکھا کرتا تھا۔" اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [آل عمران: ۱۸۰] ②

---

❶ أبوداؤد، كتاب الزكوٰة، باب فی حقوق المال: ۱٦٦٤۔

❷ بخاری، كتاب الزكوٰة، باب إثم مانع الزكوٰة: ۱٤۰۳۔

اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے پیار:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے کون ایسا شخص ہے جو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب رکھتا ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اپنے وارث کے مال کے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسان کا اپنا مال تو وہ ہے جو اس نے آخرت کے لیے آگے بھیجا اور وہ مال اس کے وارث کا ہے جو اس نے مرنے کے بعد پیچھے چھوڑا۔''[1]

انسان مال جمع کر کے سمجھتا ہے کہ یہ اس کا اپنا مال ہے، وہ خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتا ہے، گن گن کے رکھتا ہے اور بڑا خوش ہوتا ہے مگر یہی مال وبال جان بن جائے گا اور اس کے جمع شدہ مال سے فائدہ اس کے وارث اٹھائیں گے۔

مال کی تین قسمیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا مال صرف تین قسم کا ہے: (1) وہ مال جو اس نے کھا کر ختم کر دیا۔ (2) یا وہ لباس جو پہن کر اس نے بوسیدہ کر دیا۔ (3) جو اس نے (رب کی راہ) میں خرچ کیا اور (آخرت کے لیے) ذخیرہ کر لیا اس کے علاوہ جتنا مال اس کے پاس ہے یہ اسے لوگوں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے۔''[2]

فضول خرچ شیطان کے بھائی:

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو مال و دولت عطا کیا ہے ان میں سے اکثر لوگ اسے فضول خرچی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، پہننے والے کپڑوں کے کئی کئی ٹرنک اور بریف کیس بھر کر رکھ

---

1. بخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من ماله فهو له: ٦٤٤٢۔
2. مسلم، کتاب الزهد، باب: « الدنيا سجن للمؤمن »: ٢٩٥٩۔

لیتے ہیں اور یہ بیماری عورتوں میں بہت زیادہ ہے، اس بیماری سے بچنا چاہیے اس لیے کہ قرآن کریم میں فضول خرچ کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے:

﴿ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ﴾

[بنی إسرائیل : ۲۷]

''بے جا خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کرتے رہنا چاہیے کیوں کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر (خطبہ ارشاد فرما رہے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات (کی ترغیب) اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچے رہنے کی تلقین کے ساتھ ساتھ فرمایا اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ وہ ہے جو خرچ کرتا ہے اور نیچے والا ہاتھ وہ ہے جو (لوگوں سے) مانگتا اور سوال کرتا ہے۔''[1]

سخی کے لیے فرشتوں کی دعا اور بخیل کے لیے بددعا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب لوگ صبح کرتے ہیں تو (آسمان سے) دو فرشتے اترتے ہیں، ان میں سے ایک فرشتہ یوں دعا کرتا ہے'' اے اللہ! خرچ کرنے والے کو (اچھا) بدلہ عطا فرما، دوسرا فرشتہ بددعا کرتے ہوئے کہتا ہے: ''یا اللہ! بخیل کے مال کو برباد کر دے۔''[2]

احد پہاڑ جتنا سونا، تین دن میں تقسیم کرنے کی خواہش:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے کہ تین

---

1. بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب لا صدقۃ إلا عن ظھر غنی : ۱۴۲۹۔
2. بخاری ، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللّٰہ تعالیٰ : ﴿ فأما من أعطی ﴾......الخ : ۱۴۴۲۔

راتیں نہ گزریں اور میرے پاس اس پہاڑ برابر سونے میں سے کچھ باقی نہ ہو البتہ اس قدر مال کے باقی رہنے میں کچھ حرج نہیں کہ جس کو میں نے قرض کی ادائیگی کے لیے بچا رکھا ہو۔'' ①

اللہ تعالیٰ سے جنت کا سودا کرنے والے مجاہدو!

اللہ کے دیے مال کو حصول جنت کے لیے راہ جہاد میں خرچ کر ڈالو۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرو۔ اللہ تعالیٰ کے دیے مال کو بیواؤں اور یتیموں کی کفالت پر خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو مسافروں اور ضرورت مند سوالیوں پر بکھیر دو، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ)) ② ''صدقہ (ایمان کی) دلیل ہے۔''

البتہ یہ بات ضرور ذہن نشین رہے کہ مال کو بے دریغ خرچ کر کے اپنے اہل وعیال کو تنگدست، محتاج اور لوگوں کے سہارے چھوڑ کر مرنا بھی ٹھیک نہیں ہے بلکہ خرچ کا آغاز اپنے گھر اور بیوی بچوں سے کرنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے اور یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے کہ انسان اپنی اولاد کو صاحب جائداد چھوڑ کر دنیا سے جائے۔
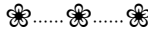
﴿ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ ﴾

[التوبة: ٣٦-٣٧]

''بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے،

---

① بخاری، کتاب الاستقراض، باب أدا الدیون: ٢٣٨٩۔

② مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء: ٢٢٣۔

جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال (میں) تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ مہینے کو پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے، جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جو کافر ہیں ایک سال اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام کر لیتے ہیں تا کہ ان کی گنتی برابر کرلیں جو اللہ نے حرام کیے ہیں پھر جو اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے گئے ہیں اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

یہود اور مشرکین کی بری عادتیں تقریباً ایک جیسی ہیں۔ یہود کی بری خصلتوں کے بیان کے ساتھ ہی مشرکین کی ہیرا پھیری کا ذکر ان آیات میں آیا ہے۔ عرب مشرکین کے نزدیک چار مہینے بڑے ہی عزت و احترام والے تھے۔ ان مہینوں میں ہر قسم کی لڑائی جھگڑا، جنگ وجدال، قتل و خونریزی، لوٹ مار اور چوری ڈاکے کو وہ قطعی حرام سمجھتے تھے۔ ان مہینوں میں ان جرائم کے ارتکاب کو کبیرہ گناہ سمجھتے، یہ مہینے ① ذیقعد ② ذی الحج ③ محرم اور ④ رجب ہیں۔

پہلے دو ماہ حج کے مہینے ہیں اور اس دوران ہر طرف سے تجارتی قافلے اور حج بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے قافلے بے خطر چلتے رہتے، وہ مکہ کا سفر امن و اطمینان سے طے کرتے۔ چوتھا مہینا رجب کا تھا، اس میں بھی عمرہ اور ہر قسم کے قافلے مکہ آتے جاتے تھے۔ قدیم زمانہ سے طے شدہ ان حرام مہینوں میں مشرکین مکہ محض اپنے مفاد کے لیے رد و بدل کر کے سال میں چار مہینوں کی گنتی پوری کر لیتے تھے مثلاً ایک قبیلہ جب اپنے دشمن قبیلہ سے انتقام کی غرض سے جنگ چھیڑنا چاہتا تو اعلان کر دیتا کہ اس سال محرم کے بجائے صفر کا مہینا حرمت والا ہے۔ اس اچانک اعلان سے دوسرا قبیلہ جنگی تیاری کے بغیر مقابلہ کی

ہمت نہ رکھتے ہوئے شکست کھا کر شدید نقصان سے دو چار ہو جاتا۔ اس طرح طے شدہ اصول میں ہیرا پھیری اور رد و بدل کو اللہ تعالیٰ نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔

اسلامی یعنی قمری مہینے کبھی انتیس اور کبھی تیس دن کے ہوتے ہیں۔ روزے، حج ،عمرہ اور عیدین کا تعلق قمری مہینوں سے ہے، اسی طرح ہجری سن کا تعلق بھی قمری نظام سے وابستہ ہے۔ عدت و رضاعت کے احکامات میں بھی قمری تقویم کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دیکھو! زمانہ گھوم پھر کر پھر اسی نقشہ پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے تھے۔ سال بارہ ماہ کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین لگا تار ذیقعد، ذی الحج، محرم اور چوتھا رجب ہے۔ [1]

﴿ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی ایک مستقل قانون وضابطہ ہے لہٰذا ان مہینوں میں (ناحق لڑائی اور جنگ سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو یہ حکم ہے کہ ان مہینوں میں تم جنگ کی ابتدا نہ کرو البتہ اگر تم پر جنگ مسلط کر دی جائے تو پھر دشمن سے لڑائی کی تمھیں اجازت ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ﴾ [التوبة : ٣٦]

''باہمی اختلافات بھلا کر مشرکین کے خلاف مشترکہ فوج کشی کرو جیسے وہ سب اکٹھے مل کر تم سے لڑتے ہیں۔''

یہاں اہل ایمان کو یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ مشرکین تو اپنے باہمی نزاع اور جھگڑوں کو بھلا کر اہل ایمان کے خلاف متحد ہو کر لڑنے کے لیے میدانوں میں اترتے ہیں مسلمانوں کے لیے تو بہت ضروری ہے کہ وہ کفار و مشرکین کے خلاف میدان جنگ میں اکٹھے اتریں۔

❀......❀......❀

---
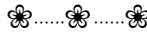
1. بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿إن عدة الشهور﴾ الأية : ٤٦٦٢۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ ٱنفِرُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱثَّاقَلْتُمْ إِلَى ٱلْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا مِنَ ٱلْءَاخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فِى ٱلْءَاخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنفِرُوا۟ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْـًٔا ۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴾ [التوبة : ۳۸،۳۹]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان تو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑے کے سوا کچھ نہیں۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

آیت نمبر ۳۸ سے لے کر ۱۲۷ تک غزوہ تبوک اور اس کے متعلقات کا تفصیلی ذکر نوے سے زیادہ آیات میں پھیلا ہوا ہے۔ اس غزوہ کو ''جیش العسرہ'' بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس سفر میں لشکر کو سخت بھوک پیاس کی صعوبتیں، پریشانیاں اور بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کرنا پڑی تھیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے بالکل انوکھے انداز میں مخاطب ہے کہ ایمان والو! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں جہاد میں نکلنے کا حکم دے رہا ہے اور تم ہو کہ زمین کی طرف بوجھل ہو کر بچھتے اور گرتے جا رہے ہو؟'' اللہ کے رسول تمھیں جہاد کے میدان کی طرف نکلنے کا حکم دے رہے ہیں مگر تمھارے قدم بوجھل، سست اور زمین کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔ تمھیں جہاد کے لیے نکلنا اتنا سخت اور دشوار کیوں معلوم ہو رہا ہے؟ تم پر یہ شدید پریشانی اور بزدلی کی کیفیت کیوں طاری ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمھیں دنیا فانی سے پیار ہو گیا ہے؟ اور دشمن کے مقابلہ میں اٹھنے والے قدموں میں اب سکت اور ہمت باقی نہیں رہی؟ یاد رکھو! آخرت کے ابدی گھر اور نعمتوں بھری جنت کے مقابلہ میں یہ

سامان دنیا بہت قلیل اور بہت ہی بے حیثیت وحقیر ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر میں اپنی انگلی ڈالے اور پھر نکال کر اسے دیکھے کہ وہ انگلی سمندر سے کتنا پانی لے کر واپس لوٹتی ہے۔ (جتنا پانی انگلی کے ساتھ لگا ہے یہ دنیا ہے اور باقی پورا سمندر آخرت ہے)۔'' [1]

مسلمانو! عارضی، وقتی اور فنا ہونے والی دنیا کے مال واسباب پر تم کیسے راضی ہوگئے ہو؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مان کر اگر تم جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوتے تو فائدہ تو تمھارا ہی تھا۔

اچھا اگر تم نہیں نکلو گے تو نہ سہی، اللہ تعالیٰ تمھارا ہرگز محتاج نہیں، اس کے لشکر بے شمار ہیں، میدان جہاد کے پر عظمت میدان کی رونق کے لیے تمھاری جگہ وہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا، پھر بتاؤ تم اس کا کیا بگاڑ سکو گے؟، ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۸]

''اور اگر تم اس کی اطاعت سے منہ موڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا جو ہرگز تمھاری طرح نہ ہوں گے۔''

غزوہ تبوک کا پس منظر:

اگلی آیات میں غزوہ تبوک کی تفصیلات آ رہی ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہم غزوہ تبوک کی اہم جھلکیاں پیش کر دیں تاکہ آنے والی آیات کو با آسانی سمجھا جا سکے۔

❀ سیدنا حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا دعوتی خط لے کر قیصر روم کے گورنر کے پاس بصریٰ پہنچے تو شُرَحبِیل بن عَمرو غسانی نے انھیں قتل کرا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی تو صلیبیوں سے اپنے سفیر کا انتقام لینے کے لیے جمادی الاولیٰ ۸ ھ کو تین ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر سیدنا زید بن حارثہ کی کمان میں آپ ﷺ نے روانہ

[1] مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان......الخ : ۲۸۵۸۔

فرماتے ہوئے وصیت فرمائی:

''اگر زید قتل کر دیے جائیں تو جعفر اور اگر جعفر قتل کر دیے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں گے۔''[1]

تین ہزار کے اس لشکر کا مقابلہ دو لاکھ صلیبیوں سے موتہ کے مقام پر ہوا ...... اسلامی لشکر کے تینوں جرنیل یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کی کمان سنبھالی اور دشمن سے اس قدر خوفناک اور خونریز لڑائی لڑی کہ آپ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔[2]

اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں اسلامی لشکر کو فتح عطا فرمائی اور یہ کامیاب و کامران واپس پلٹ آئے۔

❁ روم اس وقت دنیا کی مانی ہوئی طاقت تھی۔ اب اس کے مقابلہ میں اسلام کی ایک مضبوط قوت ابھر کر سامنے آ چکی تھی اور قیصر روم بڑی گہری نظر سے یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ اسلامی لشکر نے جس علاقے کی طرف بھی پیش قدمی کی ہے وہ فاتحانہ واپس لوٹا ہے، چنانچہ قیصر روم نے اسلامی قوت سے ٹکرانے کا عزم کیا اور فیصلہ کن جنگ کی تیاری شروع کر دی۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر روم کی تیاریوں کی خبر ہوئی تو دشمن کو زیادہ مہلت دیے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے علاقہ میں جا کر جنگ لڑنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ہنگامی بنیادوں پر جنگی تیاریوں کا اعلان فرما دیا۔

❁ اہل مکہ اور دیگر عرب قبائل کو حکم بھیجا کہ بلا تاخیر صلیبی رومیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو کر نکل پڑیں۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود کچھ لوگ ایسے تھے کہ جن کو جہاد تبوک کے لیے نکلنا مشکل اور دشمن کے مقابلہ کے لیے سفر کرنا سخت دشوار تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ تو دنیا

---

[1] بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة مؤتة من أرض الشام: ٤٢٦١۔

[2] بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة مؤتة......الخ: ٤٢٦٥۔

کی زندگی سے پیار کرنے والے منافق اور کچھ کمزور ایمان والے لوگ بھی شامل تھے۔ اس حقیقت کو جاننے کے لیے اس آیت کے نزول سے تقریباً گزشتہ دس ماہ کے حالات و واقعات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

- شعبان ۸ ہجری کو قریش مکہ کی عہد شکنی کی وجہ سے معاہدہ صلح حدیبیہ ٹوٹ گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو بکر اور قریش مکہ نے مل کر بنو خزاعہ پر حملہ کر کے ان کے ۲۳ لوگوں کو قتل کر دیا تھا۔
- اس عہد شکنی کی خبر کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے مکہ پر فوج کشی کا پروگرام بنا لیا اور شعبان ۸ ہجری سے مسلمانوں کو بڑی جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ جس کے نتیجہ میں دس رمضان تک دس ہزار کا لشکر جرار تیار ہو کر مکہ کے لیے نکل پڑا تھا۔
- سترہ رمضان کو مکہ فتح ہو گیا اور یہاں رسول اللہ ﷺ نے انیس دن قیام فرمایا، ان ایام میں بیت اللہ کے علاوہ مکہ کے قرب و جوار میں نصب کیے گئے، بتوں، مجسموں، مورتیوں، تصویروں اور شرک کے اڈوں سے علاقہ کو پاک صاف کر دیا۔
- ۶ شوال ۸ھ کو غزوہ حنین کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بارہ ہزار کے لشکر کی قیادت فرماتے ہوئے جہادی سفر کا آغاز فرمایا۔ فتح حنین کے فوراً بعد طائف کا محاصرہ بھی فرمایا۔
- ۲۴ ذیقعد ۸ھ کو مدینہ واپس تشریف لائے، اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ماہ شعبان ۸ھ سفر مکہ کی تیاری اور ۱۰ رمضان سے ۲۴ ذیقعد تک معرکہ آرائیوں کے نتیجہ میں مکہ اور حنین کی فتوحات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ بہت بڑی مقدار میں مال غنیمت کے ساتھ تقریباً اڑھائی ماہ بعد مدینہ واپس تشریف لائے۔
- ذی الحج ۸ھ سے جمادی الاول ۹ھ تک چھ ماہ کے اس عرصہ میں مجاہدین نے اپنی فصلوں اور کاروبار کی طرف توجہ کی، گزشتہ دس ماہ سے مدینہ کی منڈیاں بے رونق، فصلیں اجڑی ہوئیں اور باغات ویرانی کا منظر پیش کر رہے تھے۔
- جمادی الثانی ۹ھ کا مہینا شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان ہو گیا کہ

مسلمانو! رومی سلطنت کے مقابلہ کی تیاری کر کے نکلو!

تبوک میں مشکلات کی جھلک:

- چھ سو کلومیٹر سے زیادہ طویل سفر، راستے اجنبی، پرپیچ اور دشوار گزار پہاڑ...... نیز راستے میں ریت کے ٹیلے، بے آب و گیاہ وادیاں اور درندوں سے بھرے ہوئے جنگل تھے۔
- مقابلے میں دنیا کی مانی ہوئی صلیبی رومیوں کی سپر طاقت تھی جو اپنے مسلح اتحادی جنگجوؤں کے ساتھ مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے تیار تھی۔
- منافقین اور یہودیوں کی مکمل ہمدردیاں اور تعاون صلیبیوں کے ساتھ تھا۔ اسلامی لشکر کی روانگی کے بعد مدینہ شدید خطرات کی زد میں تھا۔
- مجاہدین کے پاس سامان سفر اور سواریوں کی شدید قلت تھی۔
- سخت گرمی اور جھلسا دینے والی تند و تیز لو کا موسم تھا۔ مزید امتحان یہ کہ قحط سالی کے خاتمہ کی امیدیں قوی تھیں اور لوگوں کی نظریں فصلوں پر جمی ہوئی تھیں جو قریب قریب پکنے ہی والی تھیں۔
- منافقین برملا لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنائی دے رہے تھے:

﴿لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ﴾ ”گرمی میں نہ نکلو۔“

انھی حالات میں رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان کو دشمن سے مقابلے کے لیے نکلنے کا حکم دیا۔ ایسے مشکل وقت میں منافقین کا اس خوفناک جنگ سے پیچھے رہنا اور پرصعوبت طویل سفر سے جی چرانا فطری امر تھا مگر بعض کمزور مسلمان بھی رومیوں سے مقابلے کے تصور سے پریشان ہوکر تذبذب کا شکار ہونے لگے تھے، ایسے میں یہ آیات نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے جہاد میں شرکت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

”ایمان والو! تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تمھیں کہا جائے کہ دشمن سے مقابلہ کے لیے نکلو! تو تم زمین پر بوجھل ہوکر بچھ جاتے ہو؟

پر مشقت اور تکلیف دہ سفر سے بچ کر پکی ہوئی فصلوں کو کاٹ کر سال بھر کی خوراک جمع کرنے کی فکر میں......نعمتوں بھری ابدی جنت کو بھول بیٹھے ہو؟

اگر تم نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دردناک عذاب تمھیں آ پکڑے گا...... لٰہذا جہاد میں شریک ہو کر دنیا و آخرت کے تکلیف دہ عذاب سے اپنے آپ کو بچا لو اور جنت کے وارث بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وعید کے نزول کے فوراً بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رومی صلیبیوں سے معرکہ آرائی کا عزم پختہ کیا اور زبردست تیاریوں میں لگ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی ضروریات کے پیش نظر ''جہاد فنڈ'' کی اپیل کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد میں مال خرچ کرنے کی بھرپور ترغیب کے لیے آیات نازل فرمائیں۔ ان ترغیبات کے نتیجہ میں امیر و غریب مردوں اور عورتوں نے بھرپور حصہ لیا۔

منافقین نے جھوٹے عذر بہانے گھڑ لیے اور نہ صرف یہ کہ خود مال پیش کرنے سے اپنی مٹھیاں بند کر لیں بلکہ جہاد کے لیے مال پیش کرنے والوں پر طنز بھی کرتے رہے۔

جن غریب مجاہدین کے پاس سامان جنگ اور سفر کے لیے سواریاں نہیں تھیں وہ سخت پریشان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہو کر سواریاں مانگتے تھے۔ حالات کے مطابق کبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان غربا کو سواریاں عطا کر دیتے اور کبھی کہہ دیتے کہ میرے پاس تمھارے لیے کوئی سواری نہیں، یہ جواب سن کر مخلص مجاہد صحابہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے۔

ایک مرتبہ جب سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کا مطالبہ لیے سواریاں مانگنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا: ''میرے پاس سواریاں نہیں ہیں۔'' بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے چھ اونٹ خریدے اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ مال غنیمت کے مزید اونٹ بھی آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور مزید پندرہ اونٹ انھیں عطا کر دیے۔

تبوک روانگی اور سفر کے احوال:

- صلیبیوں سے فیصلہ کن جنگ کے لیے تیس ہزار مجاہدین رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہوگئے۔ ۵ رجب ۹ ہجری کو یہ جہادی لشکر روانہ ہوا۔ قلت سامان کا عالم یہ تھا کہ اٹھارہ اٹھارہ مجاہدین کے لیے صرف ایک ایک سواری تھی جس پر یہ مجاہد باری باری سوار ہوتے اور باقی پیدل چلتے۔
- قلت خوراک کا یہ عالم تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آدھی آدھی کھجور ایک ایک مجاہد کے حصہ میں آتی، بعض اوقات درختوں کے پتے کھانے پڑتے جس کے نتیجہ میں مجاہدین کے ہونٹوں پر ورم آ گیا تھا۔
- پانی کی شدید قلت کی وجہ سے سواریوں کی قلت کے باوجود اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی اوجھڑیوں اور آنتوں میں جمع شدہ پانی اور تری وغیرہ سے پیاس بجھانا پڑتی تھی اسی لیے اس غزوے کو ''جیش العسرۃ'' بھی کہتے ہیں۔
- تبوک کی راہ میں مجاہدین کا گزر قوم ثمود کی تباہ شدہ بستیوں سے ہوا جنھیں ''حجر'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ان ثمودیوں نے ''وادی القریٰ'' کے اندر پہاڑی چٹانیں تراش تراش کر بڑے مضبوط گھر بنائے تھے۔ یہ مضبوط مکان تو آج بھی موجود ہیں مگر ان گھروں کے مکین ایک زوردار آواز سے ہلاک کر دیے گئے۔
- رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ ان ہلاک شدہ لوگوں کے کنویں کا پانی نہ پینا، اس پانی سے نماز کے لیے بھی وضو نہ کرنا، بے خبری میں جو لوگ پانی لے چکے ہیں اور اس سے آٹا گوندھ چکے ہیں تو یہ گوندھا ہوا آٹا جانوروں کو کھلا دیں۔ مزید فرمایا جن لوگوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا ان کے گھروں میں داخل نہ ہونا اگر داخل ہونا چاہو تو روتے ہوئے جانا اور اگر رونا نہ آئے تو مت داخل ہونا۔ پانی اس کنویں سے حاصل کرو جہاں سے اونٹنی پانی پیتی تھی۔
- صحابہ کرام کو ہدایات دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے چادر سے اپنا سر مبارک

ڈھانک لیا اپنی سواری کو ایڑ لگائی اور بڑی تیزی سے اس وادی سے گزر گئے۔ ①

- سفر تبوک پر اسی علاقہ یعنی ''وادی القریٰ'' سے رسول اللہ ﷺ گزرے تو یہاں ایک عورت اپنے باغ میں موجود تھی، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: ''اس باغ کے پھلوں کا تخمینہ لگاؤ۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے دس وسق پھل کا اندازہ لگایا۔ آپ ﷺ نے عورت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''جب اس باغ کا پھل اتار لو تو اس کا وزن کر لینا اور اسے یاد بھی رکھنا، ان شاء اللہ ہم واپسی پر تمھارے پاس بھی آئیں گے۔'' اس عورت سے بات چیت کے بعد رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف چل پڑے۔ واپسی پر جب رسول اللہ ﷺ اس عورت کے پاس پہنچے تو اس سے پوچھا: ''تمھارے باغ کا پھل کتنا اترا؟'' اس نے بتایا کہ دس وسق یعنی جو تخمینہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے مجاہد صحابہ نے لگایا تھا وہ بالکل صحیح نکلا۔ ②
- رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم کل تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے، ان شاء اللہ، ہاں یاد رکھو! میرے پہنچنے سے پہلے اس چشمے کے پانی کو ہاتھ نہ لگانا۔'' اگلے دن رسول اللہ ﷺ چشمے پر پہنچے اور پہلے پہنچنے والے دو آدمیوں سے پوچھا: ''کیا تم نے چشمے کے پانی کو ہاتھ لگایا ہے؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں، رسول اللہ ﷺ ان دونوں سے ناراض ہوئے، اس چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی بہہ رہا تھا اس میں سے تھوڑا سا پانی رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس سے آپ نے اپنے ہاتھ اور چہرہ انور دھویا اور پھر یہی پانی واپس چشمے میں ڈال دیا گیا، پھر وہی سوکھا چشمہ جوش مارنے لگا اور پانی خوب ابل ابل کر بہنے لگا۔ اس سے تیس ہزار کے لشکر نے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پلایا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے معاذ! اگر تمھاری زندگی لمبی ہوئی تو تم دیکھو گے کہ اس

---

❶ مسلم، کتاب الزهد، باب النهی عن الدخول ......الخ: ۲۹۸۰، ۲۹۸۱۔

❷ مسلم ، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبیﷺ: ۱۱/۱۳۹۲ بعد ۲۲۸۱۔

چشمے کا پانی باغوں کو سیراب کرے گا۔''[1]

❁ تبوک پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک خطرے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ''آج رات سخت آندھی آئے گی اس لیے تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو اسے چاہیے کہ وہ اسے باندھ دے۔'' چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں اپنے اپنے اونٹوں کو باندھ دیا۔ رات کو سخت آندھی آئی، ایک شخص کھڑا ہوا تو آندھی نے اسے اٹھایا اور دور وادی ''طئ'' میں پٹخ دیا۔[2]

ابوخیثمہ قافلے سے جا ملے:

قیام تبوک میں ایک دن رسول اللہ ﷺ نے سیدنا کعب بن مالک کو یاد فرمایا جو جہادی قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ (تفصیلی ذکر آیت ۱۱۸ میں آئے گا) ان شاء اللہ۔

رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہم کے تذکرے کے بعد تھوڑی دیر گزری تھی کہ دور سے سفید کپڑے پہنے کوئی شخص جہادی لشکر کی طرف گرد اڑاتا ہوا آتا دکھائی دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی جب نظر پڑی تو دور ہی سے آپ ﷺ نے فرمایا: ((كُنْ أَبَا خَيْثَمَةَ)) ''یہ تو ابوخیثمہ ہی ہوسکتا ہے۔''

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ تیزی سے آنے والا وہ شخص آ پہنچا، وہ واقعی ابوخیثمہ تھا۔ یہ وہی مجاہد ہے جس نے (اپنی مزدوری سے) ایک صاع کھجوریں جہاد فنڈ میں پیش کی تھیں اور منافقین نے ان پر طنز کیا تھا۔[3]

کھانے میں برکت کا معجزہ:

قیام تبوک کے دوران راشن ختم ہوگیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے شدت بھوک کی شکایت کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز پر رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ تمام لوگ اپنا اپنا

---

❷ مسلم ، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ : ٧٠٦ بعد ٢٢٨١۔
❶ مسلم ، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ : ١٣٩٢ بعد ٢٢٨١۔
❷ مسلم ، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالك وصاحبیه : ٢٧٦٩۔

بچا ہوا راشن لا کر ایک جگہ جمع کر دیں چنانچہ ایک دستر خوان پر لوگ تھوڑی تھوڑی کھجوریں، روٹی کے ٹکڑے، جو کچھ اور جتنا کچھ کسی کے پاس تھا، لا کر دسترخوان پر جمع کر دیا گیا پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی اور لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے برتن بھرلو چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا اور پھر بھی دستر خوان پر راشن باقی تھا۔[1]

قیام تبوک:

رومی صلیبیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے مجاہدین میں زبردست جوش وخروش تھا۔ تبوک میں بیس روزہ قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب فرمایا۔ یہ وعظ دل کی گہرائیوں میں اترنے والا تھا۔ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے جوامع الکلم ارشاد فرمائے، دنیا و آخرت کی بھلائیوں کے حصول کی رغبت دلائی، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور اطاعت گزاروں کو انعامات کی خوشخبری دی۔ یہ خطاب سن کر مجاہدین کے حوصلے بلند ہوگئے۔ خوراک کی قلت، عسکری سامان کی کمی اور دیگر ضروریات کی عدم دستیابی کا بوجھ ذہنوں سے اتر گیا، پریشانیاں ختم ہوگئیں۔

دوسری طرف رومی جنگجوؤں کا لشکر رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنتے ہی دہشت زدہ ہوگیا، ان میں خوف کی لہر دوڑ گئی، مقابلے کی ہمت نہ رہی اور وہ میدان جنگ کی بجائے گھروں کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجاہدین کے لیے اللہ کافی ہوا اور یوں اسلامی لشکر فاتحانہ شان سے کئی علاقوں کو فتح کرتا ہوا واپس آیا۔

اَیْلَہ کے حکمران نے اپنے قاصد کے ہاتھ ایک خط بھیجا اور ساتھ ہی تحفے کے طور پر سفید خچر کی سواری بھیجی، رسول اللہ ﷺ نے تحفہ قبول فرمایا اور خط کے جواب کے ساتھ ایک چادر تحفہ دی۔[2]

---

1. مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً: ۲۷۔
2. مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ: ۱۳۹۲ بعد ۲۲۸۱۔

قیام تبوک کے دوران ہی رسول اللہ ﷺ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو سے زیادہ سوار مجاہدین کے دستے کا کمانڈر بنا کر "دَوْمَةُ الْجَنْدَل" کے علاقے پر کارروائی کے لیے روانہ فرمایا۔ مجاہدین نے اس علاقے کے حکمران کو شکار کھیلتے ہوئے گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی جان بخشی فرمائی اور دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دینے کی شرط پر مصالحت فرمائی۔ ①

رسول اللہ ﷺ تبوک کے لیے رجب ۹ھ کو روانہ ہوئے تھے اور رمضان میں فاتحانہ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ پندرہ دن جاتے ہوئے اور پندرہ دن واپسی کے سفر میں لگے اور بیس دن تک آپ ﷺ نے تبوک میں قیام فرمایا مجموعی طور پر اس سفر میں پچاس دن صرف ہوئے۔

❀......❀......❀
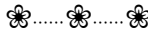
﴿ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة : ٤٠]

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ نے تو اس کی مدد کی ہے، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جو کافر تھے، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جو کافر تھے اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

① الرحيق المختوم، ص : ٥٨٧۔

سفر ہجرت اور سفر تبوک کا باہمی تعلق :

اس آیت سے پہلے اور بعد والی آیات میں سفر تبوک کا ذکر ہے مگر درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مدد کا ذکر کیا ہے جو نو سال پہلے اپنے رسول ﷺ کی ہجرت کے وقت کی تھی۔ سفر تبوک اور سفر ہجرت میں باہمی مماثلت درج ذیل امور سے نمایاں ہے :

- مسلمانو! اگر تم رسول اللہ ﷺ کی مدد نہیں کرو گے تو اس سے پہلے اللہ اپنے رسول کی مدد کر چکا ہے۔
- یہاں پر اللہ تعالیٰ نے جنگ تبوک سے پہلے ہی اپنے رسول ﷺ کو حتمی اور یقینی مدد کا اشارہ دے دیا ہے جیسا کہ سفر ہجرت میں مدد آ چکی تھی۔
- سفر ہجرت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کچھ اس طرح آئی کہ دشمن سے آمنا سامنا نہیں ہوا اور یہ بات مشترک ہے۔ سفر تبوک میں دونوں طرف سے زبردست جنگی تیاریوں کے باوجود دشمن سے ٹکراؤ کا موقع ہی نہیں آیا۔
- سفر ہجرت کے لیے جارحانہ کارروائی کا آغاز مشرکین مکہ کی طرف سے تھا اور سفر تبوک میں بھی پہل صلیبیوں ہی نے کی تھی مگر دونوں مرتبہ مشرک اور کافر ہی ناکام و نامراد رہے۔
- ہجرت کے وقت مشرکین قریش کے تمام قبائل جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کا خاتمہ چاہتے تھے۔ تبوک میں صلیبی مشرکین کے اتحادی لشکر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے خاتمہ کے ناپاک ارادوں سے جمع ہوئے تھے۔
- سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کی منزل مکہ کے شمال میں تھی۔ سفر تبوک میں بھی رسول اللہ ﷺ کا رخ شمال ہی کی جانب تھا۔
- سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کے کئی معجزات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ام معبد کی لاغر بکری جس کے تھن دودھ سے خالی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دعا کی تو بکری نے پاؤں پھیلا دیے۔ خشک تھنوں میں دودھ بھر آیا، رسول اللہ ﷺ نے ام معبد سے ایک بڑا برتن لیا اور اتنا دودھ نکالا

کہ وہ برتن بھر گیا۔ رسول اللہ ﷺ آپ کے ساتھیوں اور ام معبد سمیت یہ دودھ سب نے سیر ہو کر پیا۔

- سفر تبوک میں مجاہدین کو پانی کی ضرورت پڑی، ایک چشمے پر پہنچے تو اس میں سے قطرہ قطرہ پانی نکل رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چلو مبارک سے تھوڑا تھوڑا پانی نکالا اور اس میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے، پھر یہی پانی اسی چشمہ میں انڈیل دیا۔ اس کے بعد اس چشمے سے خوب پانی نکلا حتیٰ کہ اونٹوں سمیت سارے لشکر نے سیر ہو کر پانی پیا۔[1]

سفر ہجرت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے چند مزید پہلو:

- ویسے تو تیرہ سالہ مکی دور کا ہر لمحہ ہی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا شاہد ہے کہ اس طویل عرصہ میں مشرکین مکہ کی زبردست مخالفت کے باوجود رسول اللہ ﷺ دعوت دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، اس سارے عرصے میں مشرکین کے دلوں میں آپ ﷺ کی عداوت اور دشمنی کے الاؤ بھڑکتے رہے اور وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی آپ ﷺ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ اس دوران سینکڑوں سلیم الفطرت اور صاحب بصیرت لوگوں نے اسلام قبول کر کے مشرکین کے غم و غصہ کو تیز کر دیا اور ان کا غیظ و غضب اس قدر بڑھ گیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔
- قریشی قبائل کے منتخب افراد نے رات کی تاریکی میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی، اپنے رسول کو سخت محاصرے کے باوجود گھر سے بخیر و عافیت نکالا اور جاں نثار صحابی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار ثور میں پہنچا دیا۔

انعامی اعلان: صبح ہوئی تو انھیں پتا چلا کہ رسول اللہ ﷺ تو بخیر و عافیت محاصرے سے نکلنے میں کامیاب ہو چکے ہیں تو بتوں کے پجاری مشرکین نے انعامی اعلان میں پیش کش

---

[1] مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ: ٧٠٦ بعد ٢٢٨١۔

کی کہ جو شخص محمد (ﷺ) اور ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو زندہ یا (نعوذ باللہ) مردہ حالت میں پیش کرے گا تو اسے ہر ایک کے بدلے ایک ایک سو اونٹ بطور انعام دیا جائے گا، چنانچہ اس بڑے انعام کے لالچ میں تمام مشرکین اللہ کی مدد یافتہ دونوں صاحب عزت شخصیات کی تلاش میں سوار پیدل چھوٹے بڑے سب نکل پڑے دور و نزدیک کی وادیاں، پہاڑی چوٹیاں، تنگ درے، کھیتیاں، باغات اور جنگلات کا چپہ چپہ چھان مارا، مشرکین کا ایک گروہ اپنے ہوشیار سراغ رساں یعنی کھوجی کی مدد سے غار ثور کے منہ تک جا پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی اور غار کا ظاہری نقشہ ہی کچھ ایسا بنا دیا کہ لوگ اپنے ہی ''کھوجی'' کو جھوٹا کہتے ہوئے غار سے واپس پلٹ گئے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکروں میں سے ایک کمزور مخلوق مکڑی کو حکم دیا تو اس نے غار کے منہ پر جالا بن دیا، جب مشرکین نے اس جالے کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہاں تو مدتوں سے کوئی آیا ہی نہیں، بعض مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ نے مشرکین کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ وہ چند فٹ کے فاصلے پر موجود مطلوب شخصیات کو دیکھ ہی نہ سکے۔

بہر حال شکل کوئی بھی ہو اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اور دشمن ناکام و نامراد واپس پلٹ گیا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعہ غار کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''میں نبی ﷺ کے ساتھ غار (ثور) میں تھا، سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ غار کے منہ پر لوگ پہنچ گئے ہیں اور مجھے ان کے پاؤں نظر آ رہے ہیں۔ میں نے سرگوشی کے عالم میں کہا: اے اللہ کے نبی! (ﷺ) اگر ان میں سے کوئی شخص صرف اپنی نگاہ کو نیچے کر لے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا ظَنُّكَ يَا اَبَابَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا))[1]

[1] بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: ﴿ ثانی اثنین إذهما فی الغار ﴾......الخ : ٤٦٦٣۔

”اے ابوبکر! ایسے دو آدمیوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے۔“

ہجرت موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم:

اللہ تعالیٰ کے حکم پر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لے کر رات کی تاریکی میں مصر سے نکل پڑے۔ فرعون کو جب خبر ہوئی تو اس نے ایک بڑے مسلح لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ قرآن کریم اس منظر کو یوں پیش کرتا ہے:

﴿ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۚ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴾ [الشعراء: ٦١،٦٢]

”پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی پکار اٹھے کہ اب تو ہم پکڑے گئے۔“

اس جملہ میں بنی اسرائیل کی دلی کیفیت نمایاں ہے اس لیے کہ پیچھے سے مسلح فرعونی لشکر چمکتی دمکتی ننگی تلواروں کے ساتھ تعاقب میں تھا تو سامنے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی چلا اٹھے: ”یقیناً اب تو ہم پکڑے گئے۔“

ان کی اس گھبراہٹ کو دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴾

”یقیناً میرا رب میرے ساتھ ہے وہ عنقریب میری راہنمائی کرے گا۔“

موسیٰ علیہ السلام نے یہاں اپنے ساتھیوں کو شریک نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ میرا رب میرے ساتھ ہے۔

سفر ہجرت میں غار ثور تک جب دشمن پہنچ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ ﴾ ”(ابوبکر)! غم نہ کرو اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔“

یہ جملہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب ایمان ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص و وفادار ساتھی ہونے کے اعزاز کا مظہر اور ان کی زبردست عظمت کی دلیل ہے۔ بعض لوگ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف یاوہ گوئی کرتے ہیں جو بے سند، بے حقیقت اور بے دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابوبکر کا احسان ہے، مال کا بھی اور صحبت کا بھی، اور اگر میں (اللہ کے علاوہ) کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔‘‘ فرمایا: ’’مسجد کی طرف کسی شخص کی کھڑکی نہ رہے صرف ابوبکر صدیق کی کھڑکی کو باقی رہنے دیا جائے۔‘‘ ①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’(ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی معیت میں احد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ لرزنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مبارک مارتے ہوئے فرمایا: ’’ٹھہر جا! کہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔‘‘ ②

نزول سکینت کے چند مقام:

﴿ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾ [التوبة : ٤٠]

’’پھر (غارِ ثور میں) اللہ تعالیٰ نے اس (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل فرمایا اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد کی جو تمھیں نظر نہیں آتے تھے۔‘‘

حنین کے دن رسول اللہ اور اہل ایمان پر سکینت کا نزول:

﴿ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [التوبة : ٢٦]

’’پھر اللہ تعالیٰ نے (جنگ حنین میں) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں پر تسکین قلب نازل فرمائی۔‘‘

﴿ لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴾ [الفتح : ١٨]

① مسلم، كتاب الفضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق : ٢٣٨٣۔
② بخاري، كتاب الفضائل، باب أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ٣٦٧٥۔

"(بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں سے) راضی ہوگیا جس وقت وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں کا حال اسے معلوم ہوگیا اس لیے اس نے ان کے دلوں پر تسکین نازل فرمائی اور انھیں جلد ہی فتح عطا فرما دی۔"

﴿ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا﴾ [آل عمران: ۱۵۴]

"(جنگ احد میں شدید نقصان اٹھانے کی وجہ سے) غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کچھ لوگوں پر امن و اطمینان والی اونگھ طاری کر دی۔"

- صلح حدیبیہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں تین مختلف مقامات پر اہل ایمان پر تسکین قلب نازل کرنے کا ذکر فرمایا۔
- سفر ہجرت میں پہلی مدد تو اس وقت آئی جب رسول اللہ ﷺ مشرکین کے محاصرے سے بخیر و عافیت نکل آئے۔
- سفر ہجرت میں دوسری غیبی مدد اس وقت آئی جب دشمن آپ ﷺ کی تلاش میں غار کے منہ تک جا پہنچے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا کر دیا اور وہ بالکل قریب پہنچنے کے باوجود آپ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھ سکے۔[1]

③ سفر ہجرت میں تیسری غیبی مدد اس وقت آئی جب انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک آپ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئے اور ان کا گھوڑا گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔[2]

④ سفر ہجرت میں چوتھی غیبی مدد اس وقت آئی جب آپ ﷺ کا چار رکنی قافلہ ام معبد خزاعی کے خیمہ تک جا پہنچا۔ اس خاتون کے متعلق یہ بات مشہور تھی کہ وہ بڑی مہمان نواز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: "کھانے کے لیے کوئی چیز گھر میں ہے؟" وہ کہنے لگیں: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کچھ ہوتا تو مجھے آپ لوگوں کی میزبانی سے بہت خوشی ہوتی، یہ قحط کا زمانہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خیمہ کے کونے میں ایک

---

❶ بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ و أصحابه إلى المدينة: ۳۹۲۲۔
❷ بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ و أصحابه إلى المدينة: ۳۹۰۶۔

بکری دیکھی تو فرمایا: ''ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟'' وہ کہنے لگیں: کمزوری نے اسے ریوڑ سے پیچھے رہنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اجازت ہو تو اسے دوہ لوں؟'' وہ بے ساختہ بولیں: ہاں! ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان، اگر آپ کو اس میں دودھ نظر آتا ہے تو ضرور دوہ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا، دعا کی اللہ کا نام لیا تو بکری کے تھن دودھ سے بھر آئے آپ ﷺ نے ام معبد سے بڑا سا برتن منگوایا اور بکری کو دوہا تو برتن دودھ سے بھر گیا۔ آپ ﷺ نے دودھ ام معبد کو پلایا، پھر اپنے ساتھیوں کو اور آخر میں خود پیا، سب نے خوب سیر ہو کر پی لیا تو رسول اللہ ﷺ نے بکری کو دوبارہ دوہا تو پھر برتن دودھ سے بھر گیا جسے آپ ﷺ نے ام معبد کے گھر والوں کے لیے چھوڑ دیا اور خود سفر پر روانہ ہو گئے۔ [1]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش ضرور کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان ضرور لیتا ہے اور لیتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کو آزمایا، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام کا بھی بہت سخت امتحان لیا اور اللہ تعالیٰ آئندہ آنے والے تمام نیک بندوں کا امتحان لیتا رہے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ﴾ [محمد: ٤]

''مسلمانو یاد رکھو! اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان (کافروں) سے خود انتقام لے سکتا تھا مگر (اس نے تمھیں کافروں کی گردنیں اڑانے کا حکم اس لیے دیا ہے) تاکہ تمھیں ایک دوسرے سے جنگ کے ذریعے آزمائے۔''

فرمایا:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

---

1 شرح السنة: ١٣/ ٢٦١، ح: ٣٧٠٤۔

الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٤٢]

''مسلمانو! کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بس تم ایسے ہی جنت میں پہنچ جاؤ گے حالانکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں؟''

فرمایا:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ ﴾ [التوبة : ١٦]

''(مسلمانو!) کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تمھیں بس یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کن لوگوں نے جہاد کیا۔''

غلبہ دین حق کے لیے جب بھی کوئی شخص، جماعت، قبیلہ یا ملک میدان عمل میں قدم رکھے گا تو پیش کیے گئے اس اصول کے مطابق اس کا امتحان شروع ہو جائے گا۔ شیطان کے ایجنٹ رکاوٹیں کھڑی کریں گے، بے دین تنظیمیں اور ادارے بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈہ کریں گے۔ منافقین نقصان پہنچانے کے لیے سرگرم ہو جائیں گے۔ کفار و مشرکین کے اتحادی لشکر مقابلے کے لیے میدان میں نکل آئیں گے۔ اللہ کے بندوں کا محاصرہ ہوگا۔ جاسوس ایجنسیاں تعاقب میں ہوں گی، گرفتاریاں، ہتھکڑیاں اور جیلیں ان کا مسکن بنیں گی اور کبھی کیوبا جیسے عقوبت خانوں کے پنجروں میں بند رہنا پڑے گا۔ پرامن علاقوں، مسجدوں، شفا خانوں، سکولوں، تعلیمی اداروں اور قبرستانوں تک کو کفار نشانہ بنا کر وحشیانہ بمباری کریں گے۔ اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے کام کرنے والوں کے لیے کفار زمین تنگ کر دیں گے۔

ان پرخطر اور خوفناک مصائب اور مشکلات سے نکلنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی ہو گی۔ ہر طرف سے دروازے بند دکھائی دیں گے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش

میں آتی ہے اور وہ اپنے ثابت قدم رہنے والے بندوں کو امتحان کی بھٹی میں پاس دیکھ کر غیبی لشکروں کو مدد کے لیے بھیج دیتا ہے۔مکڑیوں سے کام لے لیتا ہے، کبھی فرشتوں، ہواؤں، سمندروں، چڑیوں اور مچھروں کے ذریعے، بڑے بڑے ابو جہل، فرعون اور قارون صفت متکبرین کا غرور خاک میں ملا دیتا ہے۔

مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کرے گا۔مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر پختہ یقین کر لو اور غلبہ دین حق کے لیے بلا تاخیر میدان جہاد میں کود جاؤ۔ آگے بڑھتے جاؤ یہاں تک کہ موت کا وقت آ جائے یا دشمن سے لڑتے لڑتے غلبہ دین حق کے لیے اپنا سر کٹا کے منصب شہادت حاصل کر لو۔

❀......❀......❀
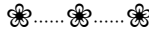
﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [التوبة : ٤١]

''نکلو ہلکے اور بوجھل، اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

جنگ تبوک کے لیے اتنی تاکید کیوں؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رومی صلیبیوں سے جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔اس حکم کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو متضاد الفاظ استعمال کیے ہیں، جن میں سے پہلا لفظ ہے : خِفَافًا ہر حال میں نکلو، ہلکے پھلکے ہو تو بھی نکلو۔ عالم شباب اور جوانی کی طاقت موجود ہو، صحت و تندرستی سے مالا مال ہو، فضل ربی سے مال و دولت کی فراوانی ہو، طویل سفر کے لیے سواری کی سہولت میسر ہو، برضا و رغبت جہاد میں نکلنے کے لیے طبیعت آمادہ ہو تو خوشی خوشی نکلو۔

ﷺ ''بڑھاپے کے ایام ہیں، بیماری کی کیفیت ہے، غربت و تنگدستی ہے، کاروباری مصروفیات نے گھیر رکھا ہے، سواری نہ ہونے کی وجہ سے طبیعت بوجھل ہے۔ سفری ضروریات کی عدم دستیابی کا سامنا ہے یا کثیر عیالداری کی وجہ سے بھاری بھرکم بوجھ تلے دبے ہوئے ہو تو بھی نکلو، صلیبیوں کی کمر توڑنے کے لیے نکلو، صلیبیوں سے جہاد کے لیے نکلو، قتال کے لیے نکلو۔

اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ رومی صلیبی اہل ایمان سے ڈر کر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوں گے۔ عملاً جنگ نہیں ہوگی مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی نوے آیات میں غزوہ تبوک کے متعلقات کو پھیلا کر زبردست اہمیت عطا کر دی۔ آخر ایسا کیوں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو صلیبی مشرکین کے خلاف جہاد کے لیے تیار کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت کے صلیبی ہوں یا آج کے عیسائی، یہ سب اپنے آپ کو سپر طاقت سمجھنے کی احمقانہ سوچ لیے بڑے غرور و تکبر سے اہل ایمان کے ساتھ اسلام دشمنی کی بنیاد پر خونریز معرکہ آرائی کے لیے بے قرار ہیں۔ ان کے اتحادی لشکروں کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ جہادی محاذوں کو گرم رکھنا اور سجانا چاہتا ہے۔ اہل ایمان کے دلوں میں ان صلیبی رومیوں کے خلاف شدید نفرت، بغض و عداوت اور سخت دشمنی کی آگ بھڑکا کر ان سے قتال کی بھرپور ترغیب دیتے ہوئے، میدانوں میں اپنی مدد کے وعدے اور نصرت غیبی کی یقین دہانیاں کراتا ہے۔ صلیبی مشرکین کے اتحادی لشکروں اور بڑی بڑی قوتوں سے ٹکرانے میں ہچکچاہٹ اور تذبذب کا شکار مسلم حکمرانوں اور مجاہدین کو حوصلہ دیتے ہوئے اپنی حیرت انگیز غیبی مدد و نصرت کے سچے واقعات پر غور و فکر کی تلقین کرتے ہوئے دعوتِ جہاد دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا تبوک کے لیے تیاری کا حکم:

تبوک روانگی کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اعلان عام کرا دیا اور صحابہ کرام کو حکم دیا کہ رومیوں سے مقابلہ کے لیے سفر کی تیاری کرو۔ صحابہ کرام نے جونہی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنا تو ہر ایک نے اپنی اپنی حالت ایمانی کے مطابق پروگرام ترتیب دے لیا، اس موقع پر لوگ پانچ حصوں میں تقسیم ہو گئے۔

صف اول کے فدائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعلان سنتے ہی بلا تردد اور بلا تاخیر سفری ضروریات کے حصول کے لیے زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک سواری خرید رہا ہے تو دوسرا مجاہد سامان خوراک کے لیے منڈی پہنچا ہوا ہے۔ ایک طرف اسلحہ جمع کرنے والے ہیں، کہیں تلواریں تیز اور دھاریں درست کی جا رہی ہیں۔ تیر، برچھے، نیزے اور کمانیں درست ہو رہی ہیں غرض مدینہ میں ایک عجیب قسم کی چہل پہل ہے۔

دور و نزدیک سے لوگ آ رہے ہیں، خریداری ہو رہی ہے حتیٰ کہ لوگ تیار ہو ہو کر قافلوں کی شکل میں تبوک روانگی کے لیے مدینہ آنا شروع ہو گئے ہیں۔ بعض تنگدست لوگ اپنے دوست احباب سے قرض مانگ رہے ہیں تاکہ وہ بھی سامان سفر تیار کر کے جہادی لشکر کے ساتھ نکلیں مگر قرض نہیں مل رہا۔ اپنے گھر میں بھی کوئی چیز ایسی موجود نہیں کہ جسے بیچ کر وہ قافلہ جہاد میں شریک ہونے کے قابل ہو سکیں۔ اس پریشانی میں وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر درخواست گزار ہیں کہ آپ انھیں کوئی سواری مہیا کر دیں تاکہ وہ صلیبی مشرکین سے جنگ میں شریک ہو سکیں، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان کی اس درخواست کے جواب کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا:

﴿ قُلْتَ لَآ أَجِدُ مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴾ [التوبة : ۹۲]

”آپ نے فرمایا: میں تمھیں سوار کرنے کے لیے کچھ نہیں پاتا تو وہ لوگ اس حالت

میں واپس ہوئے کہ (شدت غم سے) ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔''

لوگوں کی دوسری قسم رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تبوک روانگی کی منادی اور اعلان سنتے ہی ان لوگوں کے سامنے چھ سو کلومیٹر سے بھی زیادہ لمبے سفر کے ساتھ ساتھ گرمی کی شدت اور تجربہ کار جنگجو دشمن سے مقابلے کا تصور آنے لگا تو کچھ لوگ ابتداً تردد کا شکار ہو گئے لیکن بہت جلد انھوں نے اس شیطانی وسوسہ سے نجات حاصل کر کے تیاری شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وہ لوگ بھی قابل تعریف ہیں کہ جنھوں نے سخت تنگی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک فریق کے دل وسوسہ کا شکار ہونے لگے تھے۔''

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو واقعتاً ضعیف اور مریض تھے (آیت ۹۰ میں تفصیل آ رہی ہے)

چوتھی قسم میں وہ لوگ آتے ہیں جو اگرچہ تھے تو مخلص مگر سستی ان پر غالب آ گئی اور وہ لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ ان کا ذکر آیات: ۱۰۲، ۱۰۶، ۱۱۸ میں موجود ہے۔

پانچویں قسم کے لوگ وہ منافقین ہیں جن کے اسلام دشمن عزائم کو بیان کرنے کے لیے سورہ توبہ میں تقریباً پچپن آیات موجود ہیں۔

حکم جہاد کا صحابہ کرام پر اثر:

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ﴾ ''جہاد کے لیے نکلو ہلکے ہو یا بوجھل۔''

میں سچے مومن کے لیے جہاد میں نکلنے کے لیے اتنی زبردست تاکید اور ترغیب ہے کہ صحابہ کرام کو یہ آیت گھر میں بیٹھنے ہی نہیں دیتی تھی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے نوجوان، بوڑھے اور معذور صحابہ کرام بھی بڑے جوش و جذبے سے خوشی میدان قتال میں نظر آتے ہیں۔

چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے، جب سورہ توبہ کی اس آیت پر پہنچے: ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا ﴾ تو بے ساختہ کہنے لگے کہ ہمارا رب تو ہمیں جوانی اور بڑھاپے میں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیتا ہے۔ میرے بیٹو! میرا سامان سفر تیار کرو اور مجھے جہاد کے لیے رخصت کرو۔ تمام بیٹے باپ کے پاس جمع ہو کر نہایت ادب سے کہنے لگے: ابا جی! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے پھر آپ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی جہاد کیا، اس کے بعد آپ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فریضہ جہاد ادا کیا اب آپ کی عمر کافی زیادہ ہے، بڑھاپے کا غلبہ اور صحت کمزور ہے، آپ گھر میں رہیں اور ہم آپ کی طرف سے جہاد میں شریک ہوں گے۔

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بڑھاپے کے باوجود کہنے لگے: نہیں نہیں! ایسا نہیں ہوسکتا، بس تم لوگ میرا سامان تیار کرو اور تاخیر نہ کرو، تیاری کے بعد وہ جہادی قافلے کے ساتھ نکل پڑے۔ بحری جہاز پر سفر جاری تھا کہ جہاز ہی میں فوت ہو گئے۔''[1]

ٹوٹی ہڈی کے ساتھ شریک جہاد:

سیدنا ابوراشد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں نے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو میدان حمص میں دیکھا کہ ان کی ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے پھر بھی وہ سوار ہو کر جہادی سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا مقداد! شریعت آپ کو معذور سمجھتی ہے، آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں؟ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! سورہ توبہ ہمارے سامنے اتری ہے جس میں حکم الٰہی ہے: ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ﴾ ''ہلکے ہو یا بوجھل ہر حال میں جہاد کے لیے نکلو۔''

❶ كتاب الجهاد لابن مبارك ص: ١٠٤، ١١٦۔ مستدرك حاكم: ٢/ ١٠٤۔

اس لیے میں حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے اس حال میں بھی جہاد کے لیے نکلا ہوا ہوں۔''①

حبان بن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ہم صفوان بن عمرو والی حمص کے ساتھ جراجمہ کی طرف جہاد کے لیے نکلے۔ جب ہم دمشق پہنچے تو وہاں میں نے ایک عمر رسیدہ بزرگ کو دیکھا کہ وہ بھی اپنے اونٹ پر سوار جہادی سفر میں شریک تھے۔ بڑھاپیف کی وجہ سے بھنویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی تھیں۔ میں ان کے قریب ہوا اور کہا: ''چچا جان! آپ تو بڑھاپے کی وجہ سے عنداللہ معذور ہیں۔ میری یہ بات سن کر عمر رسیدہ بزرگ نے ہاتھ کی مدد سے آنکھوں پر سے بھنویں ہٹاتے ہوئے مجھے بغور دیکھا اور پھر فرمایا: بیٹا: سنو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿انْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا﴾ ''ہلکے ہوں یا بوجھل دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد میں نکلنے کا حکم دیا ہے۔②
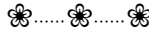
❀......❀......❀

﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ [التوبة : ٤٢]

''اگر جلدی حاصل ہونے والا سامان اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور تیرے پیچھے جاتے لیکن ان پر فاصلہ دور پڑ گیا اور اب وہ اللہ کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمھارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔''

منافقین کے عذر بہانے:

سفر تبوک سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ ہوتا تھا کہ جب کسی غزوے کے

---

❶ تفسیرالطبری : ٣٧٨/٦ ح : ١٦٧٧١۔ مستدرك حاكم : ١١٨/٢۔

❷ تفسیر الطبری : ٩٨/١٠ و فی النسخة الجدیدة : ٣٧٧/٦، ح : ١٦٧٦٠۔

لیے نکلنے کا پروگرام بناتے تو مخالف سمت کا رخ فرماتے تاکہ آخر وقت تک دشمن بے خبر رہے مگر صلیبی رومیوں سے مقابلے کا وقت آیا تو صاف صاف اعلان فرما دیا کہ رومیوں سے جنگ کا ارادہ ہے تاکہ مسلمان خوب تیاری کر لیں۔ صحابہ کرام نے جونہی یہ اعلان سنا کہ رسول اللہ ﷺ رومیوں سے جنگ کی دعوت دے رہے ہیں تو بلاتاخیر سفر کی تیاری شروع کر دی، مگر منافقین حیلے کرتے اور جھوٹے عذر تراشنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان کی دلی کیفیت کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا کہ عنقریب یہ منافق قسمیں کھا کھا کر آپ ﷺ کو یقین دہانیاں کرا کے اپنی مجبوریاں بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ اگر ہم اتنے لمبے سفر کی طاقت رکھتے تو ضرور آپ ﷺ کے ساتھ شریک جنگ ہوتے۔

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر مال غنیمت کے حصول کی امید نظر آ رہی ہوتی اور سفر مختصر ہوتا تو پھر دنیاوی مفاد کے حصول کے لیے منافق بھی شریک جہاد ہو جاتے، ایسے منافق آئندہ بھی مفادات کے حصول کے لیے نکلتے رہیں گے۔

چونکہ منافق آخرت پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ وہ ہمیشہ دنیا کا حریص، لالچی اور طلب گار ہوتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ ہمیشہ تن آسانی اور آرام طلبی کا خواہشمند رہتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں منافقین کی اسی بیماری کا ذکر فرمایا کہ اگر تھوڑی سی محنت اور معمولی سے سفر کے بعد مال غنیمت حاصل ہونے کی امید ہوتی تو پھر یہ دنیا کے حریص نکل پڑتے مگر اب تو صورتحال ان کی خواہشات کے برعکس اور توقعات سے بالکل مختلف ہے۔ پر مشقت اور تھکا دینے والا طویل سفر ہے۔ سواریوں کی شدید قلت اور موسم سخت گرمی کا ہے، مال غنیمت کی امید تو دور کی بات ہے یہاں تو جان جانے کے آثار دکھائی دے رہے ہیں کہ دشمن کی فوج بڑی تجربہ کار، ماہر جنگجو اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہے۔ یہ صورت حال کسی منافق کے لیے قطعاً ساز گار نہیں اس لیے پر مشقت اور لمبے سفر کے لیے یہ تیار نہیں ہو سکتے دوسری بات یہ کہ مال غنیمت کے حاصل ہونے کے امکانات بھی انھیں دکھائی نہیں دے

رہے اس لیے یہ منافق آپ ﷺ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ راہ جہاد کے سفر کی بھوک، پیاس اور تھکاوٹ کے ساتھ ساتھ مقابلے میں آنے والے دشمن کا غیظ وغضب اور میدان جہاد میں مارے جانے کا خوف ان کے دل و دماغ پر سوار ہے۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں:

﴿ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ﴾ [التوبة:٤٢]

''ہم میں نکلنے کی طاقت ہوتی تو ہم تمھارے ساتھ ضرور نکل پڑتے۔''

چونکہ منافق اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے اور اسے اپنی بات پر خود بھی اعتماد نہیں ہوتا اس لیے اسے قسمیں کھا کر اپنی بات سچی ثابت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اپنی بزدلی چھپانے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ان جھوٹی قسموں کا انھیں کچھ فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہی نقصان ہے:﴿ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ ﴾ ''ان جھوٹی قسموں اور بے بنیاد حیلے بہانے پیش کرنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اس لیے کہ﴿ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴾ ''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے منافق کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بیان فرمائی:

((اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ)) ''منافق جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے ان کی جھوٹی قسموں اور بناوٹی عذر بہانوں کا پردہ چاک کر کے مسلمانوں کے سامنے ان کو ذلیل کر دیا ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے اس لیے یہ لوگ خود ہی اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں۔ کتنے احمق ہیں یہ بدنصیب!!

﴿ عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴾

[التوبة: ٤٣]

---

[1] بخاری، کتاب الوصایا، باب قول الله عزوجل ﴿ من بعد وصية ﴾......الخ: ٢٧٤٩۔

’’اللہ نے تجھے معاف کر دیا، تو نے انھیں کیوں اجازت دی، یہاں تک کہ تیرے لیے وہ لوگ صاف ظاہر ہو جاتے جنھوں نے سچ کہا اور تو جھوٹوں کو بھی جان لیتا۔‘‘

مومنین اور منافقین میں فرق جہاد سے ہوتا ہے:

صحابہ کرام رومی صلیبیوں سے جنگ تبوک کی تیاریوں میں مصروف تھے دوسری جانب منافقین گھروں میں پیچھے رہنے کے لیے حیلے بہانے اور جھوٹے عذر بنا بنا کر رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگنے کے لیے پہنچ رہے تھے۔ قسمیں کھا کھا کر اپنی مجبوریاں بیان کر کے چھٹی مانگ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے نرم رویہ کی وجہ سے منافقین کو اجازت دیتے جا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا:

﴿ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ ﴾ ’’آپ نے ان ظالم منافقین کو چھٹی کیوں دی؟‘‘

یہاں تربیتی انداز بھی بہت اچھا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ اے نبی! آپ پریشان نہ ہوں لیکن آئندہ کے لیے راہنمائی یہ ہے کہ پھر ایسا کام نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کا محاسبہ کرتا ہے، تربیت کرتا ہے، حالات سے آگاہ کرتا ہے اور ڈانٹ بھی دیتا ہے، یہ اللہ کا حق ہے، ایسے خاص موقع پر اللہ تعالیٰ نے جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے چھٹی دینے کا اختیار نبی ﷺ کو بھی نہیں دیا اور اگر نبی ﷺ نے اپنی نرم طبیعت کی وجہ سے چھٹی دے دی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے بھی جواب طلب کر لیا ہے۔ ایسے خاص مواقع پر امیر کو بھی اختیار نہیں بلکہ چھٹی کے خواہشمند کے حالات کی تحقیق اور جلد بازی سے اجتناب ضروری ہے۔

﴿ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴾

جھوٹے عذر پیش کرنے والے منافقین کو رخصت دینے میں رسول اللہ ﷺ کچھ تاخیر کرتے تو جہاد میں شرکت کرنے والے سچے اہل ایمان کا آپ ﷺ کو پتا چل جاتا اور جھوٹے عذر پیش کرنے والے منافقین بھی بے نقاب ہو جاتے۔‘‘

عصمتِ انبیاء:

﴿ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ﴾

یہ الفاظ بہت سخت ہیں۔ اے نبی! (ﷺ) آپ نے ان منافقین کو چھٹی کیوں دی؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام سے بھی سخت انداز میں خطاب کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے، تاہم عصمت انبیاء انتہائی اہم موضوع ہے اور اس پر ایک سچے مومن کو بڑی احتیاط سے گفتگو کرنی چاہیے اس لیے کہ منصب نبوت و رسالت بہت اعلی وارفع مقام ہے۔ جو بات یا عمل کسی رسول اور نبی سے متعلق ہو وہ اسلامی قانون اور ضابطہ کی حیثیت رکھتا ہے اور جماعت انبیاء میں سے اگر کسی رسول سے کوئی ادنیٰ اور معمولی سا کام بھی ایسا ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً اصلاح کا حکم آ جاتا ہے تاکہ لوگوں تک صرف وہی دین پہنچے جسے اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور رضا حاصل ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ جو چاہے اور جس سے چاہے جواب طلبی کرے اور یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی غلطی، کوتاہی، لغزش خطا اور نسیان سے پاک ہے۔ ''سبحان'' اس کی صفت ہے اور ہم اپنے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہوئے ''سبحان اللہ'' کہتے ہیں جبکہ انبیائے کرام علیہم السلام سے بعض اوقات خلاف اولیٰ یعنی اعلیٰ ترین کام کی جگہ کم تر درجہ کا عمل سرزد ہو جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ محاسبہ اور مواخذہ کرتا ہے۔ سخت الفاظ میں تنبیہ کے ساتھ ساتھ بعض اوقات توبیخ کا انداز بھی اختیار کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہ جو چاہے اور جس سے چاہے جواب طلبی کرے۔ انبیاء کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو غلطی کرنے سے محفوظ رکھتا ہے اور اگر کہیں لغزش ہو جائے تو اللہ فوراً اصلاح کر دیتا ہے اور انبیاء کی نسبت صحیح بات امت میں باقی رکھتا ہے، انبیاء کے علاوہ امت میں کوئی شخص معصوم نہیں ہوتا کہ جس کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہو۔ یہ صرف انبیاء کا اعزاز ہے۔ اس لیے صرف نبی ﷺ کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔

﴿ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ﴾ زیر تفسیر آیت میں بھی یہی بات مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا کہ آپ نے منافقین کو جہاد سے پیچھے رہ جانے کی اجازت کیوں دی؟ اگر آپ رخصت عطا کرنے میں کچھ تاخیر کرتے تو مومنین صادقین کا سچا جذبہ اور جہاد میں شریک ہونے کے لیے بیقراری کا معاملہ کھل کر سامنے آجاتا اور منافقین کے دلوں کی گھٹن اور عذر بہانے بھی از خود جھوٹے ثابت ہو جاتے۔

❀......❀......❀
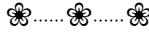
﴿ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴾ [التوبة : ٤٤]

''تجھ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اس سے کہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت؟

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک اصول بیان کر دیا ہے کہ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ہے وہ تو کبھی بھی جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے بلکہ سچے مومن تو جہاد میں بھاگ بھاگ کر جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے اور انھیں اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کا مال جہاد میں لگ جائے اور ان کی اپنی جان اللہ کے دین کی سر بلندی کے کام آجائے۔ ان لوگوں کے دلوں کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور یہ لوگ جہاد میں شریک ہونے کے لیے ہر وقت قافلہ کی روانگی کے انتظار میں رہتے ہیں کہ کب دشمن سے مقابلہ کا موقع آئے اور ہم اپنا مال اور جان اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر کے اس کو راضی کر سکیں۔ پیچھے رہنے کی اجازت طلب کرنا تو بہت دور کی بات ہے اگر انھیں کسی ضروری امر کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ جانے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ کی

طرف سے بھی ہو تو ان کے لیے پیچھے رہنا بہت دشوار اور سخت گراں ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جنگ تبوک سے پیچھے رہنے کا حکم ہوا تو وہ سخت پریشان ہوئے۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو مدینہ میں آپ نے اپنا جانشین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''علی تو اس بات سے خوش نہیں کہ میرے نزدیک تیرا وہی درجہ و مقام ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ہارون علیہ السلام کا تھا فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہادی محاذوں کی تلاش میں رہتا ہے) جب بھی وہ کسی طرف سے (دشمن کے) شوروغل اور گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے، اپنے گھوڑے کی کمر پر بیٹھ جاتا ہے اور اسے ایڑ لگاتا ہوا میدان جہاد میں جا پہنچتا ہے، وہ قتل اور موت کو موت کی گھاٹیوں سے تلاش کرتا ہے۔''②

جہاد میں والدین کی اجازت:

موجودہ حالات میں عملی جہاد میں شرکت اور اگلے محاذوں تک پہنچنے کے لیے ایک خاص معیار کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ ایک اہل شخص کو جب کسی خاص مصلحت کے تحت ذمہ داران روکتے ہیں اور اس کی صلاحیت کے مطابق کوئی دوسری ذمہ داری لگاتے ہیں تو وہ پریشان ہو کر سفارشیں کراتا ہے۔ پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے جہادی محاذ کے لیے لانچ ہونے کی درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ نے مجھے دفتر میں بٹھا دیا، دعوتی کاموں میں مصروف

① بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك وهى غزوة العسرة: ٤٤١٦۔

② مسلم، کتاب الإماره، باب فضل الجهاد والرباط: ١٨٨٩۔

کر دیا، پیچھے رہنے کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔ ایسے مجاہدین کو آنسو بہاتے اور پریشانی کے عالم میں روتے ہوئے بھی ہم نے دیکھا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جہاد میں شرکت کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے۔ ذخیرہ احادیث اور آیات قرآنی سے جو بات جس حد تک ملتی ہے، مسئلے سے اس کا جس حد تک تعلق ہے، ہم من وعن اس کو بیان ہی نہیں کرتے بلکہ عمل بھی کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلی بات یہ کہ سورہ توبہ کی آیت۲۴ کو ایک مرتبہ پھر دیکھیں جس میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی آٹھ محبوب چیزوں کے مقابلہ میں دنیا و آخرت کی تین محبوب ترین چیزوں کا موازنہ کیا ہے۔ ان میں سے پہلی آٹھ یہ ہیں: آباؤ اجداد، اولاد، بہن بھائی، بیوی، خاندان برادری، مال مویشی، تجارتی کاروبار، رہائشیں، مکانات کوٹھیاں اور بنگلے۔ ان کے مقابلے میں تین چیزیں یہ ہیں: ① اللہ تعالیٰ ② اس کا رسول ③ اور جہاد فی سبیل اللہ......جن لوگوں کو پہلی آٹھ چیزیں ان تینوں کی نسبت زیادہ محبوب ہیں تو پھر ان کو عذاب الٰہی کا انتظار کرنا چاہیے، اب متعلقہ مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ہم تین صحیح احادیث پیش کرتے ہیں۔

① ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟'' اس نے عرض کیا کہ جی زندہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ)) ''تو ان کی خوب خدمت کر۔''[1]

② اسی مفہوم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جب اس شخص نے جواباً کہا کہ ماں باپ دونوں زندہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے والدین کے پاس واپس جا اور اچھی طرح ان کے ساتھ رہ۔''[2]

---

[1] بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الجهاد بإذن الأبوين: ٣٠٠٤۔

[2] مسلم، کتاب البر والصلة والأدب، باب بر الوالدين، وأيهما أحق به: ٢٥٤٩۔

③ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر افضل ترین عمل کے متعلق سوال کرنے لگا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ نماز ہے۔'' اس نے کہا: نماز کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ۔'' اس نے عرض کیا کہ میرے والدین بھی موجود ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تجھے والدین سے بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں تو ہر حال میں جہاد کروں گا اور والدین کو جہاد کی خاطر چھوڑ دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو ہی (حالات کو) زیادہ بہتر جانتا ہے۔''[1]

پیش کی گئی ان تینوں احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے از خود تحقیق کی اور حالات کے پیش نظر ان لوگوں کو والدین کی خدمت کا حکم صادر فرمایا ہے، تیسری حدیث کے مطابق اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے اس حکم کو مشورہ تصور کیا اور کہا:

''اللہ کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں تو ہر حال میں جہاد کروں گا اور والدین کو (جہاد کی خاطر) چھوڑ دوں گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کا جہادی جذبہ اور شوق دیکھ کر فرمایا:

((فَاَنْتَ اَعْلَمُ)) ''پھر تو ہی بہتر سمجھتا ہے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ پر غور کریں:

((اٰمُرُكَ بِوَالِدَيْكَ خَيْرًا))

''میں تجھے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔''

اس حکم کے باوجود صحابی نے جب یہ کہا کہ میں تو ہر حال میں جہاد ہی کروں گا اور والدین کو چھوڑ دوں گا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی خواہش کے مطابق فرمایا:

''پھر تو ہی (حالات کو) بہتر سمجھتا ہے۔''

---

1. صحیح ابن حبان: ۱۷۲۲۔ مسند احمد: ۲/۱۷۲، ح: ۶۶۰۲۔

اجازت دینا امیر کا کام ہے:

شرکائے جہاد کے حالات کی تحقیق کرنا امیر کی ذمہ داری ہے۔

اگر ایک مجاہد اپنے گھریلو حالات کے پیش نظر سمجھتا ہے کہ والدین کی خدمت کے لیے دیگر بھائی موجود ہیں اور وہ جہادی محاذ کو ترجیح دیتا ہے تو وہ قابل مواخذہ نہیں اور امیر اس کی نیک خواہش پر عمل میں رکاوٹ نہ بنے بلکہ اس کو محاذ جنگ پر جانے دے۔ تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ جہاد سے پیچھے رہنے کا یہ فیصلہ گھر میں رہ کر نہیں بلکہ گھر سے نکل کر امیر پر چھوڑا جائے۔ اب امیر کے ذمہ یہ بات ہے کہ جہادی ضرورتوں اور ہنگامی قسم کے حالات کے پیش نظر متعلقہ مجاہد کو محاذ جنگ پر بھیجے یا والدین کے حالات کے پیش نظر ان کی خدمت کے لیے اسے واپس کر دے۔

معقول اور نا معقول عذر میں امتیاز کرنا امیر کی ذمہ داری ہے، وہ دیکھے کہ عذر پیش کرنے والا واقعی جہاد کے لیے تیار تھا؟ یا شروع ہی سے بد نیتی کی بنا پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہا اور آخر میں جھوٹے عذر پیش کر کے اجازت طلب کرنے لگا۔

موجودہ حالات میں جہاد:

الحمدللہ جہادی عمل جاری ہے، والدین اپنے بچوں کو جہاد کے لیے خود بھیجتے ہیں حتیٰ کہ مجاہد کی والدہ اور اس کی بیوی سینکڑوں کلومیٹر سفر کر کے اپنے بیٹے اور خاوند کو الوداع کرنے آتی ہیں، تاہم بعض والدین روکنے والے بھی ہوتے ہیں اور وہ بیٹے کو واپس لے آتے ہیں۔ والدین کے دل میں بیٹے کی موت کا خوف ہوتا ہے کہ جہاد میں گیا تو مارا جائے گا، کچھ عرصہ بعد خود آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے بیٹے کو جہاد کرنا چاہیے کیوں کہ ہمیں علم ہی نہیں تھا، مجاہد بیٹے نے قرآن کریم کھول کر آیات پیش کیں تو بات سمجھ میں آ گئی کہ جہاد سے روکنا تو منافقین کا کام ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ﴾

[آل عمران : ١٥٤]

''(اے نبی! آپ ان منافقین سے) کہہ دیں کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت کا مقررہ وقت آ چکا ہوتا تو وہ یقیناً اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے۔''

﴿اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [آل عمران : ١٦٨]

''(منافق تو) وہ لوگ ہیں جو خود تو (جہاد سے) پیچھے بیٹھے رہے اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے لگے کہ اگر تم ہماری بات مان لیتے تو (میدان احد میں) مارے نہ جاتے۔ (اے نبی! ان سے) کہیے کہ اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو تو اپنے آپ سے ہی موت کو ٹال کر دکھلا دو۔''

جہاد میں شریک ہونے کے لیے بے قرار مجاہد اپنے والدین کو ایسی ہی قرآنی آیات اور احادیث رسول پیش کر کے کہتا ہے:

- ابو! اگر میری موت کا وقت آ گیا ہے تو بتایئے اسے کوئی ٹال سکتا ہے؟
- امی جان! اگر میری موت قتل سے لکھی گئی ہے تو فرمایئے کوئی مجھے بچا سکتا ہے؟
- میری بہن! بہت سے مجاہد ایسے ہیں جو کئی کئی سال دشمن سے لڑ کر واپس آ گئے ہیں اور انھیں خراش تک نہیں آئی حالانکہ انھوں نے کئی خونریز معرکے لڑ کر بہت سے دشمنوں کو واصل جہنم کیا ہے مگر وہ غازی بن کر واپس آ چکے ہیں۔

مجھے جانے دیں، جہاد میں شریک ہونے دیں، میرا راستہ نہ روکیں، زندگی رہی تو واپس آ جاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے شہادت عطا کر دی تو جنت کے دروازے پر آپ کے استقبال کے لیے کھڑا رہوں گا، وہاں ہمیشہ اکٹھے رہیں گے، یہاں سے بہر حال ہم نے جدا ہونا ہے۔ یہ دلائل سن کر والدین کے کمزور ایمان میں قوت و طاقت آ جاتی ہے اور وہ خود بچوں کو جہاد

میں شرکت کے لیے چھوڑنے محاذوں تک پہنچ جاتے ہیں۔

❀......❀......❀
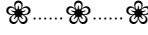
﴿ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴾ [التوبة : ٤٥]

''تجھ سے اجازت صرف وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔سو وہ اپنے شک میں حیران پھرتے ہیں۔''

جہاد سے پیچھے رہنے والوں کا اللہ پر ایمان نہیں :

منافقین کے دل ایمان سے خالی اور شکوک وشبہات سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مجاہدین کو کامیاب اور اسلام کو غالب دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں جہاد میں شریک نہ ہوئے تو عزت مجروح ہوگی لوگ ہمیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھیں گے۔ ایسی باتیں سوچ سوچ کر وہ جہاد میں شرکت کے لیے ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں پھر جہادی مشکلات پر نظر ڈالتے ہیں تو فوراً واپس پلٹ جاتے ہیں۔اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں اسی لیے وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرتے تھے۔

آج بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم جہاد کے مخالف نہیں مگر تم یہ بتاؤ کہ اتنے عرصہ سے تم کشمیر میں لڑ رہے ہو اب تک تم نے کیا حاصل کیا؟ اتنے بندے مروا دیے ہیں بتاؤ تمھیں کیا ملا ہے؟ افغانستان میں کچھ مل گیا تھا اب تو وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ طالبان سے حکومت چھن گئی ہے امریکی بمباری سے مسجدیں ،ہسپتال، سکول، بیشمار شہری آبادیاں اور لاتعداد نہتے مسلمان صفحہ ہستی سے مٹ گئے ہیں۔ امریکہ نے مزید آگے بڑھ کر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔اب چند مسلمان ملک باقی ہیں تم اپنے اس جہادی جذبے سے ان کو بھی برباد کراؤ گے؟

ہمارے ہاں جہاد کو بس حکومت کے حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، اگر حکومت نہ ملے یا

مل کر چھن جائے تو اسے جہاد کی ناکامی تصور کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ منہج کی غلطی ہے۔ جہاد کے کئی مقاصد ہوتے ہیں ایک نتیجہ اسلامی حکومت کا قیام بھی ہوسکتا ہے، ہم صرف اسی نتیجے کو اصل سمجھتے ہیں جبکہ نتیجے اللہ تعالیٰ دیتا ہے، کبھی وہ جلد نتیجہ دیتا ہے اور کبھی اپنے بندوں کی لمبی آزمائشیں کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ صبر و استقامت اختیار کرنے والے کون کون ہیں؟ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا میں اللہ کچھ بھی نہ دے اور آخرت میں دے دے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کا حکم کیا ہے؟ اگر صرف دنیاوی نتائج کو سامنے رکھ کر جہاد کریں گے تو کبھی نہیں کرسکیں گے، غالباً موجودہ دور میں جہاد سے پیچھے رہنے کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، سوچیے! اگر عالم اسلام کے بہت سے خطے محفوظ ہیں تو اس کا باعث عراق و افغانستان اور کشمیر و فلسطین میں ہونے والا جہاد ہی تو ہے۔

❀......❀......❀
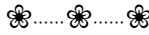
﴿ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ۝ لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴾ [التوبة : ٤٦، ٤٧]

”اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے کچھ سامان ضرور تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا ناپسند کیا تو انھیں روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو، اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور تم میں فتنہ چاہتے ہوئے ضرور تمھارے درمیان دوڑتے پھرتے اور تم میں ان کی باتیں کان لگا کر سننے والے بھی ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔“

مسلمانو! ان منافقین کا نہ نکلنا عین تدبیر الٰہی کے مطابق تمھارے لیے بہت ہی بہتر تھا بالفرض اگر یہ لوگ سفر تبوک میں تمھارے ساتھ نکل پڑتے تو تمھاری قوت و طاقت میں ہرگز ہرگز اضافہ نہ کرتے بلکہ تمھیں پریشان کرتے، مایوس کن خبریں پھیلاتے، بڑی خرابیاں پیدا کرتے، افواہیں پھیلا پھیلا کر اضطرابی کیفیت پیدا کرتے، لوگوں کے ذہن خراب کرتے، اہل ایمان کی صفوں میں انتشار و فساد برپا کرنے کی سازشیں کرتے۔ ادھر کی بات ادھر اور

ادھر کی ادھر، معمولی بات کو بڑھا چڑھا کر آپس میں دشمنیاں اور عداوتیں پیدا کرتے، اختلاف و انتشار پیدا کرنے کے لیے بھاگے پھرتے اور اپنی شرارتوں کے ذریعے فساد کی آگ بھڑکا دیتے۔

مسلمانو! تمھارے اندر بعض سادہ لوح مسلمان ایسے بھی ہیں جو منافقین کی باتوں کو توجہ سے سنتے ہیں اور اپنی سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے منافقین کی شر انگیزیوں کو نہیں سمجھتے اس لیے اگر بڑے بڑے منافق شریک سفر ہوتے اور وہ حسب معمول اپنی چرب زبانی کے ذریعے افواہیں اور بزدلی پھیلاتے، مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی سازشیں کرتے تو یہ سادہ لوح مسلمان ان کی باتوں میں آ سکتے تھے۔ مسلمانو! ان کا نہ نکلنا ہی تمھارے لیے باعث خیر اور باعث غنیمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا جہاد کے لیے اٹھنا پسند ہی نہیں کیا اور تم ان کی شر انگیزیوں اور شرارتوں سے محفوظ ہو گئے۔

جہاد سے جی چرانے کے موجودہ بہانے:

اس وقت دنیا کے مختلف محاذوں پر جہاد جاری ہے اور پوری دنیا کے مسلمان نظریاتی طور پر کئی حصوں میں تقسیم ہیں۔ آج مسلمانوں کی ایک قابل ذکر تعداد جہادی راستہ اختیار کرنے اور مجاہدین سے اپنا تعلق جوڑنے سے خوف زدہ ہے، اصل میں دنیا سے محبت رکھنے والے انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''ان لوگوں کا جہاد کے لیے نکلنا اللہ تعالیٰ نے پسند ہی نہیں کیا اور انھیں کہہ دیا گیا کہ اپاہج و معذور لوگوں کے ساتھ اور گھروں میں بیٹھنے والی عورتوں اور بچوں کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو۔''

خدمت جہاد کی سعادت ہر شخص کے حصہ میں نہیں ہے، اس اعزاز کے مستحق تو اسلام کے پروانے، جہاد کے شیدائی، دین کے فدائی اور اللہ اور اس کے رسول سے دلی محبت و پیار کرنے والے سچے مجاہد ہیں جو صرف آخرت کی کامیابی کے لیے دنیا کی ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے ہیں۔

جہادی خدمت کا جب بھی کوئی موقع ہاتھ لگے یا آپ کو امیر کی طرف سے تربیتی دورہ جات کے لیے بلاوا آئے تو بلا تاخیر لبیک کہتے ہوئے اڑ کر پہنچیں، یہ مت کہیں کہ یہ دورہ تو میں نے پہلے سے کیا ہوا ہے یا مجھے اس دورے کی ضرورت نہیں اور یہ خیال بھی دل میں نہیں آنا چاہیے کہ میرا علم و مرتبہ اس دورے، پروگرام اور سفر سے بالا ہے۔ یاد رکھیں! یہ اور ایسے تمام خیالات شیطان کی طرف سے ہیں جونہی ایسی سوچ اور خیال آئے ((اَعُوْذُ بِاللّٰہِ......لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ)) پڑھیں اور استغفار کو کثرت سے لازم پکڑیں۔

خبردار! کہیں ایسا نہ ہو کہ سستی، غفلت اور مداہنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے، جہاد جیسے عظیم الشان عمل کی توفیق چھین لے، اٹھا کے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اس لیے دعا کرتے رہا کریں کہ یا اللہ! جتنا عمل کیا ہے اسے قبول فرما۔ یا اللہ! آخر دم تک جہاد اور مجاہدین فی سبیل اللہ سے وابستہ رکھ، یا اللہ! ہماری لغزشوں، کوتاہیوں اور جہاد کے راستہ میں اور زندگی بھر میں جو خطائیں ہم سے سرزد ہوئیں وہ سب معاف فرما، یا اللہ! جہاد میں ثابت قدم رکھ، کافروں پر فتح وغلبہ اور شہادت کی موت نصیب فرما!

ایک مشاہدہ:

میں اپنا ذاتی مشاہدہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ جہاد میں شریک ہوئے، تربیت حاصل کی، پھر انھیں شکوک وشبہات نے آگھیرا، پہلے پہل تو اصلاح کے نام پر گفتگو کی، پھر پروپیگنڈہ، جہاد کے خلاف باتیں، مجلسیں اور آہستہ آہستہ نماز باجماعت سے پیچھے رہنے لگے، پھر نماز میں سستی اور بالآخر دین سے پیچھے ہٹ کر دنیا کے فضول، بے ہودہ اور بے مقصد کاموں میں زندگیاں برباد ہونے لگیں۔ ایسے لوگوں کی مجالس سے اجتناب ضروری ہے ان کی غیبتوں اور بہتان تراشیوں سے سادہ مسلمان متاثر ہو سکتے ہیں۔

ہمارے بہت سے بھائی جہاد چھوڑ کر دنیا داری کی طرف پلٹنے والوں سے سخت پریشان ہوتے ہیں اور ہونا بھی چاہیے مگر ان کے پلٹ جانے میں جو مصلحت اللہ جانتا ہے ہم نہیں

جانتے، البتہ ہم نے یہ ضرور دیکھا ہے کہ جن لوگوں میں خیر ہوتی ہے وہ جہادی محاذوں کی طرف بالآخر پلٹ آتے ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ان کو جہاد سے بہت دور پھینک دیتا ہے اور وہ دنیا کی دلدل میں دھنس جاتے ہیں۔

❀......❀......❀
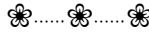
﴿لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِن قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ﴾ [التوبة : ٤٨]

''بے شک انھوں نے اس سے پہلے بھی فتنہ ڈالنا چاہا اور تیرے لیے کئی معاملات الٹ پلٹ کیے، یہاں تک کہ حق آپہنچا اور اللہ کا حکم غالب ہوگیا، حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔''

منافقین ہمیشہ فتنہ وفساد پھیلانے کی سازشیں کرتے رہے :

منافقین کی فتنہ انگیزیوں کا پردہ چاک کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ یاددہانی کرا رہا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین کی خباثت کوئی پہلا موقع تو نہیں ہے۔ یہ بدبخت تو اس سے پہلے بیسیوں مرتبہ اپنی ناپاک سازشوں کے ذریعے آپ ﷺ کے معاملات کو درہم برہم کرنے کی تدبیریں اور سازشیں کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق کا بول بالا کیا اور آپ ﷺ کو عزت و فتح عطا فرمائی ہے۔ جوں جوں دین کو غلبہ نصیب ہوتا گیا ان کا نفاق، اسلام سے بغض وعناد اور حسد بڑھتا گیا ہے، چند مثالیں یہ ہیں :

❁ ''رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو قریش مکہ اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے درمیان خط کتابت اور باہمی رابطے قائم ہو گئے۔ مشرکین مکہ کے اکسانے پر عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھی جمع کیے اور ہجرت کے پہلے سال نبی ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہوگیا...... رسول اللہ ﷺ کو پتا چلا تو آپ ﷺ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور انھیں نصیحت فرمائی جس میں ایک بات یہ بھی تھی

کہ تم اپنی اولاد اور بھائیوں سے لڑنا چاہتے ہو؟ اس نصیحت کا بہت اچھا اثر ہوا اور لوگ بکھر گئے۔'' ①

رمضان ۲ ہجری بدر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فتح عطا فرمائی تو عبداللہ بن ابی منافق جل بھن گیا اور اپنے حسد و کینہ کو مزید چھپا نہ سکا، وہ بے اختیار بول اٹھا:

اب یہ لوگ ہمارے بس میں نہیں رہے۔ ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم ظاہراً مسلمان ہو جائیں اور جو دل میں ہے اسے چھپائے رکھیں وقت آنے پر دیکھا جائے گا اور ان کو دکھا دیا جائے گا۔ ②

۲ھ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مبین عطا فرمائی، اس اہم موقع پر منافقین اور یہودیوں نے مل کر مدینہ شہر میں پروپیگنڈہ کے ذریعے ہلچل مچا دی اور یہ خبر بھی اڑا دی کہ رسول اللہ ﷺ شہید کر دیے گئے۔ درحقیقت یہ ان کی دلی خواہش تھی جو لبوں تک آ گئی۔

شوال ۳ھ جنگ احد کے انتہائی نازک موقع پر غداری کرتے ہوئے عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو اسلامی لشکر سے نکال لایا تاکہ باقی ماندہ لشکر کے حوصلے پست ہوں اور اہل ایمان شکست کھا کر نیست و نابود ہو جائیں۔

شوال ۵ھ جنگ خندق کے موقع پر منافقین نے مسلمانوں میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہمیں دھوکا دیا۔ اب تو مارے گئے۔ یوں بھی واویلا کر رہے تھے کہ اے اہل یثرب! میدان جہاد سے واپس پلٹ آؤ محاذوں پر رہنے کے لیے یہ وقت مناسب نہیں ہے۔ جھوٹے عذر بہانے گھڑ گھڑ کر کہہ رہے تھے کہ اے اللہ کے نبی! ہمارے گھروں کو خطرہ ہے اس لیے کہ وہ

---

① سنن أبو داؤد، كتاب الخراج والفيء والإمارة، باب خبر النضير: ٣٠٠٤۔
② تفسير ابن كثير: ٢/ ٥٦٨۔

خالی ہیں سو ہمیں اجازت دیجیے یہ انداز بھی اہل ایمان کے حوصلے پست کرنے کے لیے تھا۔

غزوہ بنی المصطلق ۵ ہجری میں ہوا، جس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین کی ایک جماعت بھی تھی جو اس سے پہلے کبھی کسی جہاد میں شریک نہیں ہوئی، اس پورے سفر میں منافقین نے اپنی خباثتیں جاری رکھیں، مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کی مذموم کوششیں کرتے رہے جن میں سے چند ایک پیش کی جا رہی ہیں :

- عبداللہ بن ابی نے کہا : جب ہم مدینہ واپس ہوئے تو عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔
- اسی غزوہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس بد بخت نے بہتان باندھ کر رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو مسلسل ایک ماہ تک سخت اذیت سے دو چار کیے رکھا۔
- ۷ ہجری میں یہودیوں کے خلاف جونہی رسول اللہ ﷺ نے خیبر روانگی کی تیاریاں مکمل کیں، عبداللہ بن ابی ملعون نے یہود خیبر کو اطلاع بھیج دی اور یہ مخبری بھی کر دی کہ محمد ﷺ بڑی قلیل تعداد اور معمولی عسکری ساز وسامان سے مسلح ہیں جبکہ حربی تیاری، تعداد اور اسلحہ تمھارے پاس زیادہ ہے، دیکھو! ڈرنا نہیں، چوکس ہو جاؤ، تیاری کر لو اور ان کو خوب سبق سکھا کر واپس بھیجو۔

ربیع الاول ۴ ہجری کو غزوہ بنی نضیر پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس ایک مقتول کی دیت کی ادائیگی میں تعاون کے لیے تشریف لے گئے۔ یہودیوں سے مالی اعانت حاصل کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے دو آدمی قتل کر دیے، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ان دونوں کے پاس ضمانت کا عہد تھا، مقتولین کی دیت میں حصہ دینے کے لیے معاہدے کی رو سے یہودی بھی پابند تھے، اس دیت کے لیے رسول اللہ ﷺ ان کی بستی میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش تیار کی اور کوٹھے کی چھت سے رسول اللہ ﷺ پر چکی کا پاٹ گرانے کا منصوبہ بنایا، اللہ تعالیٰ نے وحی سے مطلع فرمایا تو نبی ﷺ وہاں سے فوراً نکل آئے اور مدینہ پہنچ کر یہودیوں کو دس دن کے اندر اندر علاقہ خالی کرنے کا حکم بھیجا، یہودیوں نے علاقہ چھوڑنے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ عبداللہ بن ابی ملعون نے یہودیوں کو پیغام بھیجا کہ گھر بار نہ چھوڑو میں تمھاری حفاظت اور مدد کے لیے دوہزار کے مسلح لشکر کے ساتھ حاضر ہوں، بنوقریظہ اور بنوغطفان بھی تمھاری مدد کے لیے پہنچ جائیں گے اور خود تم بڑے بہادر، جنگجو، دلیر اور جنگی چالوں کے استاد ہو، پھر ڈرتے کیوں ہو؟ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد رسول اللہ ﷺ کے شامل حال رہی اور منافقین ذلیل و خوار ہوئے، اس کامیابی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [الحشر: ٢]

''مسلمانو! تمھیں تو ان یہودیوں کے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا اور وہ خود بھی یہ سمجھتے تھے کہ ان کے مضبوط قلعے ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا لیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی جگہ سے عذاب بھیجا کہ جہاں سے ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے اجاڑ رہے تھے۔ تو اے آنکھوں والو، عبرت پکڑو۔''

۞ منافقین نے غزوہ تبوک کے ایام میں مسجد ضرار تعمیر کر کے سازشوں کے لیے خفیہ اڈا تعمیر کر لیا، جسے تبوک واپسی پر نبی ﷺ نے مسمار کرا دیا، یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی مدد فرمائی۔

﴿ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴾ [التوبة : ٤٨]

''(منافقین کی سازشیں جاری رہیں) یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب آ گیا جبکہ منافقین غلبہ حق کو ناپسند کرتے رہے۔''

❀......❀......❀

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ [التوبة : ٤٩]

''اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے مجھے اجازت دے دیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈالیں۔ سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرنے والی ہے۔''

تارک جہاد فتنے میں جبکہ مجاہد محفوظ ہے:

غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے کے لیے منافقین کے عذر بہانے اور حیلوں کا ذکر جاری ہے، منافقین میں سے ایک سردار جس کا نام جد بن قیس تھا، یہ بد بخت دیگر تمام منافقین سے بالکل مختلف بہانا گھڑ لایا اور کہنے لگا:

''اے اللہ کے رسول! میرے متعلق سب جانتے ہیں کہ میں عورتوں سے بہت زیادہ رغبت رکھتا ہوں اور اگر آپ کے ساتھ تبوک کے لیے گیا تو رومی عورتوں کو دیکھ کر فتنہ کا شکار ہو جاؤں گا لہٰذا آپ مجھے ساتھ لے جا کر فتنہ میں نہ ڈالیں۔''[1]

اس مکار منافق کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خبردار! یہ ظالم تو فتنے میں پڑ چکے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا نکتہ بیان کیا ہے قرآنی الفاظ پر غور کریں ﴿ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ﴾ ''خبردار! جہاد سے پیچھے رہنے کے بہانے بنا کر آنے والے یہ لوگ فتنے میں گر چکے ہیں، جبکہ مجاہدین فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

---

[1] تفسیر الدرالمنثور : ٣/٢٤٧، ٢٤٨۔

((أَظَلَّتْكُمْ فِتَنٌ، كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ أَنْجَى النَّاسِ مِنْهَا، صَاحِبُ شَاهِقَةٍ يَّأْكُلُ مِنْ رِسْلِ غَنَمِهِ أَوْ رَجُلٌ مِّنْ وَّرَآءِ الدَّرُوْبِ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهِ يَأْكُلُ مِنْ فَيْئِ سَيْفِهِ)) [1]

''تمھیں اندھیری رات کی طرح فتنے گھیر لیں گے، ان میں سب سے زیادہ نجات پانے والا وہ ہوگا جو کسی پہاڑی درے پر رہتا ہوگا اور اپنی بکریوں سے کھاتا ہوگا یا وہ مجاہد جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے جہادی راستوں پر گامزن ہوگا اور اپنی تلوار کی کمائی (مال غنیمت) سے کھاتا ہوگا۔''

جد بن قیس اور دیگر منافق لوگ خودفریبی اور اپنی بیماری کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جھوٹے بہانے پیش کر کے رسول اللہ ﷺ کو دھوکا دینے میں کامیاب ہوگئے ہیں، ہرگز نہیں بلکہ ان کی دلی کیفیت یہ ہے اور تبوک کے تھکا دینے والے طویل سفر اور گرمی کی شدت کے خیال ہی سے ان کے دل بیٹھنے لگتے ہیں۔ پیدل سفر، نا کافی سواریاں، راستے کی بھوک پیاس کے تصور ہی سے مرنے لگتے ہیں، دنیا کی مانی ہوئی ماہر ترین لڑاکا فوج کے ساتھ خونریز جنگ کے تصور ہی سے یہ بزدل اور ڈرپوک منافق کانپ کانپ جاتے ہیں۔

زمانہ جنگ میں خوبصورت رومی عورتوں کی طرف نظر اٹھانا تو بہت دور کی بات ہے یہ مکار، فریب کار، بزدل اور منافق تو مدینے میں بیٹھے ہی مسلح رومی لشکر کو اپنے خیالوں میں یوں صف بستہ دیکھ رہے ہیں کہ بس ابھی تیر، تلواریں، نیزے اور برچھے چلنے ہی والے ہیں اور دل ہی دل میں یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ شکر ہے ہم پیچھے رہ گئے جو مسلمان تبوک گئے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ سلامت باقی نہیں بچے گا۔ یہ بدبخت اہل ایمان کے مکمل خاتمے اور یقینی تباہی کے انتظار میں بیٹھے رومی صلیبیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

منافقو! تم رومی لشکر کے ہاتھوں اہل ایمان کی تباہی و ہلاکت کے خیالوں کو چھوڑو اپنی فکر کرو، تمھارے یہ جھوٹے عذر بہانے اور گفتگو بہت تکلیف دہ ہے، تم سرکشی میں بہت دور

---

[1] مستدرك حاكم: ٢/ ٩٣ ح: ٢٤٦٠ و صححه الحاكم و وافقه الذهبی۔

نکل گئے ہو جہاں جہنم تمھارے انتظار میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴾ [التوبۃ : ٤٩]

''اور بے شک جہنم نے کافروں کو گھیر رکھا ہے۔''

ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِلطَّاغِينَ مَآبًا ﴾ [النباء : ٢١۔٢٢]

''بے شک جہنم کافروں کی گھات میں ہے، سرکش اور شریروں کا وہی ٹھکانا ہے۔''

منافقو! مسلمانوں کے متعلق برے خیالات کی بجائے اپنا جائزہ لو! تمھیں تو جہنم نے گھیر لیا ہے، تمھارے بھاگنے اور بچنے کے تمام راستے بند ہیں اور تم شدید محاصرے میں ہو، بتاؤ! بچ کر کہاں جاؤ گے؟

❀......❀......❀

﴿ إِن تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۖ وَإِن تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ ۝ قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ [التوبۃ : ٥٠، ٥١]

''اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا اور اس حال میں ہٹتے ہیں کہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ کہہ دے ہمیں اس کے سوا ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو تو لازم ہے کہ اللہ ہی پر بھروسا کریں۔''

اللہ تعالیٰ منافقین کی خصلتوں کو بیان کرتا ہے کہ اہل ایمان کو اگر کامیابی مل جائے، وہ علاقہ فتح کر لیں یا مال غنیمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو منافقین کو یہ کامیابی بری لگتی ہے۔ بہت تکلیف اور جلن ہوتی ہے، اہل ایمان کی کامیابی کی خبریں سنتے ہی ان کے منہ لٹک جاتے ہیں، وہ جل بھن جاتے ہیں ایسے مواقع پر منافقین کے دلوں میں اہل ایمان

کے خلاف چھپی عداوت بغض وحسد اور دشمنی نمایاں ہو جاتی تھی۔

دوسری بات منافقین کی تکلیف کا باعث یہ بھی تھی کہ جہاد پر روانگی کے وقت تو انھوں نے جھوٹے عذر بہانے پیش کر کے موت سے بچنے کے لیے پیچھے رہنا پسند کیا مگر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو کامیابی، فتح، مال غنیمت اور محاذ جنگ سے صحیح سالم واپس لے آیا تو منافقین مال غنیمت سے محروم ہونے کی وجہ سے بھی دانت پیستے رہ گئے۔

﴿ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ ﴾ ''اور اگر اہل ایمان کو میدان جہاد میں تکلیف پہنچے اور ان کو اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنا پڑے اور شہدا کی تعداد میں اضافہ ہو تو منافقین بغلیں بجاتے ہوئے خوشی سے پھولے نہیں سماتے، تبصرے کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ محمد (ﷺ) ان بیوقوفوں کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال رہے ہیں۔ منافقین اہل ایمان کو بیوقوف کہا کرتے تھے جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے:

﴿ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ﴾ [البقرة : ۱۳]

''وہ کہتے کیا ہم بھی بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں؟''

چنانچہ وہ اپنے حیلوں بہانوں کو عقلمندی اور دور اندیشی سے تعبیر کرتے اور اپنی عیاری، ہوشیاری اور چالاکی گردانتے ہوئے کہتے ہیں دیکھو! ہم نے تو پہلے ہی سے اپنا معاملہ درست کر لیا تھا بلکہ ہم تو ان لوگوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ جہاد میں نہ جاؤ محمد (ﷺ) تمھیں مروا دیں گے، مگر ان لوگوں نے ہماری ایک نہیں سنی، چلو مزہ چکھ لیا، مجالس میں گفتگو اور دن بھر اپنی کامیابیوں کے تذکرے کر کے کہتے کہ ہم نے تو جنگِ احد کے دن بھی بڑا سمجھایا تھا، فلاں موقع پر بھی انھیں منع کیا تھا مگر ان لوگوں نے ہماری بات پر توجہ ہی نہیں دی، پھر جب گھروں کو پلٹتے ہیں تو کیفیت کچھ یوں ہوتی ہے:

﴿ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ﴾ ''واپس پلٹتے ہوئے بڑے خوش ہوتے ہیں۔''

﴿ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا ﴾

اے نبی! اعلان کر دیں کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی ﴿ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ﴾ مگر وہ مصیبت جو پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی تھی۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور اسی پر ہمارا ایمان ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہمارا مولیٰ و مددگار ہے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسا و توکل کرنا چاہیے۔

شکوک وشبہات میں گرفتار لوگوں کی مجالس :

موجودہ جہادی صورت حال پر بعض سادہ لوح اور کم علم مسلمان تذبذب اور تردد کا شکار ہیں، کبھی مجاہدین کے حق میں باتیں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہت اچھا کام کر رہے ہیں اور کافروں کے مظالم کا جواب جرأت و استقامت سے دیتے ہوئے بے مثال قربانیاں پیش کر رہے ہیں، یہ لوگ جہاد اور مجاہدین کے لیے کچھ کرنے کی سوچ میں ہوتے ہیں کہ اچانک آزمائش کی خبریں آنا شروع ہو جاتی ہیں، کبھی قافلے کا قافلہ ہی شہید ہوگیا یا حکومت کی طرف سے سختی کی خبریں مجاہدین کی گرفتاریوں اور جیلوں میں بند ہونے کی خبریں سو یہ لوگ پھر پیچھے پلٹ جاتے ہیں۔

آج کے منافقین اور بعض بے بصیرت مبصرین اپنی نجی مجالس میں تبصرے کرتے ہیں کہ یہ مجاہد نہیں طاغوتی حکمرانوں کے ایجنٹ ہیں، کشمیر میں بندے مروا رہے ہیں، کچھ کہتے ہیں کہ کافروں سے نہیں ان لوگوں کو مسلم حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا چاہیے، کچھ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے دن گنے جا چکے ہیں، کچھ اس انتظار میں ہیں کہ اب تو امریکہ آ گیا ہے جہادیوں کے لیے موت کے پھندے تیار ہیں، ان کے لیے گرفتاریوں کے آرڈر آ چکے ہیں، جیل کی کال کوٹھڑیاں ان کا انتظار کر رہی ہیں، افغانستان میں طالبان کا بڑا نام تھا، امریکہ نے صفایا کر دیا، امریکہ نے تو عراق پر بھی قبضہ کر لیا ہے، اب فلاں کی باری ہے، کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو عقل ہی نہیں، اب بھی جہاد جہاد کی رٹ لگاتے پھرتے ہیں چلو مزہ چکھ لیں گے ہم نے تو اپنا معاملہ درست کر رکھا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے حوصلے بڑھانے اور جذبہ صبر و استقامت کو مزید پختہ کرنے کے لیے فرمایا کہ اے نبی! آپ اعلان کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو خیر اور مصیبت لکھ دی ہے وہی پہنچے گی، اس کے علاوہ دشمن ہزار چاہے، لاکھ کوشش کرے ہرگز تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اگر ہمارے مالک نے ہمارے لیے کوئی حادثہ، مصیبت، کوئی زخم، شہادت یا کوئی شکست لکھ دی ہے تو وہ مالک ہے جو چاہے کر سکتا ہے ہم تو ہر حال میں اسی پر بھروسا رکھتے ہیں اس لیے کہ وہی اکیلا ہمارا مددگار ہے۔

تقدیر اور تدبیر:

''آپ کہہ دیں ہرگز نہیں پہنچتی ہمیں (کوئی بھلائی یا برائی) مگر وہی جو ہمارے اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے۔''

آیت کی تفسیر رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی:

رومی صلیبیوں کی تیاریوں اور حملے کی خبر ملتے ہی رسول اللہ ﷺ نے دشمن کے مقابلہ کے لیے زبردست تیاری شروع کر دی۔ اس تیاری میں دشمن کو جارحانہ کارروائی اور سر پر چڑھ آنے کا موقع نہیں دیا بلکہ شدید ترین مشکل حالات اور تنگی و عسرت کے باوجود استطاعت کے مطابق آپ ﷺ نے تیاری کی اور تیس ہزار کا نیم مسلح لشکر لے کر چھ سو کلومیٹر سے زیادہ فاصلے پر صلیبیوں کی کمر توڑنے کے لیے نکل پڑے۔ اپنے عمل سے گویا یہ سبق دیا کہ ہمارا کام اتنا تھا جتنا ہم کر سکے اب ہمارا کام ختم، ہمارا بھروسا اللہ پر ہے جو نتیجہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے ہم اس پر راضی، خوش اور مطمئن ہیں۔

بعض نادان اور بے عقل لوگ توکل کا معنی یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو نہ تیاری کرو اور نہ کسی قسم کی محنت، جو قسمت میں لکھا ہے وہ مل جائے گا۔ یہ سوچ صریحاً غلط اور بے عقلی کی دلیل ہے، تقدیر پر ایمان اور اللہ تعالیٰ پر توکل کا معنی: کم ہمتی، بے بسی اور بے تدبیری ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو کام ذمے لگایا ہے ہم وہ کریں اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، یہ توکل ہے۔

مجاہدین کی تکالیف پر منافقین کا خوش ہونا یہ بھی جہالت اور تقدیر پر کمزور ایمان کی نشانی ہے۔ سفر جہاد میں مجاہد کے اٹھنے والے ایک ایک قدم پر اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتا ہے۔ یہ پر عزم مجاہدین سفر جہاد میں سوار ہوں یا پیدل، چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ جائیں، بھوک پیاس کی شدت، میدان جہاد کے زخم...... بازو کٹنا یا ہاتھ کا شل ہونا، ٹانگ سے محروم ہو کر لنگڑا ہو جانا حتیٰ کہ گردن کٹوا کے مقام شہادت حاصل کرنا، ان سب کو منافقو! تم ہمارے لیے برائی تصور کرتے ہو؟ نہیں یہ ہمارے لیے اعزاز ہے، واللہ العظیم! بہت بڑی کامیابی ہے اور اس میں ہمارے لیے جنت کی عظیم الشان خوشخبری ہے۔ دوسری بات جس کا تمھیں انتظار کے ساتھ ساتھ حزن و ملال بھی ہے وہ ہے تبوک کی فتح، ملکوں پر تسلط، دشمن پر غلبہ اور مال غنیمت کے ڈھیر! یہ بھی ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، ہمارے لیے خوبی اور خوشخبری ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ ﴾

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے کٹ مرے یا دشمن پر غالب آ جائے تو یقیناً ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴾ [محمد: ٤]

''اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔''

❀......❀......❀
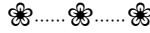
﴿ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ﴾ [التوبة: ٥٢]

''کہہ دے تم ہمارے بارے میں دو بہترین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا انتظار کرتے ہو اور ہم تمھارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمھیں اپنے پاس سے کوئی عذاب پہنچائے یا ہمارے ہاتھوں سے، سو انتظار کرو بے شک ہم

بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں۔''

خوشی پر شکر اور مصیبت پر صبر:

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

''ایمان دار شخص کی حالت پر تعجب ہے کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے اور وہ شکر ادا کرتا ہے تو اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔''[1]

منافقو! جان لو اگر ہم میدان جہاد میں کٹ مریں تو دنیا کی سختیوں سے نجات اور جنت کی ابدی راحت کے حقدار ہیں اور اگر زندہ پلٹ آئیں تو غلبہ اسلام کی خوشی میسر آئے گی۔

منافقو! تم بھی دو باتوں کا انتظار کرو:

پہلی بات یہ کہ جہاد سے پیچھے رہنے کے حیلے بہانے اور جھوٹے عذر پیش کرنے کے جرم میں اللہ تعالیٰ فوری طور پر دنیا میں یا تاخیر سے آخرت کے عذاب میں تمھیں پکڑ لے اور یہ بات بہر حال تمھارے لیے باعث ذلت و رسوائی اور سخت تکلیف کا باعث ہے یا اللہ! مسلمانوں کی مدد کر کے ان کے ہاتھوں سے تمھیں ہلاک کروا دے سو کسی ایک یا دونوں قسم کے انجام کا انتظار کرو، یہ دونوں باتیں تمھاری ذلت و رسوائی کا باعث ہیں جبکہ مجاہدین کے لیے ہر حالت کامیابی کی ضامن ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص میری راہ میں جہاد کے لیے نکلے، اس کا مجھ پر ایمان ہو اور اسے میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کسی اور چیز نے جہاد کے لیے نہ نکالا ہو تو میں اسے اجر و ثواب اور غنیمت کے ساتھ واپس لے آؤں گا یا (شہید ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کروں گا۔''[2]

---

1. مسلم ، کتاب الزھد، باب المؤمن أمره كله خير : ٢٩٩٩۔
2. بخاری ، کتاب الإیمان، باب الجھاد من الإیمان : ٣٦۔

﴿ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴾ [التوبة: ٥٣، ٥٤]

''کہہ دے خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ بے شک تم نافرمان لوگ رہے ہو اور انھیں کوئی چیز اس سے مانع نہیں ہوئی کہ ان کی خرچ کی ہوئی چیزیں قبول کی جائیں مگر یہ بات کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ سست ہوتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ ناخوش ہوتے ہیں۔''

منافقین کا جہاد فنڈ اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا:

منافقین کی ناپسندیدہ عادتوں اور شرارتوں کا ذکر جاری ہے اور انھیں خبردار کیا جا رہا ہے کہ تم جھوٹے عذر اور بہانے بنا کر جہاد سے پیچھے رہنا پسند کرتے ہو تو پھر یاد رکھو! راہ جہاد میں تمھارا مال بھی قبول نہیں۔

❀ دوسری بات یہ ہے کہ نماز کے لیے دلی رغبت کے ساتھ نہیں بلکہ سستی، کاہلی اور بد دلی کے ساتھ آتے ہیں۔

❀ تیسری بات یہ ہے کہ دل کی گھٹن اور کراہت کے ساتھ جہاد کے لیے مال پیش کرتے ہیں۔

❀ چونکہ منافق کا آخرت پر یقین نہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں...... اسی لیے وہ دنیا ہی کو سب کچھ جانتا اور مانتا ہے۔ مال خرچ کرتے وقت اس کے سامنے دنیاوی اغراض و مقاصد ہوتے ہیں مثلاً وہ لوگوں کے سامنے اپنی حیثیت، اہمیت اور سخاوت ظاہر کرنے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔

❀ خرچ کیے ہوئے مال کے بدلے بہتر سہولت، معاوضہ اور مفاد پیش نظر رکھتا ہے اور اس

خیال سے مال دیتا ہے کہ اگر ان کو کامیابی مل گئی تو کہہ سکیں گے کہ ہم نے بھی مال خرچ کیا تھا ہم تو تمھارے ساتھ ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کفر جہاد اور اسلام دشمنی بھری ہوئی ہے اور یہ فاسق لوگ ہیں۔

نماز اور منافق:

منافقین کی نماز کا نقشہ قرآن کریم میں ان الفاظ میں بھی ہے:

﴿ وَإِذَا قَامُوٓا۟ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُوا۟ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴾

[النساء: ١٤٢]

''(منافقین) جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو نہایت سست اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور نہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے مگر بہت کم۔''

منافقین کی مجبوری یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کریں چونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو جانتے تھے کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ اس لیے جو شخص نماز میں نہ آتا تو اہل ایمان کو اس کے متعلق شبہ ہوتا کہ یہ منافق ہے، مسلمان تو بڑے ذوق وشوق اور محبت کے ساتھ اذان سنتے ہی مسجد کا رخ کرتے مگر منافقین کے لیے اس وقت قدم بھاری، دل بوجھل ہو جاتے اور چہروں پر مردنی چھا جاتی۔ وہ مجبوراً آجاتے مگر کاہل، سست اور مریل مریل سے، محض حاضری لگوانے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز میں شامل ہوتے۔ منافقین کی ایک اور خصلت کو بیان کرتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''منافق بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آجاتا ہے (غروب ہونے لگتا ہے) تو کھڑا ہو کر جلدی جلدی چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس نماز میں وہ اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتا ہے۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق پر فجر اور عشاء کی نمازوں سے زیادہ بھاری

---

[1] بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعۃ: ٦٥٧۔

کوئی اور نماز نہیں۔''

یہ ہے منافق کی نماز کہ کوئی دیکھ رہا ہو تو بڑے سکون سے اور اگر کوئی نہیں دیکھ رہا تو پھر نہ صحیح رکوع اور نہ اطمینان سے سجدہ، بس جلدی جلدی نماز سے جان چھڑا کر بھاگنے کی فکر اور مال خرچ کرتے وقت بھی کیفیت :

﴿ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ﴾ [التوبة : ٥٤]

''اور نہیں خرچ کرتے مگر کراہت اور دل کی گھٹن کے ساتھ۔''

ایسے مال کو بھلا اللہ تعالیٰ کیسے قبول کرتا؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا)) [1]

''اللہ تعالیٰ خود بھی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔''

منافق کے مال خرچ کرنے کا مقصد لوگوں کو دکھانا ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ﴾ [البقرة : ٢٦٤]

''جو شخص لوگوں کے دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا تو ایسے شخص کی مثال ایسے ہے کہ جیسے ایک چکنا اور صاف پتھر جس پر مٹی جمی ہو پھر اس پر زور کا مینہ برسا تو مٹی بہہ گئی اور پتھر باقی رہ گیا۔''

اسی طرح ریاکار منافق کو بھی ایسے خرچ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قبول ہی نہیں کیا خواہ یہ لوگ خوشی خوشی مال پیش کریں یا بادل نخواستہ، ان کا دیا ہوا مال ہر حال میں عنداللہ مردود اور نا مقبول ہے۔

[1] مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها : ١٠١٥۔

پکے منافق کافر ہی ہیں مگر ان سے قتال نہیں :

اس آیت کے علاوہ بھی قرآن کریم میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کو کافر قرار دیا ہے، یہاں پہلے ان کے کفریہ انداز کو ہم بیان کریں گے اور بعد میں ان سے قتال کا حقیقی مفہوم پیش کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ ﴾ [التوبة : ٥٤]

''بے شک یہ منافق اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ٥٥]

''اور وہ (منافق) حالت کفر ہی میں مرجائیں گے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ [التوبة : ٦٦]

''عذر بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد کفر کے مرتکب ہو چکے ہو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ﴾
[التوبة : ٧٤]

''یہ منافق قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انھوں نے وہ بات نہیں کہی اسلام لانے کے بعد یقیناً کلمہ کفر ان کی زبان سے نکل چکا ہے۔''

﴿ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ ﴾ [التوبة : ٧٤]

''اور وہ کفر کے مرتکب ہوگئے اپنے اسلام لانے کے بعد اور ایسے کام کا انھوں نے ارادہ کیا جسے پورا نہیں کر سکے۔''

﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا ﴾ [التوبة: ۸۰]

''اے نبی! (ﷺ) اگر آپ ستر دفعہ بھی ان منافقین کے لیے بخشش کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ہرگز انھیں معاف نہیں کرے گا، یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا ہے۔''

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [التوبة: ۸٤]

''ان کا جنازہ نہ پڑھیں اور قبر پر بھی نہ کھڑے ہوں، یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے کفر کیا ہے اور یہ فاسق لوگ ہیں۔''

﴿ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [التوبة: ۹۰]

''ان کافروں کو عنقریب دکھ دینے والی مار پڑ کر رہے گی۔''

﴿ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة: ۱۲۵]

''ان کی نجاست اور گندگی میں اضافہ ہو چکا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مریں گے۔''

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [المنافقون: ۳]

''یہ لوگ ایمان لا کر پھر کافر ہو گئے ہیں، ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے اس لیے اب تو یہ حق کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔''

منافق کی بیالیس علامات :

- اہل ایمان کی فتح و کامیابی پر ان کے منہ لٹک جاتے ہیں۔
- اہل ایمان پر آنے والی تکلیف پر خوشیاں مناتے ہیں۔ [التوبة: ۵۰]
- اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اہل ایمان کو دھوکا دیتے ہیں۔ [التوبة: ۲]
- جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے بناتے ہیں۔ [التوبة: ٤۹]
- دوسرے لوگوں کو بھی جہاد سے روکتے ہیں۔ [الأحزاب: ۱۸/۳۳]

- میدان جہاد میں شہید ہونے والوں پر تبصرے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہماری بات مان لیتے تو اس طرح نہ کٹ مرتے۔ [آل عمران: ۳/۱٦۸]
- راہ جہاد میں مال خرچ کرنے سے ہاتھوں کو روکے رکھتے ہیں۔ [التوبة: ۹/٦۷]
- جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ [المنافقون: ۲]
- میدان جہاد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے وعدوں کو دھوکا قرار دیتے ہیں۔ [الأحزاب: ۱۲]
- خود تو جہاد سے باز رہتے ہی ہیں مجاہدین کو بھی پلٹنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ [الأحزاب: ۱۸]
- ان کے دلوں میں کفر کی بیماری ہے۔ [البقرة: ۲/۱۰]
- برائی کا حکم دیتے اور نیکی سے روکتے ہیں۔ [التوبة: ۹/٦۷]
- منافق لوگ اللہ تعالیٰ کو بھولے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلا دیا۔ [التوبة: ۹/٦۷]
- مجاہدین کی حوصلہ شکنی کے لیے پریشان کن افواہیں پھیلاتے ہیں۔ [الأحزاب: ٦۰]
- سخت بزدل اور ڈرپوک ہیں۔ [التوبة: ٥٦]
- کہتے ہیں کہ اگر ہم لڑائی جانتے تو ضرور تمھارا ساتھ دیتے۔ [آل عمران: ٤:۱٦۷]
- جھوٹے عذر بہانے بنا کر رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہیں ہمارے گھروں کو خطرہ ہے اس لیے واپس جانے کی اجازت دیں۔ [الأحزاب: ۳۳/۱۳]
- اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آیات الٰہی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ [التوبة: ۹/٦٥]
- جہاد فنڈ میں حصہ لینے والوں پر طنز کرتے ہیں۔ [التوبة: ۹/۷۹]
- دل کی ناگواری اور بوجھل طبیعت سے مال خرچ کرتے ہیں۔
- اسلام کے خلاف ان کی زبانیں قینچی کی طرح چلتی ہیں، بڑے چرب زبان اور باتونی ہیں۔ [الأحزاب: ۱۹]
- دنیاوی مال میں سے کچھ مل جائے تو خوش اور نہ ملے تو منہ لٹکا لیتے ہیں۔ [التوبة: ۹/٥۹]
- بالکل بودے، دیوار کے ساتھ نصب لکڑی کے تراشے ہوئے بت ہیں۔ [المنافقون: ٤]

- بے شعور، خطرے کے وقت آنکھیں ایسے پھیرتے ہیں جیسے موت کی بے ہوشی طاری ہو۔[الأحزاب: ۱۹/۳۳]
- بے عقل اور بڑے فسادی۔[البقرة: ۲/۲]
- بھلائی کے کاموں پر بخل کرنے والے۔ [الأحزاب: ۱۹/۳۳]
- سخت جھگڑالو۔ [البقرة: ۲۰۴/۲]
- گونگے، بہرے اور اندھے۔[البقرة: ۱۸/۲]
- سخت جھوٹے۔ [المنافقون: ۱]
- جہاد میں جو لوگ مال دیتے ہیں ان کو منع کرتے ہوئے کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں پر مال خرچ نہ کرو۔[المنافقون: ۷/۶۳]
- نماز باجماعت سے پیچھے رہتے ہیں۔[1]
- راتوں کو چھپ کر اسلام کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔[النسا: ۱۰۸/۴]
- شیطان ان پر مسلط ہے جس نے ان کے دلوں سے اللہ کی یاد کو بھلا دیا۔[المجادله: ۱۹/۵۸]
- جہاد میں شریک ہونے والوں کو فتنہ میں مبتلا قرار دیتے ہیں۔[التوبة: ۴۹]
- اپنے فسادی عمل کو اصلاح کا نام دیتے ہیں۔ [البقرة: ۱۱]
- نماز کے لیے سست آتے ہیں۔[النساء: ۱۴۲]
- لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ [النساء: ۱۴۲]
- نماز میں ٹھونگیں مار کر جلدی بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔[2]
- ریاکاری کے لیے مال خرچ کرتے ہیں۔[النساء: ۱۴۲]
- نمازوں میں اللہ تعالیٰ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔[النساء: ۱۴۲]

---

1. مسلم، كتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى: ٦٥٤۔
2. مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر: ٦٢٢۔

⇦ وعدہ کر کے پورا نہیں کرتے۔

⇦ جھگڑے میں گالیاں بکتے ہیں۔ [1]

❀......❀......❀

﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ٥٥]

''سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔''

مال و اولاد کے ذریعے دنیا میں عذاب :

منافقین کے بیہودہ عذر بہانے اور شرمناک رویے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتہائی غیظ وغضب اور شدید غصے کا اظہار ہے۔ مال و دولت اور اولاد دونوں نعمت ہیں ان کی ضرورت انبیائے کرام سے لے کر ہر انسان کو رہتی ہے اور ان کے حصول کے لیے دعائیں کرنا بھی ثابت ہیں مگر منافقین کے لیے یہ دونوں نعمتیں دنیا میں عذاب بنی تھیں اور اب بھی منافقین کے لیے یہ دونوں نعمتیں اسی دنیا میں باعث عذاب ہیں۔

مال باعث عذاب کیسے؟

کافر اور منافق دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے اس لیے مال حاصل کرنا، جمع کرنا، جوڑ جوڑ کر اور گن گن کر رکھنا اس کی زندگی کا مدعا اور مقصد ہوتا ہے، وہ یہ احمقانہ سوچ بھی رکھتا ہے کہ اس کا جمع شدہ مال ہمیشہ ہمیشہ اس کے پاس ہی رہے گا اور ہمیشہ اسے زندہ رکھے گا اس لیے مال حاصل کرنے میں دن رات لگا رہتا ہے۔ حلال وحرام کی پروا کیے بغیر مال بڑھانے کی فکر میں غرق رہتا ہے۔ جہاد میں مال کی ضرورت ہو تو مٹھیاں بند کر لیتا ہے۔

---

[1] مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨۔

منافقین بھلائی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کے تصور ہی سے پریشان ہو جاتے ہیں، دل کو کچھ ہونے لگتا ہے، گھبراہٹ اور مال کم ہونے کے تصور ہی سے ہارٹ اٹیک کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، یہ ایک عذاب ہے جو منافقین پر مسلط رہا اور مال و دولت اور یہ خزانہ ان کی راحت کا ذریعہ نہ بن سکا بلکہ ہر وقت اسے بڑھانا......انھیں یہی فکر لاحق رہی اور وہ اسی حالت حرص وبخل ہی میں مرتے رہے۔

اولاد باعث عذاب کیسے؟

منافقین کے لیے ان کی اولادوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے باعث عذاب بنا دیا اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے غزوہ بنومصطلق کی مثال دیکھ لیں۔

''غزوہ بنو المصطلق'' سے واپسی پر اسلامی لشکر نے پڑاؤ کیا۔ یہاں ایک چشمہ سے پانی لیتے ہوئے دو مسلمانوں کا معمولی جھگڑا ہوگیا۔ ان میں سے ایک نے مہاجرین کو جبکہ دوسرے نے انصار کو مدد کے لیے پکارا۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ فوراً موقع پر تشریف لے گئے اور فرمایا: ''میں تمھارے اندر موجود ہوں پھر بھی جاہلیت کی آوازیں بلند کی جا رہی ہیں؟ ایسی آوازوں کو چھوڑو یہ تو بدبودار ہیں۔'' بات آئی گئی ہوگئی، لوگ منتشر ہو کر اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ جب یہ خبر عبداللہ بن ابی منافقین کے سردار تک پہنچی تو اس نے لوگوں کو خوب اشتعال دے کر اکسایا اور علاقائی تعصب کی آگ بھڑکاتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ لوگ ہمارے علاقے میں آ کر بہت دلیر ہوگئے ہیں۔ وہ اب تو ہمارے مقابلہ کے لیے بھی کھڑے ہوگئے ہیں حاضرین سے کہنے لگا یہ مصیبت تم نے خود اپنے سر لی ہوئی ہے تم نے ان لوگوں کو اپنے شہر (مدینہ) میں جگہ دی، مال دیے، اب یہ تمھارے ہی مقابلے میں آ گئے ہیں۔ خبردار! اب بھی موقع ہے اپنے ہاتھوں کو روک لو! ان پر خرچ بند کر دو پھر دیکھو یہ لوگ چند دنوں میں مارے بھوک کے تمھارا شہر چھوڑ کر بھاگ نکلیں گے۔ اس نے مزید کہا: اچھا! اب ایک مرتبہ ہمیں مدینہ واپس پہنچنے دو پھر دیکھو! ہم میں سے معزز آدمی

ذلیل شخص کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے اس منافق کی باتوں کو قرآن میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ﴾ [المنافقون: ٨]

''یہ منافق ہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہیں ان پر مال خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ چلتے بنیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو اس سے عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔''

اس ملعون کی یہ باتیں ایک کم عمر صحابی سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن لیں اور اپنے چچا کو بتائیں، یوں رسول اللہ ﷺ کو یہ ساری بات پہنچی، اس منافق کو پتا چلا کہ راز فاش ہوگیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہوئے وہ اپنی کہی ہوئی بات سے انکار کرنے لگا اللہ تعالیٰ نے یہ آیات: ﴿ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ ﴾ نازل فرما کر اس کے جھوٹ کا پول کھول دیا۔

عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا، یہ سچے مسلمان اور نبی ﷺ سے محبت کرنے والے تھے، جب انھیں اس ساری صورت حال کا پتا چلا تو قافلے سے آگے نکل گئے اور مدینہ شہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر قافلے کی آمد کا انتظار کرنے لگے، قافلہ پہنچ گیا، لوگ مدینہ شہر میں داخل ہوتے گئے، جب ان کا باپ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی شہر میں داخل ہونے لگا تو وہ میان سے تلوار نکال کر باپ کے آگے کھڑے ہو کر کہنے لگے اللہ کی قسم! تم مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اب بیٹے نے باپ کو روک رکھا ہے، لوگ شہر میں داخل ہو رہے ہیں مگر یہ منافق اندر داخل نہیں ہوسکتا، رسول اللہ ﷺ قافلے کے پیچھے پیچھے تشریف لا رہے تھے جب آپ وہاں پہنچے تو منظر بڑا ہی عجیب تھا۔ بیٹے کے ہاتھ ننگی

[1] تفسیر ابن کثیر: ٥/٤٢٢۔

تلوار ہے اور اس نے اپنے باپ کو روکا ہوا ہے بیٹا کہہ رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صاحب عزت ہیں اور تم ذلیل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے منافق پر ترس کھایا اور مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ تب بیٹے نے منافق باپ کا راستہ چھوڑا۔

ایک اور موقع پر سیدنا عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا:

''اے اللہ کے رسول! میرے باپ عبداللہ بن ابی کو اگر آپ ﷺ قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو مجھے حکم فرمائیں، اللہ کی قسم! اس منافق کا سر میں خود آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔''[1]

منافقین پر مال اور اولاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب تھا اور وہ عذاب میں مبتلا رہ کر اسی حالت کفر و نفاق میں مر گئے۔

آج بھی اکثر مسلمان مال کی محبت میں گرفتار ہیں۔ مال حاصل کرنے کی فکر میں حلال و حرام کی تمیز ختم، مال بڑھانے کے لیے سودی کاروبار...... رشوتیں لے کر بینک بیلنس بڑھانا، زیورات جمع کر کے خوش ہونا، پلاٹ، جائداد، مکانات، کوٹھیاں، دوکانیں اور فیکٹریاں بنانے کی فکر میں آج کا مسلمان کولہو کے بیل کی طرح جتا ہوا ہے۔

لاکھوں کروڑوں روپے کا مالک ہے مگر دودھ نہیں پی سکتا، گوشت کھانے سے ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے، چینی اس کی بند ہے، دیسی گھی کے قریب نہیں جا سکتا، فلاں سبزی سے پرہیز ہے، جائزہ لیں تو اکثر بڑے بڑے صنعتکار، تاجر حضرات بیماریوں میں گرفتار ہیں بالعموم یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے مال خرچ کرنے سے گھبراتے ہیں، دین کے لیے کسی بڑی رقم کے خرچ سے ہارٹ اٹیک کا خطرہ رہتا ہے...... الا ما شاء اللہ۔

کیا ہمارے لیے بھی اولاد باعث عذاب ہے؟

بالعموم ہمارے مسلمان اولاد کی صحیح تربیت نہیں کرتے اور یہ نعمت ان کے لیے باعث

---

[1] الرحیق المختوم، ص: ٤٥١۔ ابن هشام...... ٢/ ٢٩٠، ٢٩١۔

عذاب ثابت ہوتی ہے مثلاً بیٹے کی پیدائش ہی سے اللہ تعالیٰ کی نا فرمانی شروع ہو جاتی ہے۔خوشی کے اس موقع پر لوگ کیا کیا نہیں کرتے ؟ بچہ یا بچی پڑھنے کے لائق ہوجائے تو نظریں ایسے سکولوں کی طرف اٹھتی ہیں کہ جن میں بچہ مسلمان کے بجائے انگریز نظر آئے۔ صبح اٹھتے ہی ماں اپنے پیارے بچے کو تیار کرے گی، اس کی ٹیڑھی مانگ نکالے گی۔ پینٹ شرٹ اور اس کے گلے میں ٹائی باندھ کر انگریز بنا دے گی، باپ بچے کو گاڑی میں کسی مشنری سکول چھوڑ آئے گا،مصروفیات زیادہ ہوں تو نوکر چھوڑ آئے اور لے آئے گا۔ ایسے والدین کی دلی تمناہوتی ہے کہ یہ بچہ اتنا پڑھ لکھ جائے، ڈگریاں اتنی زیادہ ہوں اور اس کا چال چلن انگریزوں جیسا ہو کہ امریکہ اسے نوکر رکھ لے۔ اس کالے انگریز پر والدین بہت خرچ کرتے ہیں، ٹیوشن فیسیں دیتے ہیں۔ بچہ خوب انگریزی بولتا ہے، انگریزی لباس میں رہتا ہے، یہ دیکھ کر والدین بڑے خوش ہوتے ہیں اب بیٹا کسی بڑے عہدے پر افسر لگ جائے گا۔رشوت لے کر خوب پیسہ کمائے گا،ہمیں بھی کھلائے گا اورخود بھی عیش کرے گا۔

اس کا باپ بچے کی شادی ہم پلہ تعلیم یافتہ کے لیےکسی انگریزی چال ڈھال رکھنے والی لڑکی کو تلاش کرے گا۔ شادی پر لاکھوں خرچ کرے گا۔فخریہ دعوتیں کرے گا اور اسی طرح بیٹی کو لاکھوں کا جہیز دے گا،نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہی اولاد نا فرمان ہو جائے گی۔ پھر یہ اولاد والدین کی بے عزتی اور ہتک کرنے کے ساتھ ساتھ کیا کیا کرتی ہے؟ ہر صاحب بصیرت خوب جانتا ہے، ایسی اولاد اور مال دنیا میں باعث عذاب بن جاتا ہے۔ والدین کی آرزوؤں پر پانی پھر جاتا ہے تمناؤں پر اوس پڑ جاتی ہے اور پھر ہاتھ ملتے ہوئے کہتے ہیں کاش! اولاد کو دین کی تعلیم دلواتے، اولاد کی اخلاقی تربیت کرتے مگر اب تو وقت گزر گیا، یہ بات بھی ثابت ہے کہ ایسے بچے والدین کے جنازے پر گونگے، بہرے چپ کھڑے ہوتے ہیں۔ان کو نماز آتی ہےاور نہ جنازے کی دعائیں، ایسی ہی اولاد اور مال سے خبردار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''خبردار! اے ایمان والو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ تمھیں رزق دیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرلو اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ پکڑے اور وہ کہنے لگے: ''اے میرے رب تو نے مجھے مزید تھوڑی مدت کے لیے مہلت کیوں نہ دی (اگر مہلت مل جاتی تو پھر) میں صدقہ و خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا، حالانکہ جب کسی کی موت کا وقت آ جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے۔'' [المنافقون: ۹-۱۱]

چندے کے بجائے عقائد و اعمال کی اصلاح پر توجہ:

اکثر مسلمان بے علمی، غفلت اور سستی کی وجہ سے دین سے دور ہیں۔ انھیں آخرت کی فکر نہیں، جہنم کے عذاب کا ڈر نہیں اور جنت کے حصول کی تڑپ نہیں۔ اس جرم میں ہمارے اکثر مسئولین اور علماء برابر کے شریک ہیں، یہ رابطوں پر نکلتے ہیں، بڑے بڑے مالداروں کی فیکٹریوں میں جاتے ہیں، بڑے دوکانداروں سے ملتے ہیں، بلکہ بار بار ایسے ہی لوگوں سے ملتے ہیں، ان ملاقاتوں کا مقصد صرف چندہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ صنعتکاروں، تاجروں مالداروں سے ملاقاتوں کا انداز بڑا نامناسب ہوتا ہے، خوشامد کا پہلو نمایاں، خان صاحب، چوہدری صاحب، ملک صاحب، شیخ صاحب، فلاں صاحب اور فلاں صاحب کرتے دکھائی دیتے ہیں، دین کی صحیح دعوت پیش کرنے سے اس لیے ڈرتے ہیں کہ یہ ناراض ہو کر چندہ بند کر دے گا، اگر کسی مسئول، عالم اور داعی کے ذہن میں یہ بات موجود ہے تو اس کے عقیدے میں بہت بڑی خرابی، ایمان میں بگاڑ اور عمل برباد ہے۔

مسئولین، علمائے کرام اور داعیان دین کے لیے ضروری ہے کہ امیر اور غریب کی تفریق سے بالاتر ہو کر بلا امتیاز ہر ایک کو دعوت پیش کریں اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح

کریں ان کے اعمال درست کریں، لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں، بھلائی اور نیکی کے امور کی طرف بھرپور رغبت دلائیں، منکرات اور نافرمانی کے کاموں سے ان کو بچائیں، ان کی آخرت کی فکر کریں، انھیں جنت کے راستے یعنی صراط مستقیم پر لانے کے لیے زبردست محنت کریں۔ آپ کا جس شخص سے رابطہ ہو گیا ہے اس کو خوب دعوت دیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس کا دین بچالے، ایمان محفوظ کر دے، اللہ تعالیٰ راضی ہو کر اسے جنت میں داخل کر دے، اب ایسے شخص سے آپ چندہ لیں اور بے شک یہ بہت تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے گا اور اس کا دیا مال قبول کرے گا، یہ حقیقی کامیابی ہے۔
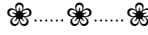
❀......❀......❀

﴿ وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ۝ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴾ [التوبة: ٥٦، ٥٧]

''اور اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یقیناً وہ تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔ اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ پا لیں یا کوئی غاریں یا گھسنے کی کوئی جگہ تو رسیاں تڑاتے ہوئے اس کی طرف لوٹ جائیں۔''

منافقین کی بزدلی:

منافقین کی بزدلی کا نقشہ پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی ایک بڑی نشانی یہ بیان کی ہے کہ وہ ہر وقت سہمے سہمے اور دہشت زدہ رہتے ہیں۔ ہنگامی حالات اور زمانہ جنگ میں ایک طرف تو مجاہدین دشمن سے مقابلہ کی تیاریوں میں اسلحہ کی دیکھ بھال، مرمت و خریداری میں مصروف ہوتے ہیں۔ منڈیوں اور بازاروں میں جہادی گہما گہمی ہوتی ہے۔ سواریوں کی خرید و فروخت کا سماں ہوتا ہے۔ مجاہدین کا جہادی جذبہ، زوردار تیاریاں اور زبردست چہل پہل سے منافقین کے دل بجھے بجھے، چہرے غمگین، قدم بوجھل اور یہ فکر دامن گیر کہ پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا؟ ہمیں ساتھ چلنے کا حکم آ گیا تو کیا کریں گے؟

منافقین یہ پریشانی لے کر ایک دوسرے سے ملتے اور مشورہ کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو پیچھے رہ جانے کے پروگرام پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی بہانہ بنا لو عذر گھڑ لو۔ اپنے من گھڑت عذر کو سچا ثابت کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ مسلمانو! یقین کرو! اگر فلاں مجبوری نہ ہوتی تو ہم میدان جہاد میں ضرور تمھارے کندھوں سے کندھے ملائے کھڑے ہوتے۔

حالت امن میں منافقین کی پریشانیاں:

منافق حالت امن میں بھی سکون سے محروم اور اطمینان قلب سے کوسوں دور ہوتا ہے۔ اس کی طبیعت میں ٹھہراؤ نہیں ہوتا۔ ہر وقت خوف زدہ، حالات کی معمولی تبدیلی پر سخت پریشان، خطرے کی ذرا سی بات پر چہروں کا رنگ فق، دلوں کی دھڑکن تیز، پتا نہیں اب کیا ہوگا؟ معلوم نہیں یہ مسلمان کیا کرنا چاہتے ہیں؟ کیوں جمع ہیں؟ اہل ایمان کی وسیع مجلس ہو یا دو بھائیوں کا مل بیٹھنا، یہ لوگ اس کو اپنے لیے خطرہ تصور کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ضرور ہمارے خلاف ہی کوئی بات ہو رہی ہے۔ مجالس کے راز اچک لینے کی نیت سے کان لگا کر باتیں سننے اور مجالس میں جاسوس بھیجنے کی کوشش، کن اکھیوں سے حالات اور مجلس کا جائزہ لینے کے لیے آنکھوں کو گھمائیں گے، بس کھٹکا یہی کہ کہیں میرے جھوٹ کا پول ہی نہ کھل جائے۔ کہیں سازش بے نقاب ہی نہ ہو جائے، منافقت کا پردہ چاک ہی نہ ہو جائے، معمولی آہٹ پر گھبرا جانا اور ذرا سے کھٹکے پر چونک جانا، یہ ہر آواز کو ایک دھماکا اور اپنے لیے پیغام موت سمجھتے ہوئے بلبلا اٹھتے ہیں۔ ان کی اس کیفیت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ﴾ [المنافقون: ٤]

''ہر (چھوٹی) بڑی آواز کو اپنے لیے یوں خیال کرتے ہیں کہ بس کوئی آفت اور

مصیبت آئی کہ آئی۔''

﴿فَإِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ﴾ [الأحزاب : ١٩]

''جب کبھی خوف اور ڈر کا وقت آجائے تو (اے نبی!) تو دیکھتا ہے کہ تجھے اس طرح دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چاروں طرف گھوم رہی ہیں جیسے اس شخص کی آنکھیں گھومتی ہیں جسے موت کی غشی نے آپکڑا ہو۔''

فرمایا:

﴿وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ﴾ [التوبة :٥٦]

یعنی قسمیں کھا کھا کر ان کا یقین دہانیاں کرانا کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں، صریح جھوٹ ہے، یہ منافق ہیں، ہرگز ہرگز تمھارے ساتھ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ زبر دست ڈرپوک اور بزدل لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی دلی کیفیت ہم بیان کر دیتے ہیں خوب توجہ سے سنو اور یادرکھو:

﴿لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ﴾

[التوبة : ٥٧]

''یہ منافق اگر کہیں اپنے لیے کوئی بچاؤ اور پناہ کی جگہ دیکھ لیں یا چھپنے کے لیے انھیں کوئی غار مل جائے یا گھس بیٹھنے کی کوئی محفوظ جگہ میسر ہو تو سرکش جانور کی طرح رسی تڑا کر بھاگ جائیں اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھیں۔''

سبب کیا ہے؟

انھیں اسلام سے دشمنی ہے۔ اہل ایمان سے بغض و عداوت ہے۔ ان کی کامیابیوں اور ترقی پر یہ جلتے ہیں۔ حسرت کی وجہ سے اہل ایمان کی کامیابیوں اور عزت و وقار میں اضافہ کو یہ لوگ برداشت ہی نہیں کر سکتے۔

دوسری وجہ یہ کہ یہ اہل ایمان سے ڈرتے بھی ہیں چونکہ مشرکین کا حشر دیکھ چکے ہیں اور یہودیوں کے انجام سے بھی خوب آگاہ ہیں اس لیے خوفزدہ رہتے ہیں کہ اب کہیں ہماری باری نہ آجائے۔ اس خطرے کو ٹالنے اور مصیبت سے بچنے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ﴾ [المجادلة : ١٦]

''ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔''

ان کا مقصد ومدعا صرف : ﴿ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا اور لوگوں کو جہاد سے روکنا ہے، اب یہ لوگ اپنے مذموم مقاصد میں ناکام ہو کر بھاگنا چاہتے ہیں۔ کسی وسیع ملک میں پناہ کے طالب ہیں مگر صورت حال اب تو یہ ہے کہ اسلام غالب ہوتا جا رہا ہے، اہل ایمان ملکوں پر ملک فتح کرتے جا رہے ہیں۔ اب روم فتح کرنے کی بھی زبردست تیاریاں ہیں۔ اب یہ منافقین بھاگیں تو کہاں؟ چھپیں تو کس جگہ؟ اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی زبردست منظر کشی اور ان کی دلی کیفیت کی خوبصورت عکاسی کی ہے کہ یہ لوگ ہر طرف سے مایوس ہیں اور اب تو کیفیت یہ ہے اور ان کی سوچوں کا دائرہ سکڑ کر یہاں آ پہنچا ہے کہ کہیں کوئی چھوٹی بڑی جائے پناہ مل جائے حتیٰ کہ کسی غار میں چھپنے کے ساتھ امن مل سکے تو یہ وہاں بھاگ جائیں۔ ان کو مزید مسلمانوں کے اندر رہنا گوارا نہیں۔ ان کے اندر نفرت، دوری اور سرکشی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی باتوں اور قسموں پر یقین نہ کرنا اور ہرگز یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ یہ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں اور واقعی تمھارے ساتھ ہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ: ﴿ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ﴾ [المنافقون : ٤]

''وہ تو دشمن ہیں ان سے بچ کر رہو۔''

❀......❀......❀

﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ

سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴾ [التوبة: ۵۸۔۵۹]

''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تجھ پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں پھر اگر انھیں ان میں سے دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انھیں ان میں سے نہ دیا جائے تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور کاش کہ واقعی وہ اس پر راضی ہو جاتے جو انھیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، جلد ہی اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی۔ بے شک ہم اللہ کی طرف ہی رغبت رکھنے والے ہیں۔''

منافق! مال کا حریص اور دولت کا بھوکا:

تبوک روانگی اور تیاری کے مرحلہ پر منافقین کے عذر بہانے دیکھ کر مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ یاد دہانی کرا رہا ہے کہ یہ منافق صرف مال کے پجاری اور دولت کے حریص ہیں۔ روپے پیسے اور سونے چاندی کے غلام ہیں۔ لالچی اور خودغرض، جہاد سے پیچھے مگر مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت مال حاصل کرنے کے لیے آگے آگے، جہاد میں مال خرچ کرنے میں سخت ناگواری، مال غنیمت اور صدقات کے ڈھیروں کو دیکھ کر کچھ پا لینے کی آرزو۔ اس مال سے منافقین کو حسب منشا کچھ مل جائے تو بڑے خوش اور اگر نہ ملے تو منہ سو جائے، ناک کے نتھنے پھیلائے الزام تراشی، عیب جوئی اور پروپیگنڈہ پر اتر آتے ہیں۔ ایسے بدخصلت منافقین کی شقاوت اور بدبختی کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں فرمایا:

((تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَ عَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَ اِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَ انْتَكَسَ وَ اِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ)) [1]

''تباہ و برباد ہو روپے پیسے کا بندہ، ہلاکت و بربادی ہو مال و دولت کے غلام کے لیے جو محض من پسند کپڑوں کا خواہاں ہے، اگر اسے کچھ دے دیا جائے تو شاداں و

[1] بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الحراسة فی الغزو فی سبيل الله: ۲۸۸۷۔

فرحاں ہوتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض اور ناخوش یہ شخص بد بخت اور بدنصیب ہو اور ٹھوکر کھائے اور اگر اس بدنصیب کو کانٹا چبھ جائے تو نہ نکالا جائے۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے درہم و دینار اور روپے پیسے کے حریص اور متلاشی کو درہم و دینار کا غلام، روپے پیسے کا نوکر اور بندہ قرار دیا ہے اس لیے کہ اس کی آخری منزل انہی چیزوں کا حصول ہوتا ہے۔

اس آیت میں بالکل یہی بات بیان ہو رہی ہے: ﴿ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا
''اگر اس مال میں سے انھیں کچھ دے دیا جائے تو خوش ہوں۔''
﴿ وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴾
''اور اگر اس مال میں سے انھیں کچھ نہ ملے تو ناراض ہو جاتے ہیں۔''

مسلمانو! ان اوصاف کے لوگ تمھارے ساتھ رومی صلیبیوں کے مقابلے کے لیے اگر نکل بھی جائیں تو بھلا کب ان سے خیر کی توقع ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کی اصلاح کے لیے بڑے خوبصورت انداز میں اہل ایمان کی راہنمائی فرما رہا ہے کہ ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دے دیا تھا وہ اسی پر قناعت کرتے، صبر و شکر کا مظاہرہ کرتے اور ہر معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے: ﴿ حَسْبُنَا اللَّهُ ﴾ کہتے کہ مال کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ ہمارے لیے تو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور سوچتے کہ اب کی بار اگر مال نہیں ملا یا توقع سے کم ملا ہے تو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ بہت جلد اپنے فضل خاص سے اپنے رسول کے ذریعے ہمیں دوبارہ مال عطا کر دے گا اور کہتے: ﴿ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴾
''ہم تو یقیناً حصول مال و زر کی تمام تر رغبتیں، امیدیں اور توقعات اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے وابستہ کیے ہوئے ہیں۔''

مال کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ:

سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

''مال کی تقسیم کے وقت میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور کچھ لوگوں کو نہیں دیتا، میں جن لوگوں کو مال دیتا ہوں وہ اس لیے نہیں کہ وہ مجھے زیادہ محبوب ہیں بلکہ میں ان میں بے چینی اور بے قراری دیکھتا ہوں اور جن لوگوں کو مال نہیں دیتا تو ان کے دلوں میں غنا، مال و زر سے بے رغبتی اور ان کے اندر خیر و بھلائی پر اعتماد کرتا ہوں (یہ ایسی نعمت ہے) جو اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا کر رکھی ہے، ایسے ہی لوگوں میں سے ایک عمرو بن تغلب بھی ہے۔'' عمرو بن تغلب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اپنے متعلق یہ توصیفی الفاظ سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو بھی اتنی فرحت و لذت اور خوشی حاصل نہ ہوتی۔'' [1]

اب رہے منافق، عیب جو اور طعنہ زن تو ان لوگوں کے اعتراض و الزام کی اس لیے بھی کوئی حیثیت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خود اپنی ذات، اولاد اور قریبی رشتہ داروں پر مال زکوٰۃ اور صدقات حرام تھے۔ آپ ﷺ ان تمام اموال میں سے کھجور کا ایک دانہ بھی اپنے استعمال میں نہیں لاتے تھے، اس لیے اس قسم کے بیہودہ اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں۔ اعتراض کرنے والے دنیا کے لالچی، پیسے کے نوکر، روپے کے پجاری اور سونے چاندی کے غلام ہیں۔ ان لوگوں کو مل جائے تو خوش نہ ملے تو ناراض، یہ بے وزن لوگ ہیں، اے نبی! ان کی باتوں کی پروا نہ کریں۔
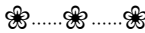
1. بخاری، کتاب الجمعة، باب من قال فی الخطبة بعد الثناء، أما بعد: ٩٢٣۔

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ [التوبة : ٦٠]

''صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں خرچ کرنے کے لیے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

مصارف زکوٰۃ : زکوٰۃ کے حقدار آٹھ قسم کے لوگ ہیں اور ان کو خود اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے :

① فقیر:

صدقات کا حقدار فقیر ہے اور فقیر وہ ہے جو محتاج اور ضرورت مند ہو، جس کے پاس درہم و دینار، روپیہ پیسہ گھر بار، مال و زر نہ ہو اور نہ اس کا کوئی کاروبار ہو، قلاش اور خستہ حال ہو، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ہم مہاجرین فقیروں میں شامل ہیں؟ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا : تیری بیوی ہے جس کے ساتھ تو قیام پذیر ہے؟ اس شخص نے جواباً کہا : جی میری بیوی ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا کیا تیرا گھر ہے جس میں تو رہتا ہے، اس آدمی نے بتایا : جی ہاں! میرا گھر بھی ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا : پھر تو امیر اور غنی لوگوں میں سے ہے اس شخص نے مزید بتایا : میرے پاس ایک خادم بھی ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو تو بادشاہوں میں سے ہے۔

ابوعبدالرحمٰن (سفر جہاد کا) ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما

کے پاس تین آدمی آئے اتفاق سے میں بھی موجود تھا، وہ کہنے لگے :

اے ابومحمد! اللہ کی قسم ! ہمارے پاس کوئی چیز نہیں، گھر کا خرچہ میسر نہیں، نہ کوئی مال مویشی ہے اور نہ ہم کوئی مال و متاع رکھتے ہیں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم جس طرح چاہو میں تعاون کے لیے تیار ہوں، اگر تم چاہو تو ہمارے پاس پہنچ جاؤ ہم تمھیں اتنا دیں گے، جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مقدر کر رکھا ہے اور اگر تم پسند کرو تو ہم تمھارا ذکر سلطان سے کریں گے (اور وہ تمھاری اعانت کرے گا) اور اگر چاہو تو اسی (فقر پر) صبر کرو اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا : ''بے شک فقرا اور مہاجرین مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔'' (یہ حدیث سن کر وہ تینوں بیک زبان) بولے کہ ہم تو اسی حالت فقر پر ہی صبر کریں گے اور آپ سے کسی چیز کا سوال نہیں کریں گے۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی :

تاہم فقر کوئی پسندیدہ اور قابل رشک چیز نہیں کیونکہ فقر سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالھَرَمِ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَ عَذَابِ النَّارِ، وَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى، وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَ أَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ عَنِّیْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَ نَقِّ قَلْبِی مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَ بَاعِدْ بَيْنِی وَ بَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ))[2]

---

[1] مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۷۹۔
[2] بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من المأثم والمغرم : ٦٣٦٨۔

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سستی سے، انتہائی بڑھاپے سے۔ میں قرض اور گناہ (کے کاموں) سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب اور جہنم کے فتنہ سے۔ قبر کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، فتنہ مال اور دولت وغنیٰ کے شر اور فتنہ فقر اور اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور فتنہ مسیح الدجال کے شر سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں...... اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو ڈال اور میرے دل کو اس طرح صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہوتا ہے میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری فرما دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ، وَ أَعُوْذُبِكَ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ)) ①

''اے اللہ! میں فقر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مال کی کمی اور ذلت سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیرے ساتھ اس بات سے بھی پناہ کا خواہاں ہوں کہ کسی پر میں ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔''

مسلم بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد فرض نمازوں کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ)) ②

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں، کفر سے، فقر وتنگدستی سے اور عذاب قبر سے۔''

یہ کلمات یاد کر کے میں نے بھی پڑھنا شروع کر دیے۔ ایک دن میرے والد نے

---

① نسائی، کتاب الاستعاذه، باب الاستعاذة من الذلة: ٥٤٦٢۔

② نسائی، کتاب السهو، باب التعوذ فی دبر الصلاة: ١٣٤٨۔

مجھ سے پوچھا: میرے بیٹے ! یہ کلمات تم نے کہاں سے لیے ہیں؟ میں نے عرض کیا : ابا جی ! آپ سے، پھر میرے والد نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔''

تاہم صابر و شاکر قسم کے فقراء کی فضیلت میں بھی احادیث موجود ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فقراء مالداروں سے پچاس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

② مسکین :

زکوۃ و صدقات کا دوسرا مستحق شخص وہ ہے جو مسکین ہو، مسکین اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس ضروریات زندگی کے لیے ناکافی مال ہو اور بیشک ایسے شخص کا گھربار اور کاروبار بھی ہو مگر وہ بھی باوقار گزر بسر کے لیے ناکافی ہو، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور خضر علیہ السلام کے واقعہ کے بیان میں فرمایا:

﴿ أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ ﴾ [الكهف : ٧٩]

''کشتی کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ چند مسکینوں کی ملکیت تھی جو دریا پر محنت مزدوری کرتے تھے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسکینوں کے پاس کشتی تھی اور وہ کاروبار بھی کرتے تھے۔

مساکین کی فضیلت رسول اللہ ﷺ کی اس دعا سے واضح ہے :

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے :

((اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَ اَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ)) [1]

''اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے مسکین فوت کر اور (قیامت کے دن) مجھے مسکینوں کی جماعت میں اٹھا۔''

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ! یہ کس لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اس لیے کہ مسکین مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل

[1] ابن ماجه، كتاب الزهد، باب مجالسة الفقراء : ٤١٢٦۔

ہوں گے، اے عائشہ ! تو مسکین کو خالی نہ لوٹا اگر چہ کھجور کا ایک حصہ ہی دے دے۔'' ''عائشہ! تو مسکینوں سے محبت کر اور انھیں اپنے قریب کر، بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اپنے قریب کرے گا۔''[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَيۡسَ الۡمِسۡكِيۡنُ الَّذِیۡ يَطُوۡفُ عَلَى النَّاسِ، تَرُدُّهُ اللُّقۡمَةُ وَاللُّقۡمَتَانِ، وَالتَّمۡرُ وَالتَّمۡرَتَانِ، وَلٰكِنِ الۡمِسۡكِيۡنُ الَّذِی لَا يَجِدُ غِنًى يُغۡنِيۡهِ وَلَا يُفۡطَنُ بِهٖ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيۡهِ، وَلَا يَقُوۡمُ فَيَسۡأَلُ النَّاسَ))[2]

''مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے ارد گرد گھومتا پھرتا ہے اور کوئی اسے ایک لقمہ دیتا ہے تو کوئی دو لقمے دے دیتا ہے، کوئی ایک کھجور اور کوئی دو کھجوریں دے دیتا ہے۔ مسکین تو وہ ہے جو غنی نہیں ہے اور نہ اس کے بارے میں (عام لوگوں کو) علم ہوتا ہے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔''

مسکین وہ نہیں جو ایک کھجور یا دو کھجور، ایک لقمہ یا دو لقمے لے کر چل دیتا ہو بلکہ مسکین وہ شخص ہے جو سوال سے بچتا ہو:

﴿ لَا يَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا ؕ ﴾ [البقرة: ٢/ ٢٧٣]

''اور وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے۔''

مساکین سے بعض مخیّر حضرات کا ناروا سلوک:

ہمارے مشاہدے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ بعض مخیّر حضرات کا یہ معمول ہے کہ جب کوئی مسکین ان کے پاس جا کر اپنی مجبوری بیان کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تزکیہ لاؤ...... وہ بے چارہ تزکیہ حاصل کرنے کے لیے ذمہ داروں کے سامنے مجبوراً اپنے حالات پیش کرتا

---

1. بیهقی شعب الإیمان: ٧/ ٣٤٠، ح: ١٠٥٠٧۔ الأحادیث الصحیحة: ١/ ٢/ ٦١٨۔
2. بخاری، کتاب الزکوٰة، باب قول اللہ: ﴿ لا یسئلون الناس ﴾...... الخ: ١٤٧٩۔

ہے، اسے کہا جاتا ہے کہ فلاں سے بھی تصدیق کرا کے لاؤ، یہ مسکین کرایہ خرچ کر کے وقت لگا کر اور بہت پاپڑ بیل کر جب پیش ہوتا ہے تو مخیّر احباب برائے نام تعاون کر کے کہہ دیتے ہیں کہ مزید تعاون کے لیے کسی دوسرے سے رابطہ کریں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ جب تزکیہ آ گیا، تحقیق کے بعد پتا چل گیا کہ مسکین حقیقی ہے تو پھر اس سے یہ ہتک آمیز اور رسوا کن سلوک کیوں؟

کچھ مخیّر احباب کا معمول یہ ہے کہ ضرورت مند مسکین سے کہیں گے کہ آپ رمضان المبارک میں آئیں۔ جب وہ مجبور شخص دور کا سفر اور کرایہ خرچ کر کے صاحب کے پاس پہنچا تو مسکرا کر کہہ دیا کہ بھائی! معقول تعاون حاصل کرنے کے لیے آپ رمضان المبارک کے بعد آئیں، آجکل تو مانگنے والوں کا رش ہے۔ اس طرح کئی چکر لگوا کر معمولی تعاون کرنا یا بعض دفعہ معاف کرو بابا! کہہ دینا۔ ایسے ہی لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ فرمایا:

((لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ: اِرْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ، وَيَضَعُ الْعَلَمَ، وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَ خَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) [1]

''میری امت میں سے ایسے لوگ ہوں گے جو زنا، خالص ریشمی کپڑے، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو جائز سمجھیں گے اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے پہلو میں اتریں گے، ان کے مویشی شام ڈھلے پیٹ بھرے ہوئے واپس آیا کریں گے (لیکن جب) ان کے پاس کوئی ضرورت مند شخص (تعاون کے لیے) آئے گا تو وہ اسے کہیں گے تم کل ہمارے پاس آنا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو

[1] بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فیمن یستحل الخمر یسمیه بغیر اسمه: ۵۵۹۰۔

راتوں رات ہلاک کر دے گا اور ان (میں سے بعض) پر پہاڑ گرا دے گا اور کچھ کی شکلیں مسخ کر کے قیامت تک کے لیے انھیں بندر اور خنزیر بنا دے گا۔''

③ عاملین:

صدقات کا تیسرا مصرف ''عاملین'' کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور عامل سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے حساب کتاب کے ذمہ دار ہیں، یہ کارکنان امیر ہوں یا غریب بلا تردد اور بلا تامل زکوٰۃ میں سے امیر جتنا دے اسے لے سکتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے:

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے آ کر صدقہ کا سوال کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقات کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ کسی نبی یا کسی اور کی تقسیم پر راضی نہیں بلکہ اس نے خود فیصلہ کیا اور آٹھ قسم کے لوگوں کو صدقات کا مستحق اور حقدار ٹھہرایا، اگر تو بھی ان میں آتا ہے تو میں تمھیں (صدقہ میں سے) دے دیتا ہوں۔'' [1]

مالدار عاملین کو بھی صدقہ قبول کر لینا چاہیے:

سیدنا عبداللہ بن سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ تم لوگوں کے کام میں لگے رہتے ہو اور جب تمھیں اس کی اجرت دی جائے تو اسے ناپسند کرتے ہو، میں نے جواب دیا کہ میرے پاس مال ہے، گھوڑے اور غلام ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اپنی اجرت مسلمانوں پر صدقہ کر دوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، کیوں کہ میں نے بھی یہی ارادہ کیا تھا جو تم نے کیا ہے، رسول اللہ ﷺ جب مجھے کچھ دینے لگتے تو میں کہتا کہ آپ یہ مال اس شخص کو دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت

❶ نسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب مسئلة القوی المکتسب: ۲۵۹۹۔

مند اور محتاج ہے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ''یہ لے لو اور اس سے مالدار بنو پھر صدقہ کرو، اگر تمھارے پاس مال اس طرح آئے کہ تم اس کے حریص تھے اور نہ اس کا سوال کرنے والے تھے تو اس مال کو لے لیا کرو اور اگر نہ ملے تو اس کی فکر نہ کیا کرو۔''[1]

④ تالیف قلوب:

صدقات کا چوتھا مصرف تالیف قلوب ہے اور یہ ایک ایسی مد ہے کہ اس میں سے بڑے بڑے اسلام دشمن کافروں کو بھی مال دے کر قریب کیا جا سکتا ہے۔ جس کافر سے یہ توقع ہو کہ مال لے کر وہ اپنی روش بدل لے گا، دشمنی ترک کر دے گا، اسلام اور اہل ایمان کے دفاع میں تعاون کرے گا تو ایسے شخص کو صدقات میں سے بے دھڑک مال دے دیا جائے اور نو مسلم کو بھی اسلام پر پختہ کرنے کے لیے دیا جائے۔

⑤ گردن آزاد کرانا:

﴿ وَفِي الرِّقَابِ ﴾ یہ پانچواں مصرفِ صدقات ان لوگوں کی آزادی کے لیے ہے جو غلام یا دشمن کی قید میں ہیں۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو سکوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غلام آزاد کر اور گردن چھڑا۔'' وہ کہنے لگا کیا یہ دونوں ایک نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غلام کا آزاد کرنا تو یہ ہے کہ تو خود غلام خرید کر آزاد کرے اور گردن چھڑانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قیمت میں مدد کرے۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کی رہائی کے حوالہ سے فرمایا:

((فَكُّوا الْعَانِيَ أَيِ الْأَسِيرَ))[3] ''قیدیوں کو رہائی دلاؤ۔''

---

1. بخاری، کتاب الحکام، رزق الحاکم و العاملین علیها: ۷۱۶۳۔
2. مسنداحمد: ۴/ ۲۹۹، ح: ۱۸۸۵۔ صحیح ابن حبان، ح: ۳۷۴۔
3. بخاری، کتاب الجهاد، باب فكاك الأسير: ۳۰۴۶۔

دور قدیم میں وسیع پیمانہ پر انسانوں کی خرید وفروخت کا سلسلہ چلتا تھا اور خرید کردہ شخص ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ذلت آمیز غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مظلوم اور بے بس لوگوں کی رہائی کے لیے باقاعدہ صدقات کی مد میں سے حصہ مقرر فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر اہم موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسے لوگوں کی آزادی کی بھرپور ترغیب دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں غلامی کا ظالمانہ سلسلہ ختم ہو گیا اب موجودہ حالات میں اس قسم کے غلام کہیں نہیں پائے جاتے۔

البتہ مجاہدین کی بڑی تعداد کافروں کی قید میں اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ ان مجاہدین کی رہائی اور آزادی کے لیے اس مد میں سے سرمایہ خرچ کیا جانا چاہیے اور جیلوں میں بند وہ قیدی بھی زکوٰۃ کی اس مد میں شامل ہیں جو ناکردہ گناہ کی سزا بھگتنے پر مجبور ہیں۔

⑥ ادائے قرض:

صدقات کا چھٹا مصرف مقروض لوگوں کو اس بوجھ سے نجات دلانا ہے، مقروض غریب ہو، فقیر ہو، برسرروزگار ہو یا بے روزگار صدقات کی اس مد میں سے اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے۔ عطا بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''مالدار شخص کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ البتہ پانچ قسم کے لوگوں کے لیے جائز ہے۔ صدقات کی وصولی پر مقرر شخص کے لیے، مقروض کے لیے اور اس شخص کے لیے جس نے زکوٰۃ کا مال خرید لیا اور اس شخص کے لیے جس کا پڑوسی مسکین ہے اور مسکین کو صدقہ دیا گیا اور اس نے غنی کو ہدیۃً دے دیا۔''[1]

⑦ فی سبیل اللہ:

صدقات وزکوٰۃ کا ساتواں مصرف جہاد فی سبیل اللہ ہے، جس سے جہاد کی جملہ ضرورتوں کو پورا کیا جا سکتا ہے، اسلحہ خریدا جا سکتا ہے، زیر تربیت عسکری مجاہدین

---

❶ أبوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب من یجوز له أخذ الصدقه وهو غنی: ١٦٣٥۔

کی خوراک، لباس، علاج معالجہ، سفر خرچ، گاڑیوں کی خریداری، دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ پر زکوٰۃ کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔ یاد رکھیں! زکوٰۃ وصدقات کی یہ مد اللہ تعالیٰ نے اپنے ان خاص مجاہد بندوں کے لیے مقرر کی ہے جو اللہ کے دشمن یعنی کفار سے مصروف جہاد وقتال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے مالدار مجاہدین پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے، جیسا کہ بخاری شریف کے درج ذیل صحابی کے عمل سے معلوم ہوتا ہے:

> مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں جہاد میں شرکت کے لیے جانا چاہتا ہوں، ابن عمر رضی اللہ عنہما خوش ہو کر کہنے لگے کہ پھر میں کچھ رقم سے تیری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں تو خود مالدار ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بھائی! اگر مالدار ہے تو اپنے لیے ہے، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جہاد میں میرا مال خرچ ہو جائے۔ [1]

فی سبیل اللہ کے مفہوم میں تجاوز:

بعض لوگ ''فی سبیل اللہ'' کے مفہوم میں تجاوز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے نیکی کا ہر کام مراد ہے اور اس مد میں سے ہر اس کام کے لیے اخراجات جائز ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیے جائیں مگر یہ استدلال یہاں درست نہیں، صاحب معارف القرآن لکھتے ہیں:

> ''جو لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر و بیان اور ائمہ تفسیر کے ارشادات سے قطع نظر لفظی ترجمہ کے ذریعے قرآن سمجھنا چاہتے ہیں یہاں ان کو یہ مغالطہ لگا ہے کہ لفظ ''فی سبیل اللہ'' دیکھ کر زکوٰۃ کے مصارف میں ان تمام کاموں کو داخل کر دیا جو کسی حیثیت سے نیکی یا عبادت ہیں۔ مساجد، مدارس، شفا خانے، مسافر خانے وغیرہ

---

[1] بخاری ، تعلیقًا ، کتاب الجهاد والسیر، باب الجعائل و الحملان فی سبیل الله، قبل الحدیث : ۲۹۷۰۔

کی تعمیر کنویں، پل، سڑکیں بنانا اور ان رفاہی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں اور تمام دفتری ضروریات ان سب کو انھوں نے فی سبیل اللہ میں داخل کر کے مصرف زکوٰۃ قرار دیا ہے جو سراسر غلط اور اجماع امت کے خلاف ہے......''

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

''ائمہ اربعہ اور فقہائے امت میں سے یہ کسی نے نہیں کہا کہ رفاہ عامہ کے اداروں اور مساجد و مدارس کی تعمیر اور ان کی جملہ ضروریات مصارف زکوٰۃ میں داخل ہیں بلکہ اس کے خلاف اس کی تصریحات فرمائی ہیں کہ مال زکوٰۃ ان چیزوں میں صرف کرنا جائز نہیں۔ اگر زکوٰۃ کے مسئلہ میں اتنا عموم ہوتا کہ تمام طاعات وعبادات اور ہر قسم کی نیکی پر خرچ کرنا اس میں داخل ہوتو پھر قرآن میں ان آٹھ مصرفوں کا بیان کیونکر ہوتا اور نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات متعین کرنے کا کام نبی ﷺ کے بھی سپرد نہیں کیا بلکہ خود ہی اس کے آٹھ مصرف متعین فرما دیے۔''

معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ کے لغوی ترجمہ سے ناواقف کو جو عموم سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بیان اور صحابہ کرام اور تابعین کی تصریحات سے ثابت ہے۔[1]

قرآن میں فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

قرآن کریم کے مختلف مقامات پر ''في سبيل الله'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان میں سے چند مقامات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد اور اسلام ہے:

﴿ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا

---

[1] معارف القرآن جلد ٤ تفسیر سورۃ توبہ آیت: ٦٠۔

مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾

[الحدید : ۱۰]

’’مسلمانو! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ نہیں کرتے؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے، جن لوگوں نے فتح (مکہ) کے بعد (جہاد میں مال) خرچ کیا اور (خود عملاً) جہاد کیا وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح سے پہلے (جہاد میں مال) خرچ کیا اور جہاد کیا، یہی لوگ درجہ میں زیادہ (بلند) ہیں۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۶۱]

’’جو لوگ اپنا مال فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے بڑھا چڑھا کر (اجر) عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے۔‘‘

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں جہاد کے گھوڑے پالنے، ہتھیار خریدنے اور حج کرنے کرانے میں خرچ کرتے ہیں۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ڔ وَاَحْسِنُوْا ڔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۹۵]

’’اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کا رویہ اپناؤ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔‘‘

یہ آیت جہاد ہی میں مال خرچ کرنے کی دلیل ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے،

سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

''یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عطا کر دی اور اس کے مددگار بہت ہوگئے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوکر مشورہ کیا کہ بلا شبہ ہمارے اموال (جہاد میں) خرچ ہوگئے اور اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے دی ہے اور اس کے مددگار زیادہ پیدا کر دیے ہیں تو اب ہم اپنے اموال سنبھالیں اور جو کچھ خرچ ہو چکا اس کی تلافی شروع کر دیں، ہمارے مشورے کے فوراً بعد ہی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جو کچھ ہم نے آپس میں کہا تھا اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: فی سبیل اللہ مال خرچ کرتے رہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ یہاں ہلاکت سے مراد جہاد چھوڑ کر مال کی نگرانی اور اس کے حصول کی کوشش کرنا ہے۔''[1]

سورہ انفال میں فرمایا:

﴿ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾

[الأنفال : ٦٠]

''اور تم فی سبیل اللہ جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمھیں اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا تمھارے ساتھ کچھ بے انصافی نہ ہوگی۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں بے دھڑک مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے وعدہ فرمایا ہے کہ تم جتنا مال راہ جہاد میں لگاؤ گے اس کا پورا پورا بدلہ پاؤ گے، ایک کے بدلے ایک سو سے لے کر سات سو گنا تک اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے بھی کئی گنا بڑھا کر تمھیں دنیا ہی میں تمھارا مال واپس دے دے اور آخرت میں اس کا بدلہ جنت کی صورت میں عطا فرمائے۔ ﴿ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد اسلام ہے جیسا کہ قرآن میں ہے :

---

[1] سنن الترمذی، کتاب التفسیر (باب) و من سورۃ البقرۃ : ۲۹۷۲ و صححہ۔

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾ [التوبة:٣٤]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔''

⑧ مسافر:

زکوٰۃ کا آٹھواں مصرف ''ابن السبیل'' ہے۔عربی محاورہ کی رو سے اس کا اطلاق مسافر پر ہوتا ہے اور زکوٰۃ کی رقم کا حقدار صرف غریب مسافر ہی نہیں بلکہ غنی اور دولت مند شخص بھی اگر دوران سفر زاد راہ اور دیگر سفری ضروریات کا محتاج ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جانی چاہیے تاکہ وہ باوقار طور پر اپنی منزل تک پہنچ سکے۔

زکوٰۃ کی رقم سے حج:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ سے گردن آزاد کرا سکتا ہے اور حج بھی کرا سکتا ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص اپنے باپ کو زکوٰۃ کی رقم سے آزاد کرائے تو یہ جائز ہے نیز زکوٰۃ کا مال مجاہدین اور اس شخص کو بھی دے سکتا ہے جس نے حج نہ کیا ہو پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ ﴾ [1]

---

❶ بخاری، تعلیقًا، کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ فوق الحدیث: ١٤٦٨۔

جہاد میں آٹھوں مصارف موجود ہیں:

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف مقرر کیے ہیں اور ہمارے مشاہدے کے مطابق موجودہ حالات میں یہ سب کے سب جہاد میں موجود ہیں، چونکہ جہاد میں بڑی وسعت ہے،اس لیے ان آٹھوں مصارف کے مستحق اور صحیح حقدار مجاہدین فی سبیل اللہ بھی ہیں۔

① فقراء: مجاہدین کی صفوں میں بڑی تعداد میں غریب و تنگدست فقراء موجود ہیں۔

② مسکین: کفار سے لڑنے والے مال دار مجاہدین کے شانہ بشانہ راہ حق میں قربانیاں پیش کرنے والے مساکین بھی بڑی تعداد میں شریک جہاد ہیں۔

③ عاملین: صدقات و زکوٰۃ کو جمع کرنے والے مجاہدین کی حقیقی ضرورتوں کو پورا کرنے اور کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے کچھ لوگ دن رات ایک کیے ہوئے ہیں اور جب امیر کی طرف سے اجازت مل جائے تو ان میں سے بہت سے غازی عملی جہاد کے لیے محاذوں کی طرف نکل جاتے ہیں۔

④ تالیف قلوب: زکوٰۃ کی اس مد سے کفار کے دل جیتے جاتے ہیں۔ مناسب اعانت کے بعد دشمن فوج کی جاسوسی اور دیگر کئی اہم مقاصد کے لیے انہی کافروں سے کام لیا جاتا ہے۔محاذوں پر مجاہدین کو اسلحہ کی قلت کا سامنا ہو، خوراک کی فراہمی جنگلوں تک مطلوب ہو تو روپے پیسے سے ان کافروں کے دلوں کو نرم کر کے تمام عسکری اور دیگر ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی اسی مد سے کافر فوجوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور حالات سے آگاہ رہنے کے لیے انہی کافروں سے کام لیا جاتا ہے۔

⑤ گردنوں کی آزادی: مجاہد قیدیوں کی رہائی اور کفار کی غلامی سے نجات کا مرحلہ ہو تو بھی اس مد کو استعمال کیا جاتا ہے ...... مجاہدین کی بڑی تعداد کفار کی مختلف جیلوں میں بند اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

جیلوں میں بند ان مجاہدین تک پیغام رسانی، خط کتابت کے تبادلے ...... تازہ ترین

معلومات بہم پہنچانے اور اس قسم کی بہت سی دیگر ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے انہی کافروں سے کام لیا جاتا ہے۔ بدنام زمانہ امریکی عقوبت خانوں، گوانتاناموبے، ابوغریب اورپل چرخی کے قید خانوں کے علاوہ دلی اور سری نگر کی بند کوٹھڑیوں کے اندر ہونے والے لرزہ خیز مظالم کی داستانیں دنیا تک پہنچانے کے لیے اکثر و بیشتر ایسے ہی کافر ہیں جن کی جیب میں مؤلفۃ القلوب کی مد کام کر رہی ہوتی ہے۔ اس مد کے مجاہدین کیوں مستحق ہیں، تفصیلات جاننے کے لیے ہندوستانی جیلوں میں بارہ سالہ طویل اذیتیں برداشت کرنے والے غازی افتخار حیدر نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کو پڑھنے کی ضرورت ہے گوانتا نا موبے سے رہائی حاصل کرنے والوں کی زبانی اذیت ناک حالات کا مطالعہ کرنا آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ ان مجاہدین کی رہائی اور گردنوں کی آزادی کے لیے ﴿وَفِي الرِّقَابِ﴾ کی مد کے مستحق بھی مجاہدین ہی ہیں۔

⑥ مقروض: مجاہدین کی بڑی تعداد عسکری تربیت مکمل کرنے کے بعد محاذوں تک پہنچنے میں اس لیے ناکام رہتی ہے کہ ان کے ذمہ قرض ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

''اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل ہونا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتا ہے۔''[1]

ایسے مقروض مجاہد اپنے قرض سے نجات حاصل کرنے کے لیے کاروبار میں لگ جاتے ہیں اور بعض اوقات ایسے پھنستے ہیں کہ پھر...... جہاد کے لیے نکلنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے اس لیے زکوٰۃ کی رقم سے ان مقروض غازیوں کے قرض اتارے جائیں تاکہ وہ کلمۃ اللہ کے لیے یکسو ہو کر کافروں سے مصروف جہاد ہو سکیں۔

⑦ فی سبیل اللہ: صدقات و زکوٰۃ کی یہ مد تو ہے ہی جہاد کے لیے۔

---

❶ مسلم، كتاب الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلاالدين: ١٨٨٦۔

⑧ مسافر: مجاہد تو ہوتا ہی مسافر ہے، وہ دنیا کے حصول کے لیے نہیں بلکہ غلبۂ دین کے لیے گھر چھوڑتا ہے۔ بیوی کی محبت قربان کرتا ہے ...... اولاد کے پیار کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کے لیے مقتل کی طرف بڑھتا ہے...... بکھرے بالوں، گرد آلود جسم اور خاک آلود قدموں والے اس مسافر کو اللہ تعالیٰ صدقات کا حق دار قرار دیتا ہے خواہ وہ مالدار اور دولت مند ہی کیوں نہ ہو۔
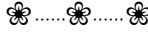
❀......❀......❀

﴿ وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [التوبه : ٦١]

''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو ایک کان ہے۔ کہہ دے تمھارے لیے بھلائی کا کان ہے، اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مومنوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور ان کے لیے ایک رحمت ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

نبی ﷺ کو ایذا دینے والے منافقین:

بد بخت منافقین اپنی شرارتوں میں بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئے کہ اپنی نجی مجالس میں رسول اللہ ﷺ پر طنز کرتے، الزام تراشی اور طعن و تشنیع کے ذریعے آپ کو ایذا پہنچانے والی باتیں کرتے، جن میں سے ایک بات یہ بھی کہا کرتے کہ یہ تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے، کوئی مسلمان ہماری کی ہوئی باتیں جب ان تک پہنچاتا ہے تو اس کو توجہ سے سنتے اور سچ مان لیتے ہیں اور جب ہم قسمیں کھا کر اس کی تردید کرتے ہوئے اپنی صفائی بیان کرتے ہیں تو خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان منافقین سے کھل کر یہ بات کہہ دیں کہ یہ تو محض تمھاری بہتری اور بھلائی کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایمان اللہ پر ہے اور وہ صرف اہل ایمان کی باتوں کو صحیح اور سچا جانتے ہیں۔ باقی رہا تمھاری بات کو سن لینا، تمھاری جھوٹی قسموں، ایمان کے جھوٹے دعووں، جہاد سے پیچھے رہنے کے من گھڑت عذر بہانوں اور ایذا دینے والی باتوں پر خاموش رہنا یہ تو محض اس لیے ہے تاکہ تمھارا پردہ رہ جائے۔ لوگوں کے سامنے تمھاری رسوائی نہ ہو اور اگر وہ فوری تحقیق شروع کر دیں تو پھر تمھارا انجام بڑا ہی عبرت ناک ہو...... حقیقت یہ ہے کہ وہ تو ہر حال میں تمھاری خیر خواہی اور تمھاری اصلاح چاہتے ہیں۔ تمھاری سازشوں، شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے چشم پوشی کرتے اور درگزر سے کام لیتے ہیں اور جو لوگ تم میں صحیح ایمان لے آئیں انہیں سابقہ غلطیوں پر شرمندہ نہیں کرتے بلکہ ان کے لیے تو شفقت و محبت کے جذبات لیے استقبال کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اس حسن سلوک اور شفقت و محبت کے باوجود جو لوگ محض دھوکا دینے کے لیے اسلام سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، وہ دھوکا دینے سے باز نہیں آتے اور رسول اللہ ﷺ کو دکھ دینے کی احمقانہ روش پر جمے ہوئے ہیں...... تو ایسے بدنصیب منافقین کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب تیار ہے۔

❀......❀......❀
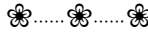
﴿ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة: ٦٢، ٦٣]

”تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مومن ہیں۔ کیا انھوں نے نہیں جانا کہ حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو

بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والا ہوگا، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔''

جھوٹی قسموں کے ذریعے لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش:

اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے نفاق چھوڑ دیتے تو ان کے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا اور اس کا رسول بھی ان کے صحیح الایمان ہونے پر خوش ہو جاتا، ایمان والو! یہ منافق جھوٹی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ جو بات ان کی طرف منسوب کی جا رہی ہے وہ بات انہوں نے نہیں کی۔ جھوٹی قسموں کے ذریعے وہ تمہیں خوش رکھنا چاہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان کی باتوں ہی کو نہیں بلکہ وہ تو دلوں کے مخفی اور پوشیدہ ارادوں سے بھی خوب واقف ہے۔ وہ تمھیں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں اور اپنی نجی مجالس میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے تکلیف دہ باتیں کرتے ہیں۔

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو سراپا کان کہہ کر اذیت دینے سے باز نہیں آئے گا تو ایسے بدکرداروں کی سزا کے لیے جہنم کی آگ تیار ہے، ایسے موذیوں کو اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہوگا۔ ان کو بہت بڑی ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قیامت کے دن بھی منافق جھوٹ کا سہارا لینے کی کوشش کرے گا:

منافق اپنی اسلام دشمنی، دغا بازی، مکروفریب اور نفاق کو چھپانے اور اہل ایمان کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے، اپنی شرارتوں، سازشوں اور فتنہ انگیزیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے جھوٹی محبت اور نبی ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا ہر وقت یقین دلانے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتا ہے۔ قیامت کے دن بھی جھوٹی قسموں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’میدان حشر میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا باری باری حساب لے گا...... پہلا بندہ...... پھر دوسرا...... پھر تیسرا منافق آئے گا...... اللہ تعالیٰ اس سے اپنے کئی انعامات کے بارے میں پوچھے گا، مثلاً یہ کہ...... میرے بندے بھلا میں نے دنیا میں تجھے عزت نہیں دی تھی؟ تجھے اونچا مقام نہیں دیا تھا؟ تجھے بیوی عطا نہیں کی تھی؟ اونٹ اور گھوڑوں کو تیرے تابع نہیں کیا تھا؟...... (منافق) کہے گا، اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا ...... تیری کتابوں اور تیرے رسول پر بھی ایمان لایا...... میں نے نماز پڑھی...... روزہ رکھا...... صدقہ خیرات کرتا رہا (اس منافق سے) جتنا ہو سکے گا اپنی تعریف کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ’’تیرا جھوٹ کھل جائے گا اور ہم تجھ پر ابھی گواہ پیش کرتے ہیں(منافق)سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا؟

پھر اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اس کی ران کو حکم کرے گا کہ بول! تو اس کی ران ، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی میں بول پڑیں گی اور اس کے اعضا کی گواہی اس لیے ہوگی کہ اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ یہ منافق شخص ہوگا اور (اس دن ایسے لوگوں پر) اللہ تعالیٰ سخت غضبناک ہوگا۔‘‘[1]
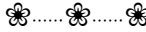
❀......❀......❀

﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ [التوبة : ٦٤ تا ٦٦]

---

[1] مسلم كتاب الزهد، باب الدنيا سجن المؤمن ...... الخ : ٢٩٦٨۔

''منافق اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورت اتاری جائے جو انھیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔ کہہ دے تم مذاق اڑاؤ، بے شک اللہ ان باتوں کو نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو اور اگر تو ان سے پوچھے تو یقیناً کہیں گے ہم تو صرف شغل اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔ بہانے مت بناؤ، بے شک تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو چکے۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ایک گروہ کو عذاب دیں گے، اس لیے کہ وہ مجرم تھے۔''

منافق ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں:

منافق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ ہر وقت خوف زدہ اور ڈرا ڈرا رہتا ہے۔ اس آیت میں جس خوف کا ذکر ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہی نہ کر دے، اندرونی سازشوں کا انکشاف نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کوئی سورہ نازل کر کے ان کی مجالس کے راز فاش ہی نہ کر دے، دلوں میں چھپے ہوئے بھید ظاہر نہ ہو جائیں اور نفاق کا پردہ کہیں چاک ہی نہ ہو جائے۔ اس خوف کے باوجود بھی وہ اپنی خباثتوں، شرارتوں اور سازشوں سے باز نہیں آتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ ان منافقین سے کہہ دیں کہ تم دین اسلام کا جتنا مذاق اڑا سکتے ہو اڑا لو، اب وقت آ گیا ہے کہ تمھاری ایک ایک چالاکی، جہاد کے خلاف ہر ہر سازش، جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے حیلے، عذر، بہانے، جھوٹی قسمیں اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کے پروگرام...... ان سب کو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے سامنے کھولنے والا ہے۔ جس بات کے انکشاف سے تم خوف زدہ ہو، جس نفاق کے ظاہر ہونے سے تم ڈرتے ہو، ان تمام پوشیدہ رازوں اور خفیہ سازشوں کو عنقریب اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے۔ ان تمام کا پردہ چاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن میں آیات اتارنے والا ہے جس سے تم اہل ایمان

کی نظروں میں ذلیل وخوار اور رسوا ہو کر رہ جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور رسول ﷺ سے منافقین کا مذاق :

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ .... ﴾ [التوبة : ٦٥]

''اے نبی! (ﷺ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ تم اپنی مجلس میں کیا باتیں کر رہے تھے؟ تو گھبرا کر فوراً کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق میں بس گپ شپ کر رہے تھے۔''

منافقین کی مجالس کا موضوع سخن کیا ہوتا تھا؟ مفسرین نے ان کی مختلف مجالس کی ناپسندیدہ باتوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔

منافقین نے اہل ایمان کا جوش و جذبہ اور صلیبی رومیوں سے مقابلے کے لیے بے تابی دیکھی تو کہنے لگے...... یہ شخص یعنی رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی بڑے پر امید ہیں کہ شام کے سرخ محلات اور شاہی قلعوں کو فتح کر لیں گے......شہروں کے گیٹ اور محلات کے دروازے ان کے لیے بڑی آسانی کے ساتھ کھول دیے جائیں گے۔

ایک منافق نے کہا: تمھارا کیا خیال ہے کہ رومی عیسائی بھی اسی طرح جنگ لڑتے ہیں جیسے عرب دوسرے عربوں سے لڑتے ہیں؟ ایک اور بولا انتظار کرو...... انہیں ذرا تبوک تک پہنچنے دو پھر دیکھو ان کا کیا بنتا ہے؟ ایک نے کہا: ''جونہی آمنا سامنا ہوا، وہ تو تجربہ کار رومی فوجی ہیں فوراً ان مسلمانوں کو رسیوں سے باندھ کر جکڑ لیں گے۔

ایک اور بولا کہ جب رسیوں سے جکڑے جائیں تو اوپر سے سو سو کوڑے بھی مارے جائیں۔ایک کہنے لگا: میرے خیال میں جو لوگ ہم سے زیادہ قرآن پڑھتے ہیں وہ بڑے پیٹو اور کھانے پینے کے بڑے لالچی ہیں، باتوں میں جھوٹ ہم بھی بولتے ہیں مگر یہ ہم سے بھی زیادہ جھوٹے ہیں، دیکھ لینا یہ لوگ جنگ میں کتنے بزدل ثابت ہوتے ہیں، کل تو رومیوں کے مقابلہ میں یہ لوگ ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹک سکیں گے۔ یہ منافق باتیں

کرتے ہوئے ایک دوسرے سے بازی لے جانے لگے پھر اچانک انہیں خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری ان باتوں کا علم رسول اللہ ﷺ کو ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کوئی سورہ ہی نہ نازل کر دے یہ سوچ کر ایک نے کہا...... محمد قرآن کو لوگوں کی ہدایت کے لیے کافی بتلاتے ہیں مگر ہمیں تو قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہی معلوم نہیں ہوتا...... یہ منافق خفیہ طور پر کبھی تو رسول اللہ ﷺ کی بد گوئی کرتے، توہین آمیز باتیں کرتے اور آپ ﷺ کو جھٹلاتے کبھی قرآن کریم کی شان میں گستاخی کرتے اور کبھی اہل ایمان کے جذبہ جہاد، شوق شہادت اور فی سبیل اللہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کے عزائم دیکھ کر جل بھن جاتے اور ان پر طنز کرتے...... منافقین کی دلی چاہت یہ تھی کہ وہ اہل ایمان میں جذبہ جہاد کو کمزور کر دیں، اسلامی لشکر میں پھوٹ، اختلاف اور انتشار پھیلائیں۔ ایسا پروپیگنڈہ کریں کہ رومی صلیبیوں سے مقابلے کے لیے کم سے کم لوگ نکلیں اور جو لوگ جہاد کے لیے نکل پڑیں ان کے دلوں میں صلیبیوں کا رعب ان کی فوج کی دہشت اتنی ہو کہ مقابلہ کر ہی نہ سکیں۔ ان میں سے بہت سے لوگ تو رومیوں کے ہاتھوں مارے جائیں اور جو تھوڑے بہت بچ جائیں ان کو بھی رومی باندھ لیں، بس ان میں سے کوئی ایک بھی واپس نہ آئے۔

منافقین کی یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بتا دیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمار بن یاسر کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کی مدد کو پہنچو۔ یہ تو جہنم رسید ہو رہے ہیں اور ان سے پوچھو کہ وہ آپس میں کیا باتیں کر رہے تھے؟ اگر وہ انکار کریں تو پھر ان کو بتا دو کہ تم نے یہ باتیں کی ہیں...... عمار رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور پوری بات بیان کر دی۔ یہ لوگ فوراً نبی ﷺ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ ہم تو بس یونہی باتیں کر رہے تھے دل لگی اور ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

﴿لَا تَعْتَذِرُوْا﴾ اب معذرت کا وقت گزر چکا تم نے جو کرنا تھا اپنی جانوں پر وہ ظلم کر چکے ہو۔ اب تمہاری حالت یہ ہے کہ تمہارے دلوں سے ایمان نکل گیا اور تم دولت ایمان

سے محروم ہو کر کفر کے اندھیروں میں گھر چکے ہو...... اس لیے تمہارا انجام بڑا ہی خوفناک ہو گا، ہاں! صرف وہ لوگ جو اپنے کیے پر نادم ہو کر تہہ دل سے ایمان لے آئیں، توبہ کر لیں تو وہ درد ناک عذاب سے بچ جائیں گے اور جو لوگ اپنی شرارتوں، ایذا رسانیوں اور نفاق پر اڑے رہے تو ایسے مجرموں کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب لکھ دیا ہے۔

❀......❀......❀

﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؀ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٧-٦٨]

''منافق مرد اور منافق عورتیں، ان کے بعض بعض کی جنس سے ہیں، برائی کا حکم دیتے اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی ان کو کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔''

سورہ توبہ کا دوسرا بڑا موضوع :

منافقین کی بری خصلتیں، عادات و اطوار اور جہاد کے خلاف شکوک وشبہات اور اس قسم کی دیگر کئی ایمان سوز بیماریوں کو کھول کھول کر بیان کرنا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھی کھول کر اہل ایمان پر واضح کی ہے کہ وہ ان منافقین سے ہوشیار رہیں کیوں کہ میدان جہاد میں دشمن کافر اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا نقصان یہ منافق پہنچاتے ہیں۔

اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جب اور جہاں بھی جہاد ہو گا منافقین ضرور اس میں داخل

ہوں گے، وہ مجاہدین کی صفوں میں گھس کر موقع کی تلاش میں ہوں گے اور وہ ہمیشہ نقصان پہنچانے کی کوشش میں رہیں گے۔

جہاد سے روکنا سب سے بڑا منکر عمل ہے:

منافق مرد اور منافق عورتیں...... دونوں کا باہمی تعلق بڑا گہرا اور مضبوط ہوتا ہے۔ ان کا پسندیدہ کام لوگوں کو جہاد سے روکنا، بھلائی کے ہر کام سے منع کرنا مگر ترجیحی طور پر یہ جہاد کے دشمن ہیں۔ ان کی سازشوں کا محور و مرکز لوگوں کے اندر شکوک وشبہات پیدا کرنا ہے، بزدلی کا روگ بڑھانے کے لیے جھوٹی افواہیں پھیلانا ان کا من پسند شغل ہے۔

جہاد میں مال خرچ کرنے سے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں:

﴿ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ﴾ ''اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو راہ جہاد میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، بہت گھبراتے اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کو بھی راہ جہاد میں مال خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں۔''

❀ یہ منافق ہی ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول (ﷺ) کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو حتیٰ کہ (مارے بھوک کے) وہ خود بکھر جائیں گے حالانکہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں مگر یہ منافق سمجھتے ہی نہیں۔ [المنافقون: ٦٣/٧]

یہ ہیں منافق! جو برائی کا حکم دیتے اور بھلائی کے کاموں سے روکنے والے ہیں وجہ یہ کہ ان منافقین کے دل اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن کے منکر ہیں مگر زبان سے محض اس لیے اقراری ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اہل ایمان کو دھوکا دے سکیں۔

❀ اہل ایمان سے ملتے وقت کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر جب اپنے کافر دوستوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو بس ان سے مذاق کر رہے تھے۔

- اسلام سے نفرت اور اہل اسلام سے حسد کی بیماری میں مبتلا ہیں، در پردہ کافروں سے دوستیاں، ہمدردیاں اور وفاداریاں رکھتے ہیں۔
- ان کے دل اندھے اور نور بصیرت سے خالی ہیں، نور اسلام کا جگ مگ، جگ مگ کرتا سورج دیکھنے کے لائق اس لیے نہیں کہ یہ کفر و شرک اور نفاق کے اندھیروں اور تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔
- دل و دماغ حق و باطل کی تمیز سے عاری ہیں۔
- تذبذب کا شکار اور شکوک وشبہات کی وجہ سے کبھی ادھر اور کبھی ادھر ٹکریں مارتے ہیں۔
- برے کام کیا ہیں؟ اس کی تفصیل لمبی ہے تاہم کفر و شرک اور مرض نفاق کے ساتھ چوری، ڈاکا، لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھانا، بدعات کا ارتکاب، فحاشی و بے حیائی کے امور وغیرہ سب منکرات میں شامل ہیں...... منافقین ان برے کاموں کا حکم بھی دیتے تھے لیکن جہاد کو روکنے کا حکم دینا ان کی اولین ترجیح تھی۔

﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ منافق اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بھلا دیا اور یہ لوگ اب دین کی طرف نہیں آئیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق سے محروم کر کے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے: ﴿وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ﴾

اللہ تعالیٰ نے ان کا جہاد کے لیے نکلنا پسند ہی نہیں کیا بلکہ ان کو جہاد کے لیے نکلنے کی توفیق سے محروم کر دیا اور انہیں کہہ دیا گیا کہ تم بھی گھروں میں بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

یہ بد بخت اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت اور توفیق سے محروم اس لیے کیے گئے ہیں کہ یہ بڑے فاسق اور نافرمان ہیں۔

یہ نفاق کوئی معمولی بیماری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانیوں کا دروازہ نفاق ہی سے کھلتا ہے اور اسی لیے منافق بات بات پر جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے، امانت میں خیانت کرتا اور جھگڑے کے وقت گالی گلوچ کرتا ہے۔

مجاہدو! اگر غلطی سے آپ کبھی جھوٹ بول بیٹھیں تو فوراً استغفار کریں اور اپنی اصلاح کریں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِنَّ الْکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ)) [1]

''بے شک جھوٹ فسق و فجور اور نافرمانی تک پہنچا دیتا ہے۔''

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴾

منافقین سے جہنم کی آگ کا وعدہ ہے:

منافقین خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کے اوصاف اخلاق اور اعمال سخت ناپسندیدہ ہیں۔ یہ خائن، جھوٹے اور عہد شکن ہیں۔ جہاد کے دشمن، اللہ کے نافرمان اور رسول اللہ ﷺ کے گستاخ ہیں۔ اہل ایمان سے حسد و بغض رکھنے والے، منکرات کے داعی اور بھلائی کے کاموں میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والے ہیں۔ ان سنگین جرائم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں، منافق عورتوں اور کفار سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے اور جہنم کی آگ ہی ان کے لیے کافی ہے جس میں یہ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔ بلک بلک کر مدد کے لیے پکارتے رہیں گے۔ مگر ان کی وہاں کوئی بات نہیں سنی جائے گی بلکہ یہ لوگ جہنم کی آگ میں ڈال کر بھلا دیے جائیں گے۔

﴿ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ﴾ ''ان منافقین پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔''

لعنت کا معنی ہے: ((اَلْبُعْدُ مِنَ الرَّحْمَةِ))

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور بُعد، اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کر دے تو اس کا مطلب ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، غصہ اور غضب ہے سو ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ رحمت سے دوری ہے۔

---
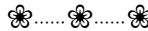
[1] مسلم، کتاب البر والصلة، باب قبح الکذب، و حسن الصدق، و فضله: ۲٦۰۷۔

﴿ كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڏ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾

[التوبة : ٦٩، ٧٠]

’’ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے بڑھ کر اور اموال اور اولاد میں زیادہ تھے تو وہ اپنے حصے سے فائدہ اٹھا چکے پھر تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا جس طرح ان لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا جو تم سے پہلے تھے اور تم نے بھی فضول باتیں کیں، جس طرح انھوں نے کیں۔ یہ لوگ! ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔کیا انھیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔‘‘

نافرمان قوموں کے انجام سے نصیحت حاصل کرو:

منافقو! اللہ، اس کے رسول اور آیات الٰہی سے تمھارا مذاق یہ کوئی نئی چیز نہیں۔تم سے پہلے بہت سی طاقت ور اور مال و اولاد کی نعمتوں سے مالا مال قوموں نے بھی تمھاری طرح مذاق اڑایا تھا۔ ان کے پاس جسمانی قوت و طاقت تم سے زیادہ تھی اور وہ تمھاری طرح سرکشی و نافرمانی کے مرتکب ٹھہرے تھے۔ درازی عمر کے باوجود انھوں نے آیات الٰہی پر غور وفکر نہیں کیا اور تم بھی انھی کی طرح احمق اور بے عقل ہو، اللہ تعالیٰ نے انھیں کثرت مال

سے نواز رکھا تھا اور اولاد کی نعمت بھی عطا کی ہوئی تھی مگر انھوں نے ان نعمتوں سے صرف دنیا میں چند دن کا فائدہ اٹھایا اور آخرت کے لیے کچھ آگے نہیں بھیجا، تمھارا حال بھی انھی کی طرح ہے کہ تم بھی اپنے مال کو راہ جہاد میں خرچ کرنے سے مٹھی بند کر لیتے ہو، پہلی سرکش قوموں کی طرح تم بھی ان نعمتوں سے چند دن تک فائدہ اٹھا لو، ان لوگوں کو ہم نے پکڑ کر عبرت ناک سزا دی تھی اور اگر تم بھی نہ سنبھلے تو تمھارا حشر بھی انھی لوگوں کی طرح بڑا تباہ کن اور خوفناک ہوگا۔

منافقو! تمھارے پاس ان لوگوں کی تباہی و بربادی کے حالات نہیں پہنچے؟ تو آؤ ہم تمھیں چھ بڑی سرکش قوموں کی ہلاکت کا قصہ سنائے دیتے ہیں۔

① قوم نوح کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا:

منافقو! قوم نوح کا قصہ سنو! یہ قوم بڑی سرکش اور اللہ تعالیٰ کی نافرمان تھی۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان لوگوں نے پانچ معبود بنا رکھے تھے اور ان کی عبادت کو اپنے آپ پر لازم کر رکھا تھا ان کے پانچ معبودوں کے نام یہ تھے: وَد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔ قوم نوح ان پانچوں کی عبادت میں لگی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا تا کہ وہ انھیں سمجھائیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور ان بناوٹی معبودوں کو چھوڑ دو ورنہ مجھے شدید ڈر ہے کہ کہیں تم پر اللہ کا عذاب ہی نہ آ جائے۔

قوم کے بڑے بڑے لوگوں نے نوح علیہ السلام کی بات سن کر یہ جواب دیا: ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو ہمارے ہی جیسا ایک آدمی ہے۔ ہم تو یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ تیری بات ماننے والے کم عقل اور بڑے ہی نیچ قسم کے لوگ ہیں۔ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ تمھارے اندر ہم سے زیادہ فضیلت والی بات بھی کوئی نہیں۔ ہم تجھے جھوٹا سمجھتے ہیں اور ہم تمھاری دعوت کا انکار کرتے ہیں۔

نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک اللہ کا تعارف کراتے، اس کا پیغام پہنچاتے اور اس کے عذاب سے ڈراتے رہے۔ نوح علیہ السلام نے کہا: ''اے میری قوم! میں تمھیں صاف بات کہتا ہوں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور میری بات مان لو مگر قوم نے دعوت قبول کرنے سے انکار کیا اور ان کی بات سننے سے راہ فرار اختیار کی۔

نوح علیہ السلام قوم کو اللہ کی بخشش اور جنت کی طرف ساڑھے نو سو سال بلاتے رہے۔ مگر قوم ہر موقع پر نئے سے نیا طریقہ اختیار کر کے دعوت سننے سے انکار کرتی رہی، کبھی تو کانوں میں انگلیاں ڈال کر بات سننے سے انکار ہوتا۔ جب کبھی آمنے سامنے بات ہوتی تو تکبر، غرور اور سرکشی کا مظاہرہ کیا جاتا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو با آواز بلند دعوت دی، اعلانیہ اور غیر اعلانیہ ہر طرح اللہ کا پیغام پہنچایا لیکن دعوت قبول کرنے والوں کی تعداد صرف چالیس تھی اور یہ ساڑھے نو سو سال کی محنت کا حاصل تھا۔

منافقو! تمھاری طرح نوح علیہ السلام سے ان کی قوم مذاق کرتی رہی...... اہل ایمان کو بیوقوف، ارزل، گھٹیا اور نیچ ہونے کا طعنہ دیتی رہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پانی کا سیلاب بھیجا اور پھر اس سرکش قوم میں سے کوئی ایک بھی غرق ہونے سے نہ بچ سکا۔

منافقو! تمھیں بھی عرصہ نو سال سے مہلت ملی ہوئی ہے، اللہ پر ایمان لے آؤ، دل و جان سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، اہل ایمان کو بیوقوف کہہ کر ان کی دل آزاری ترک کر دو، جہاد دشمنی سے باز آ جاؤ، ورنہ تمھارا حشر بھی قوم نوح جیسا ہوگا اور تمھیں بھی اللہ تعالیٰ اپنے کسی عذاب سے غرق کر دے گا۔

② قوم عاد کتنی طاقت ور تھی؟

عادیوں کی طاقت وقوت، قد و قامت، کاریگری اور ہنر مندی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے:

کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا، اِرم والے

عادی جوستونوں کی طرح بلند قامت تھے؟ جن کی مانند دنیا بھر میں کوئی دوسری قوم پیدا ہی نہیں کی گئی۔ یہ لوگ قد و قامت کے لحاظ سے اونچے اور لمبے تڑنگے تھے۔ اپنے قد کے مطابق مکانات بھی بہت اونچے اونچے بناتے۔ دوران سفر خیموں کو نصب کرنے کے لیے بھی لمبی لمبی لکڑیاں استعمال کرتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے اونچے اونچے ستون نصب ہیں۔ اتنی بلند قامت، مضبوط اور زور آور قوم اللہ تعالیٰ کی زمین پر آباد شہروں میں کہیں بھی موجود نہ تھی۔

نبی اور قوم کے مابین مکالمہ:

قوم عاد بت پرست تھی، ان لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنا رکھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو ان لوگوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ انھیں سمجھائیں کہ جھوٹے معبود نفع و نقصان کے مالک نہیں اور نہ وہ عبادت کے لائق ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہود علیہ السلام قوم عاد کے پاس گئے اور انھیں سمجھاتے ہوئے کہا:

اے میری قوم! صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اے میری قوم! تم نے بتوں کو معبود تسلیم کر کے اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا سو اپنے حقیقی رب کے سامنے توبہ و استغفار کرو اور معافیاں مانگو۔

قوم کے لوگوں نے کہا: اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی بین دلیل تو لایا نہیں، ہم صرف تیرے کہنے پر اپنے معبودوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ ہم تجھ پر ایمان نہیں لا سکتے اس لیے کہ ہمارے خیال کے مطابق ہمارے معبود تم سے سخت ناراض ہیں اور سزا کے طور پر تجھے بیماری لگا دی ہے اس لیے تو ایسی باتیں کرتا ہے کہ معبود صرف ایک ہے۔ یہ بات ہم کیسے مان لیں؟ ہود علیہ السلام نے کہا: ''میری قوم! میرے ذمہ صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا تھا سو وہ میں نے پہنچا دیا، اگر تم میری بات مان لو گے تو فائدہ تمھارا ہے اور نہیں مانو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب میں گرفتار کرے گا۔'' قوم نے کہا: تو ہمیشہ عذاب کی دھمکی دیتا ہے اگر لا سکتا ہے تو وہ

عذاب لے آ ہم اسے روکنے کی پوری قوت اور مقابلے کی بھرپور طاقت رکھتے ہیں۔

❀ قوم عاد نے اللہ تعالیٰ کی زمین میں سرکشی اور تکبر کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کیا انھیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انھیں پیدا کیا ہے (قوت و طاقت دی ہے) وہ ان لوگوں سے بہت ہی زیادہ قوت و طاقت والا ہے، یہ بدنصیب قوم آخر تک ہماری آیات کا انکار کرتی رہی۔'' [حمٰ السجدہ : ۱۵/٤١]

تندو تیز آندھی کا عذاب:

پھر قوم عاد پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، قرآن مجید میں ہے:

''وہ تندو تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے، جو مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن برابر چلتی رہی۔ یہ لوگ اس طرح گرے پڑے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے۔''

[الحاقة: ٧/٦٩]

نیز فرمایا: ''ہوا ایسی زبردست تیز تھی کہ لوگوں کو زمین سے اٹھا اٹھا کر پھر زمین پر پٹختی گویا وہ جڑ سے اکھاڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔ سو بتاؤ، میرا ڈرانا اور میری سزا کیسی رہی؟

منافقو! تم ان لوگوں سے زیادہ قوت والے نہیں ہو اس لیے تم بھی پکڑ لیے گئے تو پھر انجام بڑا ہی تباہ کن اور خوفناک ہوگا لہٰذا جہاد کی مخالفت اور دشمنی چھوڑ دو۔

اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور رسول اللہ ﷺ سے مذاق و استہزاء کا مکروہ عمل ترک کر دو اس سے فائدہ تمھارا ہی ہے ورنہ عادیوں کا حشر دیکھ لو! اللہ تعالیٰ نے تندو تیز ہوا کو حکم دیا کہ وہ ان کو ہلاک کر دے تو حکم الٰہی کی تعمیل میں یہ ہوا لوگوں کو بند گھروں اور مضبوط قلعوں سے بھی اٹھا کر بلندی تک لے جا کر پھر زمین پر پٹخ دیتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر سرکش ظالم کا سر تن سے جدا ہو کر دھڑ الگ اور سر الگ ہو کر دور جا گرتے۔ منہ اور گردن کے

راستے ہوا داخل ہوتی اور دبر کے راستے سے نکل جاتی اور یہ لاشیں درخت کے کھوکھلے تنے یا پائپ کی طرح خالی پڑی نظر آتیں۔

③ قومِ ثمود:

ہم نے قوم ثمود کے پاس ان ہی کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ اے میری قوم ! بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں...... تمھارے پاس پروردگار کی طرف سے واضح اور روشن دلیل آ چکی ہے، یہ نشانی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ! اسے زمین میں کھلا چھوڑ دو اور یہ جہاں چاہے چرتی پھرے، اسے کوئی نقصان اور تکلیف نہ پہنچاؤ ورنہ تمھیں دردناک عذاب آ گھیرے گا اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے عاد کے بعد تمھیں ان کا جانشین بنایا ہے اور اس علاقہ میں تمھیں آباد کیا ہے، ہنرمندی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت کا عالم تو یہ ہے کہ تم میدانی علاقوں میں بڑے بڑے محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر بھی بڑے مضبوط گھر بناتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد رکھو! اور زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔

صالح علیہ السلام کی پر درد نصیحت سن کر قوم نے بت پرستی چھوڑنے کے بجائے اپنے مشرکانہ عمل پر قائم رہنے اور ڈٹ جانے کے ساتھ ساتھ سرکشی کا مظاہر کیا۔

انھوں نے معاشرے کے کمزور لوگوں سے جو اہل ایمان تھے یہ کہا: کیا تمھیں یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) واقعی اللہ کے رسول ہیں؟'' انھوں نے کہا: ہم تو ان کے لائے ہوئے دین پر اور ان کے رسول ہونے پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ متکبرین نے کہا کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو کھلے اور واضح طور پر اس کا انکار کرتے ہیں۔ پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کو زخمی کر کے اپنے رب کی اعلانیہ بغاوت وسرکشی کی اور کہنے لگے :

''اے صالح! اگر تو واقعی سچا رسول ہے تو وہ عذاب لے آ جس سے تو ہمیشہ ہمیں ڈراتا رہتا ہے۔ بالآخر ایک زبردست زلزلہ آیا اور وہ اپنے گھروں ہی میں ڈھیر ہو گئے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ﴾ [الحاقة:٦٩/٥]

''قوم ثمود بے حد اونچی اور خوفناک آواز سے ہلاک کر دی گئی۔''

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴾ [القمر: ١٩، ٢٠]

''ہم نے ان پر ایک خوفناک اور گرج دار آواز بھیجی، وہ ایسے ہو گئے جیسے اوندھی پڑی ہوئی کانٹوں کی باڑ ہو۔''

قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے زبردست زلزلے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست گرج اور خوفناک چیخ کے ذریعے ہلاک کر دیا۔

منافقو! عبرت حاصل کرو، جہاد دشمنی ترک کر کے قربانیوں کے لیے نبی ﷺ کے ساتھ نکل پڑو! ورنہ خوفناک زلزلے، خطرناک آوازیں اور تند و تیز آندھیاں تمھیں بھی آ پکڑیں گی۔

③ ابراہیم علیہ السلام کی قوم:

(اے نبی!) ان کو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنا دیجیے! جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا کہ: ''جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو ان کی حیثیت کیا ہے؟'' تو انھوں نے جواباً کہا: ''ہم ان بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو خوش کرنے کے لیے ان کے پاس اعتکاف بھی بیٹھتے ہیں۔''

ابراہیم علیہ السلام نے پھر پوچھا: ''جب تم ان بتوں کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمھاری پکار سنتے ہیں؟ تمھیں کسی قسم کا کوئی نفع یا نقصان دینے کا اختیار رکھتے ہیں؟'' وہ کہنے لگے: ''ایسی بات تو نہیں بس ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔'' ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

’’جن کو تم پوجتے ہو اور تمھارے باپ دادا پوجتے تھے یہ سب میرے دشمن ہیں، سوائے ایک ذات، رب العالمین کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے سیدھا راستہ بھی دکھاتا ہے۔ وہی مجھے بھوک میں کھلاتا اور پیاس کے وقت وہی مجھے پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے تندرستی اور شفا عطا فرماتا ہے۔ وہی مجھے موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا اور اسی ذات سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ بھی معاف کرے گا۔‘‘ [الشعراء : ٢٦/٦٩ تا ٨٢]

اپنے معبودوں کی مدد کرو اور ابراہیم کو جلا دو:

جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا: ’’یہ مورتیاں، بت اور مجسمے ان کی کیا حقیقت ہے کہ تم ان کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ حالت اعتکاف میں بیٹھے رہتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے: ’’ہم نے اپنے باپ دادا کو ان مجسموں، مورتیوں اور بتوں کی پوجا کرتے دیکھا ہے۔‘‘ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ’’پھر تو تم بھی اور تمھارے باپ دادا بھی کھلی اور واضح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔‘‘

وہ کہنے لگے: ’’اے ابراہیم! کیا واقعی تو سنجیدگی کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہے یا ہمارے ساتھ محض دل لگی اور مذاق کر رہا ہے؟‘‘ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ’’بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا رب صرف وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے انھیں پیدا کیا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں ہاں ایک اور بات بھی تمھیں بتا دوں کہ اللہ کی قسم! تمھارے چلے جانے کے بعد میں تمھارے ان بتوں اور بے حقیقت معبودوں سے ضرور ایک خاص قسم کی چال چلوں گا۔‘‘ چنانچہ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے ہتھوڑا پکڑا اور بت خانے میں داخل ہو گئے۔ تمام بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا سوائے ایک بت کے جو سب سے بڑا تھا اور یہ اس لیے چھوڑا تا کہ وہ لوگ اس بڑے بت سے آ کر پوچھیں۔ جب وہ

لوگ آئے اور بت خانے کا یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے: ہائے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ جس نے یہ کام کیا ہے یقیناً! وہ بہت بڑا ظالم ہے...... کچھ دیر سوچنے کے بعد...... پھر خود ہی کہنے لگے: ہم نے ایک نوجوان کو بتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا، اس کا نام ابراہیم ہے۔ فیصلہ ہوا کہ اس کو پکڑ کر مجمع کے سامنے لایا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں چنانچہ ابراہیم علیہ السلام لائے گئے...... ان لوگوں نے پوچھا: اے ابراہیم ! ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک تم نے کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے جواباً کہا: ''یہ اس بڑے بت کی کارروائی ہوسکتی ہے اگر یہ کچھ بتا سکتا ہے تو اسی سے صحیح صورت حال کے متعلق پوچھو۔ یہ بات سن کر شرمندگی سے سب کے سر جھک گئے...... کچھ دیر سوچنے کے بعد ایک دوسرے سے کہنے لگے: ان مورتیوں اور بتوں کی پوجا کر کے حقیقتاً تو ظالم تم خود ہی ہو...... مارے ندامت کے پھر کہنے لگے: ''ابراہیم (علیہ السلام)! تجھے اچھی طرح علم ہے کہ یہ مجسمے کچھ بھی نہیں بولتے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: ''تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بے جان بتوں کی پوجا کرتے ہو جو تمھیں کچھ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان...... تم پر افسوس ...... جن کی تم پوجا کرتے ہو ان پر بھی تف ہے...... کیا تمھیں کچھ بھی عقل نہیں؟ تم ذرا بھی نہیں سوچتے ہو؟''

ابراہیم علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے: اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے تو پھر ابراہیم کو جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر کچھ کر سکو تو یہی ایک بہتر کام ہے۔ چنانچہ انہوں نے آگ جلائی اور ابراہیم علیہ السلام کو اس میں پھینک دیا، اللہ تعالیٰ نے آگ کے لیے حکم بھیجا:

''اے آگ! تو ابراہیم کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انھوں نے تو ابراہیم علیہ السلام کے خلاف بہت بڑا منصوبہ تیار کیا تھا مگر ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو بچا کر...... ان تمام مشرکوں کو مکمل طور پر ناکام ونامراد کر ڈالا۔

ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے وقت کے حکمران کو دعوت توحید:

وقت کے حکمران نمرود سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آمنا سامنا ہوا، جو اپنے آپ کو رب کہلواتا تھا۔ چار سو سال تک حکومت کرنے کی وجہ سے دماغ میں رعونت، مزاج میں انانیت اور کبر وغرور، طبیعت میں سرکشی وخود پسندی کی بیماریاں گھر چکی تھیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کا تعارف کراتے ہوئے اسے سمجھایا کہ میرا رب خالق ہے ہر ایک کو زندگی عطا کرتا ہے، پھر طے شدہ مدت اور دی گئی مہلت کے بعد موت بھیج کر ہر ایک کو مار دیتا ہے۔

نمرود نے کہا زندگی موت کا مالک تو میں ہوں ابھی تمھارے سامنے اس دعویٰ کو سچا ثابت کر دیتا ہوں ...... پھر نمرود نے دو قیدی منگوائے، ان میں سے ایک کو رہا کر کے دوسرے کو قتل کر دیا اور کہا دیکھو! زندگی موت میرے ہاتھ میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اچھا پھر سنو! میرا رب تو وہ ہے جو ہمیشہ سے سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اب تم سورج کو مغرب سے نکال کے دکھادو۔ یہ بات سن کر وہ حیران رہ گیا۔

قوم ابراہیم کی ہلاکت:

اے منافقین کی جماعت! تمھارے پاس ان قوموں کے حالات کی خبریں اس سے پہلے اگر نہیں پہنچیں تو اب ہم نے تمھیں سب کچھ بتا دیا، قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم ابراہیم کے حالات کے بعد اب تم مدین والوں کے قصہ پر بھی غور کر کے چاہو تو اپنی روش بدل لو، جہاد دشمنی چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق ترک کر کے ان پر تہہ دل سے ایمان لے آؤ تو بچ جاؤ گے ورنہ اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

قوم شعیب:

قوم شعیب یعنی اصحاب مدین مشرکانہ عقائد بت پرستی کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں کمی کی بیماری میں مبتلا تھے۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے بیک وقت تین طرح کا عذاب بھیجا:

﴿ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ﴾ [الشعرأ: ٢٦/١٨٩]

''انھیں سائبان والے دن عذاب الٰہی نے آ پکڑا۔''

﴿ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ﴾ [الأعراف: ٧/٧٨]

''پھر ان کو زلزلے کے عذاب نے آ گھیرا۔''

﴿ وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ ﴾

''ظالموں کو ایک زبردست چیخ نے آ پکڑا۔''

اس خوشحال قوم کی سرکشی اور بت پرستی کے روگ کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں کمی، مال و دولت کی حرص، طمع اور لالچ کے جرائم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ان پر سائبان جیسا ایک بادل بھیجا، جس سے آگ کے شعلے اور چھوٹی بڑی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ پھر ایک ہولناک، خوفناک اور دل پھاڑنے والی تند و تیز آواز پیدا ہوئی، لوگ جان بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگے تو پھر تیسرا عذاب خوفناک زلزلے کی شکل میں آ پہنچا، کچھ دیر پہلے تک زندگی کی رونقیں تھیں، بازاروں میں چہل پہل اور دوستوں کی خوش گپیاں تھیں۔ لوگ زندگی کی تمام سہولتوں سے محظوظ اور لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک تین مختلف قسم کے عذابوں نے پوری قوم کو آ پکڑا پھر منظر کیا تھا؟ قرآنی الفاظ پر غور کریں۔

عذاب کے بعد کا منظر:

''جن لوگوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا تھا ان کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ اوندھے منہ پڑے رہ گئے گویا وہ کبھی یہاں آباد ہی نہ تھے۔'' [الأعراف: ٧/٩٢]

ان ظالموں کو ایک زبردست چنگھاڑ نے آ پکڑا اور وہ اپنے ہی گھروں میں اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کبھی وہاں رہے ہی نہ تھے ﴿ أَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ ﴾ ''خبردار! مدین والے دور ہوگئے، دفع ہوگئے ﴿ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ ﴾ جس طرح ثمودیوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیج کر دنیا سے دفع اور دور کر دیا تھا۔'' [هود: ١١: ٩٤، ٩٥]

تباہ ہونے والی قوم کے لیے شعیب علیہ السلام کی نصیحت :

شعیب علیہ السلام نے کہا: ''اے میری قوم! ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس لیے کہ اس کے علاوہ تمھارا کوئی معبود نہیں۔ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔انصاف کے ساتھ ماپ تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو۔ زمین میں فساد نہ مچاتے پھرو۔ اگر تم ایمان والے ہو تو تجارت میں حلال کردہ نفع ہی تمھارے لیے بہتر ہے۔تم خوشحال ہو، نصیحت قبول کرلو کیوں کہ دنیا کے حریص مالدار نصیحت کم ہی قبول کرتے ہیں اس لیے مجھے شدید خطرہ ہے کہ تمھیں اللہ کا عذاب ہی نہ آن پہنچے۔[هود : ۱۱/ ۸٤] راستوں پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے لوگوں کو مت ڈراؤ۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے مت روکو۔صراط مستقیم میں کجی اور ایچ پیچ مت تلاش کرو۔

قوم کے خوشحال متکبرین کا جواب اور دھمکی :

متکبر سردار کہنے لگے: اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کوبستی سے نکال دیں گے۔بستی میں رہنے کی صرف ایک صورت ہے کہ تم ہمارے دین کی طرف واپس پلٹ آؤ۔ پھر کہنے لگے: اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے ان باتوں کی تلقین کرتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں؟ اے شعیب! تیری باتیں ہماری تو سمجھ میں ہی نہیں آتیں۔ ویسے بھی ہم اپنے مقابلے میں تجھے بہت کمزور خیال کرتے ہیں۔ اگر تیری برادری کا ڈر نہ ہوتا تو ہم پتھر مار مار کر تجھے ختم کر دیتے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، بادل سے آگ کے شعلے برسے،تند و تیز اور خوفناک چیخیں آنے لگیں اور پھر زلزلے نے باقی کام پورا کر کے اس قوم کو ایسے بنا دیا جیسے وہ کبھی یہاں آباد ہی نہ تھے۔

منافقو! تم بھی ہوش کرو! اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت، عطا کردہ مال و دولت اور خوشحالی کے باعث اکڑنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جاؤ اور اللہ پر ایمان لے آؤ۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو۔ جہاد سے وابستہ ہوکر مال و جان کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں قربان کردو۔ بچنے کی واحد صورت یہی ہے ورنہ عذاب الٰہی آنے ہی والا ہے۔

⑥ الٹائی گئی بستیاں:

الٹائی ہوئی بستیوں سے مراد سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں ہیں۔قوم لوط پر اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیجا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس پورے علاقے کو اپنے پر کے اوپر اٹھالیا اور آسمان کے قریب لے جا کر الٹا کر زمین پر دے مارا۔ اللہ تعالیٰ کا غضب مزید بھڑکا اور پھر ان بستیوں پر پتھروں کی بارش برسائی گئی اور یوں یہ قوم صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دی گئی۔ منافقو! تم بھی انھی لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ منافقو! وہ لوگ تم سے زیادہ طاقت ور تھے۔ مال و زر اور اولاد کے لحاظ سے تم سے کہیں بڑھ کر تھے۔ انھوں نے اپنے حصے کے مزے لوٹے ......تم بھی اپنے نصیب کے مزے لوٹ لو۔ تم انھی باتوں میں لگے ہوئے ہو جن میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ خسارے میں رہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾

''ظلم تو اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے۔ یہ عذاب اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھیجے کہ وہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔''

منافقو! تم بھی اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہو، یہ ظالمانہ روش احمقانہ کارروائیاں ترک کر کے جہاد، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے تعلق قائم کر کے عذاب الٰہی سے بچ جاؤ...... ورنہ اللہ کی گرفت بڑی سخت اور وقت گرفت بڑا قریب ہے......خوب سمجھ لو!!

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَيُقِيمُونَ الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة : ۷۱]

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے مدد گار ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

مومن کون ہے؟ ان آیات میں اہل ایمان کے اوصاف حمیدہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مومن ہے کون؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْإِيُمَانُ بِضْعٌ وَّ سِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيُمَانِ)) [1]

''ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)) [2]

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)) [3]

''کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

اہل ایمان ایک جسم اور عمارت کی طرح ہیں:

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

1. بخاری، کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان : ۹۔
2. بخاری، کتاب الإیمان، باب أمور الإیمان : ۱۰۔
3. بخاری، کتاب الإیمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه : ۱۳۔

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى)) [1]

''تم ایمان داروں کو آپس میں رحم کرنے، محبت اور شفقت کرنے کے لحاظ سے ایک جسم کی مانند پاؤ گے کہ جب جسم کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو بیماری اور جاگنے کی وجہ سے سارا جسم تکلیف اور بخار میں مبتلا ہوتا ہے۔''

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ)) [2]

''ایماندار دوسرے مومن بھائی کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے جیسا کہ عمارت کا ایک حصہ دوسرے حصے کو سہارا دیے اور مضبوط کیے رکھتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا۔''

باہمی محبت کے بغیر کوئی شخص ایمان دار نہیں بن سکتا:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ)) [3]

''تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم ایمان نہیں لاتے اور تمھارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں جب تک تم آپس میں محبت نہیں کرتے کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم وہ کرنے لگو تو ایک دوسرے سے محبت پیدا ہو جائے؟ وہ یہ کہ تم آپس میں سلام کو عام کرو۔''

---

1. مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين و تعاطفهم وتعاضدهم: ٢٥٨٦۔
2. بخاری، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضاً: ٦٠٢٦۔
3. مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان أنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون...... الخ: ٥٤۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ)) [1]

''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنی کی اور اگر کسی کو کچھ دیا تو وہ بھی اللہ کے لیے اور اگر کسی سے روکا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔''

﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ [التوبة : ۷۱]

① اس آیت میں اہل ایمان کی پہلی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ'' وہ ایک دوسرے کے دوست، ہمدرد اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔

- وہ ایک دوسرے کے ہمدرد، خیر خواہ، مددگار، بہی خواہ اور دلی دوست ہوتے ہیں۔
- مومن جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسرے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرتا ہے۔
- ایک مسلم کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان مامون و محفوظ ہوتے ہیں۔
- مومن اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں سے دلی محبت رکھتے ہیں، ہمدردی کے جذبات کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے لیے امن و سلامتی کے خواہش مند ہوتے ہیں۔
- اہل ایمان کا باہمی معاملہ ایک جسم کی طرح ہے کہ جس طرح تکلیف پاؤں میں ہو تو آنکھیں آنسو بہائیں گی، تکلیف مشرق میں رہنے والوں کو ہو تو درد کی شدت مغرب والے بھی محسوس کرتے ہیں۔
- اہل ایمان کے باہمی تعلق کی مثال دیوار میں لگی ہوئی اینٹوں کی طرح ہے جو باہم جڑی ہوئی اور ایک دوسرے کو سہارا دیے ہوئے ہوتی ہیں۔
- اہل ایمان ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں۔
- دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عاجزی، انکساری اور نرمی سے پیش آتے ہیں۔

---

[1] أبو داؤد، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان و نقصانه : ٤٦٨١ ـ

❁ اپنے مسلم بھائی کے عیب چھپاتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے عیب چھپادے۔

❁ اہل ایمان کو نصیحت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قطع رحمی نہ کرو، آپس میں دشمنی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد سے بچو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔'' [1]

❁ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾

[الحجرات : ۴۹/۱۰] ''مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔''

دوسری نشانی:

﴿ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

اہل ایمان کی دلی دوستی کا تقاضا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھلائی کے لیے تیار کریں، اچھائی کی ترغیب دیں اور نیکی کے کاموں کا حکم کریں، کوئی بھائی نماز میں سست ہے تو اسے محبت سے سمجھائیں، خیر خواہی اور ہمدردی سے ترک نماز کے نقصانات بیان کریں اور باجماعت نماز کے فوائد وثمرات سے آگاہ کریں۔ جب خود مسجد کا رخ کریں تو اس بھائی کو بھی اپنے ہمراہ مسجد میں لے جائیں، کوئی بھائی جہاد سے پیچھے ہے تو خوب محنت کر کے جہادی محاذوں کو سجانے کے لیے تیار کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ﴾ [الأنفال : ۸/۶۵]

''اے نبی! اہل ایمان کو جہاد کے لیے ابھاریئے۔''

نیکی کے ہر کام اور بھلائی کے ہر عمل کے لیے اہل ایمان ایک دوسرے کو تیار کرتے، ترغیب دیتے اور حکم کرتے دکھائی دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بھائیوں کو برائی سے منع کرتے ہیں۔ کوئی بھائی لہو ولعب، کھیل تماشے اور ٹی وی ڈرامے دیکھنے میں مگن ہے، انٹرنیٹ پر گندے پروگرام دیکھتا سنتا ہے تو اس کو بڑی حکمت کے ساتھ روکتے اور ناپسندیدہ کاموں سے منع کرتے ہیں...... مومن شخص پر خیر خواہی اور ہمدردی کا یہ اثر نظر

[1] مسلم، کتاب البر والصلة، باب التحريم الظن والتجسس ...... الخ : ۲۵۶۳/۳۱۔

آنا چاہیے، اسی طرح ہر قسم کے برے اور گندے کاموں سے معاشرے اور ماحول کو پاک صاف کرنے میں ایک مومن ہر وقت بے قرار اور بے تاب رہتا ہے۔ بھائیوں کو روکنے میں بے باک ہوتا ہے یہ مومن کی صفت ہے ہر ایک کو اسی جذبہ ہمدردی اور خیرخواہی سے سرشار ہونا چاہیے۔

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ)) [1]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے کی بیعت کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا پھر اس نے اپنی رعیت کی خیرخواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کی تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ پائے گا۔'' [2]

③ اہل ایمان کی تیسری نشانی:

﴿ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ ﴾ ''وہ نماز قائم کرتے ہیں۔''

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور حقوق اللہ کے لحاظ سے اہم ترین عبادت اور اسلام کا دوسرا بنیادی رکن نماز ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهِ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ)) [3]

---

❶ بخاری، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ((الدین النصیحة)) ......الخ : ۵۷۔
❷ بخاری، کتاب الأحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح : ۷۱۵۰۔
❸ بخاری، کتاب الإیمان، باب : دُعَاؤُکُمْ إِیْمَانکم ...... الخ : ۸۔

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے پہلی چیز اس بات کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ دوسری بات نماز قائم کرنا، تیسرا عمل زکوٰۃ ادا کرنا۔ چوتھا کام حج کرنا اور پانچواں فریضہ رمضان کے روزے رکھنا۔''

اہمیت نماز:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''(مسلم) آدمی اور کفر و شرک کے درمیان (فرق پیدا کرنے والی چیز) نماز ہے۔''[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہ جائے گا؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں! کسی قسم کا میل کچیل اس کے جسم پر باقی نہیں رہ سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے...... اللہ تعالیٰ ان نمازوں کے ذریعے (نمازی شخص کے) گناہ مٹا دیتا ہے۔''[2]

بے نماز کا انجام:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لیے قیامت کے دن نور و برہان اور نجات کا ذریعہ ہوگی اور جس شخص نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نہ نور ہوگا نہ برہان اور نہ

---

1. مسلم ، کتاب الإيمان ، باب بيان إطلاق اسم الكفر ......الخ : ۸۱۔
2. بخاری، کتاب مواقيت الصلوة، باب، الصلوات الخمس كفارة : ۵۲۸۔

نجات (کا کوئی راستہ ہوگا) بے نماز شخص کا انجام قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف (جیسے بڑے بڑے کافروں) کے ساتھ ہوگا۔''[1]

منافق پر بھاری نمازیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں، اگر ان لوگوں کو پتا چل جائے کہ دونوں نمازوں کا ثواب کتنا ہے تو وہ ان میں ضرور پہنچیں خواہ گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ آنا پڑے۔ میں نے ارادہ کیا کہ مؤذن کو حکم دوں کہ وہ اقامت کہے پھر ایک آدمی کو حکم کروں کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے اور میں بذات خود آگ کا شعلہ لے کر ان لوگوں کو جلادوں جو (اذان سن کر) نماز کے لیے نہیں نکلے۔''[2]

④ اہل ایمان کی چوتھی نشانی:

اہل ایمان اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ کا تعلق حقوق العباد سے ہے جس سے ایک مالدار، دولت مند، آسودہ حال اور غنی مومن اپنے غریب اور کمزور مقروض و تنگ ودست اور خستہ حال بھائی کی مالی مدد کر کے اسے معاشرے میں باوقار زندگی گزارنے کے قابل بناتا ہے۔ زکوٰۃ کے حق دار آٹھ قسم کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خود مستحق ٹھہرایا ہے...... جس کی تفصیل سورہ توبہ کی آیت (۶۰) ساٹھ میں بیان ہو چکی ہے۔

⑤ پانچویں نشانی...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت:

اس آیت میں اہل ایمان کی پانچویں محبوب عادت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔

---

1. ابن حبان: ح: ۱٤٦٧۔ مسند احمد: ۱٦٩/۲، ح: ٦٥٧٦۔ سنن الدارمی: ۳۰۱/۲۔
2. بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ العشاء فی الجماعۃ: ٦٥٧۔

اطاعتِ رسول سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴾

[ال عمران : ۳/ ۳۱،۳۲]

''اے نبی! کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ان سے کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ لوگ یہ دعوت قبول نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''

﴿ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ [ال عمران : ۳/ ۱۳۲]

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ [النور : ۲٤/ ٥٦]

''نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [النساء : ۱۳]

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی جنت میں داخل کرے گا کہ جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ہمیشہ انھی باغوں میں رہے گا اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴾

[الأحزاب: ٣٣/٧٠، ٧١]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی بات کیا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمھارے کام سنوار دے اور تمھارے گناہ معاف کر دے اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔''

﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴾

[النور: ٢٤/٥٢]

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

﴿ مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴾

[النساء: ٤/٨٠]

''جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرا تو ہم نے آپ (ﷺ) کو ان کا داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔''

وہ (منافق) کہتے ہیں کہ ہم اطاعت کریں گے لیکن جب آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ راتوں کو جمع ہو کر آپ کی باتوں کے برعکس مشورے کرتے ہیں اور جو وہ خفیہ مشورے کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں لکھتا جاتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا نافرمان جہنم کی آگ میں ہوگا:

﴿ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴾

[النساء: ٤/١٤]

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے نکل جائے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اسے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الأحزاب : ٣٦]

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا تو وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔''

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴾ [المجادلة : ٥٨ / ٢٠]

''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں شامل ہوں گے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ أَبٰی))[1]

''جس شخص نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔''

دین اسلام میں اطاعت و اتباع ہے، تقلید نہیں :

''تقلید'' کی اصطلاح نہ تو قرآن میں ہے اور نہ احادیث رسول اللہ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ صحابہ کرام بھی تقلید کی بیماری سے بری، لاتعلق اور بے خبر تھے، خود ائمہ اربعہ غیر مقلد تھے۔ دین اسلام کے مکمل ہو جانے کے عرصہ دراز بعد تقلید کی اصطلاح گھڑی گئی اور لوگوں کے لیے اسے لازمی قرار دیا گیا جس کا دین اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ اسی طرح تقلید نہ تو ایمان ہے اور نہ ایمان و اسلام کی کوئی شاخ ہے۔

اس ضمن میں قرآن و حدیث میں صرف دو قسم کی اصطلاحات ہیں۔ ① اطاعت ② اتباع

---

1. بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة، باب الاقتداء ......الخ : ٧٢٨٠۔

غیر مشروط اطاعت یعنی خوشی خوشی اور دلی رغبت و رضا کے ساتھ کسی کی بات ماننا اور اس پر عمل کرنا یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے۔

- اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی مشروط اطاعت کا حکم دیا ہے یعنی صاحب امر جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مطابق حکم دے تو اس کی بات خوش دلی سے ماننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ صاحب امر اگر قرآن وسنت کے خلاف حکم دے تو اس سے اہل ایمان کو انکار کا حکم دیا گیا ہے۔ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے فریقین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ کرانے کے پابند ہیں۔

اتباع کا معنی ہے نقش قدم پر چلنا اور اتباع صرف رسول اللہ ﷺ کا حق ہے کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی، امام، مجتہد، عالم دین یا امیر کی اتباع ہرگز نہیں ہوسکتی۔

❀......❀......❀
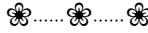
﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾

[التوبة : ٧٢]

''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ستھری رہنے کی جگہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

جنت میں اہل ایمان کے مسکن، رہائش گاہیں، کوٹھیاں، بنگلے، محلات اور باغات کیسے ہوں گے؟ ایک مختصر جھلک یہ ہے:

جنت کے خیمے اور محلات:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پانی سے۔'' پھر ہم نے سوال کیا

جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے، اس کا گارا (یا سیمنٹ) خوشبو دار کستوری کا ہے۔ اس کی کنکریاں اور سنگریزے لوء لوء یا قوت اور بہت قیمتی موتی ہیں، جنت کی مٹی زعفران کی ہے جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ کبھی تکلیف نہیں دیکھے گا ہمیشہ زندہ رہے گا، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ جنتیوں کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوں گے اور جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی۔''①

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک جنت میں ایمان داروں کے لیے موتی تراش کر خیمہ دیا جائے گا، اس کی لمبائی ساٹھ میل یعنی نوے کلومیٹر ہوگی اس کے ہر کنارے میں اس کے اہل خانہ ہوں گے، جو دوسرے کونے والوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ یہ مومن شخص ان تمام گھر والوں کے پاس آتا جاتا رہے گا۔''②

﴿ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴾ [الرحمٰن : ٥٥/٧٢]

''اہل جنت کے لیے ان خیموں میں حوریں ہوں گی۔''

جنت میں سونے چاندی انار اور کھجور کے باغات:

سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''(جنتیوں کے لیے) دو باغ چاندی کے اور دو باغ سونے کے ہوں گے چاندی کے باغوں میں برتنوں سمیت ہر چیز چاندی کی اور سونے کے باغات میں برتنوں سمیت ہر چیز سونے کی ہوگی لوگوں کے لیے جنت عدن میں اپنے رب کو دیکھنے میں سوائے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر کے جو اس کے چہرۂ مقدس پر ہوگی اور کوئی چیز اس میں رکاوٹ نہ بنے گی۔''③

---

❶ ترمذی، أبواب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة الجنة و نعیمها : ٢٥٢٦۔
❷ بخاری، کتاب بدأ الخلق، باب ما جاء فی ...... الخ : ٣٢٤٣، ٤٨٧٩۔
❸ مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ......الخ : ١٨٠۔

﴿ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴾ [الرحمن : ٦٨]

''دونوں باغوں میں پھل ہیں، کھجور اور انار کے پھل۔''

﴿ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ ۝ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ ۝ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴾

[الواقعة : ٢٨ تا ٣٢]

''کانٹوں کے بغیر بیریاں، تہہ بہ تہہ کیلے، لمبے لمبے سائے، بہتا ہوا شفاف پانی اور بکثرت پھل۔''

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت میں ایک درخت کے سائے میں سوار سو سال تک سواری کو دوڑاتا چلا جائے تو بھی سایہ ختم نہ ہوگا۔''[1]

﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ۝ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴾

[المرسلٰت : ٧٧/ ٤١، ٤٢]

''متقی لوگ جنت کے سایوں اور چشموں میں ہوں گے اور وہ جو پھل پسند کریں گے ان کے لیے حاضر کر دیے جائیں گے۔''

جنت میں چھینا جھپٹی:

﴿ وَأَمْدَدْنَاهُم بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴾ [الطور : ٢٢ تا ٢٤]

''اور ہم انہیں ہر طرح کے خوش ذائقہ لذیذ پھل اور من پسند گوشت دیتے رہیں گے وہ ایک دوسرے سے شراب کے جام چھینیں گے، ایسی شراب جس کے پینے سے نہ تو بیہودہ گوئی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کا عمل سرزد ہوگا۔ موتیوں جیسے خوبصورت بچے ان کی خدمت میں ہر وقت حاضر ہوں گے۔''

---

1. بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة ...... الخ : ٣٢٥٢۔

جنت میں بے ہودہ بات نہ ہوگی:

﴿ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ لَّا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً ۝ فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝ فِيهَا سُرُرٌ مَّرْفُوعَةٌ ۝ وَأَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ ۝ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝ وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ﴾ [غاشية : ۸۸/۱۰تا۱۶]

''جنتی عالیشان جنت میں کوئی بے ہودہ بات نہیں سنیں گے، جنت میں چشمے بہہ رہے ہوں گے...... جنتی بلند و بالا مسندوں یا سٹیجوں پر بیٹھے ہوں گے۔ وہاں شراب کے پیالے رکھے ہوں گے...... نرم قسم کے گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی...... نفیس قسم کے فرش (پر قالین بچھے ہوں) گے۔''

﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة : ٢٧]

''جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی تو ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر سب سے بڑی نعمت ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ کا جنتیوں کے لیے اعلان رضا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرنے کے بعد پکارے گا تو جنتی کہیں گے: ''یا اللہ!'' ہم حاضر ہیں۔'' اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا: ''بتاؤ! اب تم خوش ہو؟''...... وہ جواب میں عرض کریں گے: ''اے ہمارے رب! کیا اب بھی ہم خوش نہ ہوں گے جبکہ تو نے ہمیں ہر طرح کی نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔'' اللہ تعالیٰ پھر پوچھے گا: ''کیا میں تمھیں ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور بڑی نعمت نہ عطا کروں؟'' جنتی کہیں گے اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے افضل اور بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے میرے جنتی بندو! اب میں تم پر اپنی رضا اور خوشنودی اتارتا ہوں یعنی آج کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔''[1]

---

[1] بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب مع أهل الجنة : ٧٥١٨۔

جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار:

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جنتیوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا: ''ان نعمتوں کے علاوہ تمھیں مزید کسی چیز کی ضرورت اور خواہش ہو تو میں عطا کر دوں؟'' جنتی کہیں گے: ''اے ہمارے رب! اس سے بڑھ کر ہمیں اور کیا چاہیے؟ اے ہمارے رب! کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ اے ہمارے رب! کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ اے اللہ! کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں عطا فرمائی؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنتیوں اور اللہ کے درمیان سے پردہ اٹھا دیا جائے گا پھر تمام جنتی اللہ رب العزت کے چہرے کا دیدار کریں گے، انہیں ایسی کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی ہوگی جو دیدار الٰہی سے زیادہ محبوب ہو۔''

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ یونس کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ''جن لوگوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے جنت کے علاوہ مزید بھی ہے۔''[1]

منافقین کے لیے جہنم کا وعدہ:

﴿ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِلطَّاغِينَ مَآبًا ۝ لَابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴾ [النباء: ٨٧/٢١تا٢٥]

''بے شک جہنم سرکشوں (منافقوں) کی گھات میں ہے اور ان کا ٹھکانا وہی ہے جہاں وہ صدیوں تک پڑے عذاب میں (کراہتے، چیختے) رہیں گے، وہاں نہ تو ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کھولتے پانی اور پیپ کے سوا پینے کو انھیں کچھ ملے گا۔''

﴿ وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا

[1] مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة......الخ: ١٨١۔

وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٢٥/ ١٣، ١٤]

”اور جب یہ جہنم کی کسی تنگ جگہ میں مشکیں کس کر پھینک دیئے جائیں گے تو اپنے لیے موت کی تمنا کریں گے اور موت ہی موت پکاریں گے۔ (ان سے کہا جائے گا) آج ایک موت نہیں بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔“

﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ١٧/ ٩٧]

”ان لوگوں کو ہم قیامت کے دن اندھے، گونگے اور بہرے بنا کر منہ کے بل کھینچ لائیں گے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب کبھی جہنم کی آگ دھیمی ہونے لگے گی تو ہم اسے اور زیادہ تیز کر کے بھڑکا دیں گے۔“

﴿ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٢٣/ ١٠٤]

”آگ ان کے چہروں کو چاٹ جائے گی اور (ان کے جبڑے باہر نکل آئیں گے) اور وہ بدشکل بن جائیں گے۔“

﴿ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۙ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴾ [المعارج : ٧٠/ ١٥، ١٦]

”ہرگز نہیں...... وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ ہے وہ منہ کی کھال کو ادھیڑ کر رکھ دے گی...... وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جو (اطاعت سے) پیچھے ہٹتا ہے، منہ موڑتا ہے، (جہاد اور خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی بجائے) جمع کر کے سنبھالے رکھتا ہے۔“

﴿ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۚ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴾ [ابراهیم : ١٤/ ٤٩، ٥٠]

”اور اس دن آپ مجرموں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھیں گے...... ان کے لباس تارکول یعنی ”لک“ کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوگی۔“

﴿ فِيْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِيْمٍ ۙ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۙ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴾

[الواقعة : ٥٦/ ٤٢ تا ٤٤]

''(جہنمی تو) لو کی لپٹ، کھولتے پانی اور کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جو نہ تو ٹھنڈا ہوگا اور نہ ہی آرام دہ......''

﴿ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۙ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۙ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۙ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۙ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴾

[الحاقة : ٦٩/ ٣٠ تا ٣٤]

''حکم ہو گا اسے پکڑ لو، اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر گھسیٹ کر اسے جہنم میں پھینک دو...... پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر کے ساتھ جکڑ کر باندھ دو۔ (یہ اس لیے کہ) یہ نہ تو عظیم اللہ کو مانتا تھا...... نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔''

مومن اور منافق میں فرق:

❀ مومن ایک دوسرے کے خیر خواہ، ہمدرد، جگری دوست اور دلی محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔

✵ منافقین کی باہمی دوستی وقتی ہوتی ہے جس کی بنیاد محض اسلام دشمنی اور ذاتی مفادات پر ہوتی ہے۔

❀ مومن...... نیکی، بھلائی اور خیر کی دعوت دینے میں مصروف رہتے ہیں۔

✵ منافق...... برے اعمال، بدی کے کام اور گندے کام کی دعوت دیتے ہیں۔

❀ اہل ایمان! بدی کے امور سے روکتے رہتے ہیں۔

✵ منافق...... بھلائی کے کاموں اور خیر کے اعمال سے لوگوں کو منع کرتے اور روکتے ہیں۔

❀ ایمان والے محض اللہ کو خوش کرنے کے لیے نماز قائم کرتے ہیں، اول وقت میں باجماعت اور سنت رسول ﷺ کے مطابق مسجد میں پانچوں نمازیں ادا کرتے ہیں۔

✵ منافق...... لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتا ہے...... نماز کے لیے جب آتا ہے تو مریل مریل، سست اور کاہل ہوتا ہے، نماز عصر کو بطور خاص لیٹ ادا کرتا ہے۔

- مومن...... اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے خوشی خوشی زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے دین کی سربلندی کے لیے جہاد میں فراخ دلی سے بے دریغ مال خرچ کرتا ہے۔
- منافق...... دینی ضرورتوں پر مال خرچ کرتے ہوئے مٹھی بند رکھتا ہے۔
- مومن تو...... اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا ہر حکم خوشی کے ساتھ اور دلی رضا و رغبت سے قبول کرتا ہے، عمل کرتا اور مانتا ہے ......اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہے۔
- منافق...... اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی بات نہ تو خوش دلی سے سنتے ہیں اور نہ مانتے اور عمل کرتے ہیں......بس ان لوگوں نے تو اللہ تعالیٰ کو بھلا ہی رکھا ہے اور یہ بڑے نا نافرمان اور فاسق ہیں۔
- مومن...... راہ جہاد میں دل کھول کر مال خرچ کرتا ہے۔
- منافق...... راہ جہاد میں خود بھی مال نہیں دیتا اور جو مخلص مالدار مومن جنگی اخراجات میں مال دیتے ہیں ان پر طعن اور طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ شخص ناموری، شہرت پسندی اور ریا کاری کے لیے اتنا مال خرچ کر رہا ہے۔
- مومن ...... غریب اور تنگدست مومن اپنی محنت مزدوری سے حاصل ہونے والے تھوڑے مال میں سے راہ جہاد میں حصہ ڈالتے ہیں۔
- منافق ایسے غریب اور تنگدست لوگوں کے جہادی صدقات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں، مٹھی بھر جو سے روم فتح کرنا چاہتے ہیں۔
- اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جہاد کے لیے سردی گرمی کی پروا کیے بغیر فوراً نکل کھڑے ہوتے ہیں۔
- منافق...... جہاد کے لیے نہیں نکلتے اور لوگوں کو بھی روکتے ہوئے کہتے ہیں کہ گرمی میں مت نکلو!!

❀ مومن جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت ہی نہیں مانگتے۔
❁ منافق...... جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے اور حیلے پیش کر کے اجازت طلب کرتے ہیں۔
❀ مومن ...... حکم ملتے ہی جہاد کی تیاری، سواری کا بندوبست اور اسلحہ کی فراہمی میں لگ جاتے ہیں۔
❁ منافق...... جہاد کے لیے نکلنے کا حکم سننے کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ دھرے پیچھے رہنے کے حیلے بناتے اور بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں
❀ احزاب کے موقع پر مومن دفاع اسلام اور دفاع وطن میں دن رات ایک کئے خندق کھودنے میں سرحدوں پر چاق و چوبند پہرا دینے میں مصروف تھے۔
❁ منافق...... خندق کی کھدائی سے لاتعلق تھے اور لوگوں کو بھی پکار پکار کر کہتے رہے کہ ...... یہ وقت جنگ کے محاذوں پر ٹھہرے رہنے کا نہیں لہٰذا تم واپس پلٹ آؤ۔
❀ مومن...... احد کے دن اپنی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے محاذ جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔
❁ جبکہ تین سو منافقین کا دستہ مجاہدین کے حوصلے پست کرنے کے لیے میدان جنگ سے فرار ہو کر واپس گھروں کو لوٹ رہا تھا۔
❀ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ نے نعمتوں بھری جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔
❁ منافقین...... جہنم کے تہہ خانے میں دردانگیز سزا اور تکلیف دہ عذاب میں ہوں گے۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴾
[التوبة : ٧٣]

’’اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘

کفار سے حکم جہاد پر عمل کیسے؟

بعض لوگ جہاد کے حکم پر کفار و منافقین سے ایک جیسا سلوک اور ایک ہی طرح کا جہاد مراد لیتے ہیں جو سراسر منشائے الٰہی کے منافی اور طریقہ رسول (ﷺ) کے خلاف ہے۔ کفار سے جہاد کا طریقہ الگ ہے اور منافقین سے جہاد کا عمل مختلف۔ ان دونوں گروہوں سے جہاد کیسے ہوگا؟ اس سلسلہ میں مختصر دلائل پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں سے جہاد کا حکم اور طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ﴾ [محمد : ٤]

”جب کافروں سے تمھارا آمنا سامنا ہو تو ان کی گردنیں اڑاؤ یہاں تک کہ انھیں کاٹ کاٹ کر، خوب خون بہا چکو تو (باقی ماندہ کو) گرفتار کر کے کس کے باندھ لو۔“

اس آیت میں کافروں کی گردنیں اڑانے کا حکم ہے جس سے کفار سے زبردست قسم کی شدت اور سختی برتنا مراد ہے۔

﴿ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ﴾ [التوبة : ١٢]

”کفر کے لیڈروں سے لڑو۔“

﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ [التوبة : ٢٩]

”ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔“

حکم جہاد پر رسول اللہ ﷺ کا عمل:

کفار و مشرکین سے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا، رسول اللہ ﷺ نے حکم الٰہی پر عمل کیا جس پر سیرت رسول ﷺ اور کتب احادیث گواہ ہیں۔ چند مثالیں یہ ہیں:

❀ میدان بدر میں ستر مشرکین کی گردنیں اڑائی گئیں۔ چودہ صحابہ کرام شہید ہوئے۔

❀ میدان احد میں ۳۷ مشرکین کے سر قلم کیے گئے جبکہ ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حکم الٰہی کی

تعمیل میں غلبہ اسلام کے لیے اپنا خون پیش کیا۔

یہودیوں سے حکم جہاد پر عمل:

❀ غزوہ بنو قریظہ میں چھ سات سو یہودیوں کو مضبوطی سے باندھا گیا، گرفتاری کے بعد ان کی خواہش کے مطابق سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے فیصلے کے لیے بلایا گیا اور پھر ان یہودیوں کی گردنیں اڑا کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے حکم جہاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے امت کے لیے نمونہ چھوڑا ہے۔

❀ چھاپہ مار کارروائی کر کے دشمن اسلام کعب بن اشرف یہودی کو ہلاک کر دیا گیا۔

❀ جنگ خیبر میں ۹۳ یہودیوں کے سر تن سے جدا کر کے حکم الٰہی پر عمل کیا گیا جبکہ ۲۳ صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا۔

صلیبیوں کے خلاف حکم جہاد پر عمل:

صلیبیوں سے جہاد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار جنگجو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا لشکر تیار کر کے روانہ فرمایا۔ میدان ''موتہ'' میں اس لشکر کے مقابلے کے لیے دو لاکھ صلیبی موجود تھے، گھمسان کی جنگ میں بے شمار صلیبیوں کو واصل جہنم کر کے تین جرنیلوں سمیت بارہ مسلمان شہید ہوئے۔

⦿ صلیبیوں ہی سے فیصلہ کن جہادی معرکہ لڑنے کے لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس ہزار جنگجو جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر کی خود کمان فرمائی اور چھ سو کلو میٹر کا طویل سفر طے کر کے میدان تبوک میں پہنچے۔

کفار و مشرکین سے رسول اللہ کے جہاد کا یہ انداز تھا، آیئے اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے ساتھ جہاد کا جو حکم دیا ہے اس پر رسول اللہ نے کیسے عمل کیا؟؟

منافقین سے حکم جہاد کی عملی شکل:

اس اہم بات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن کریم کی صحیح تفسیر، درست تعبیر اور حقیقی منشا کو رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ جانتے اور حکم الٰہی کی تعمیل میں ہمیشہ سب سے آگے ہوتے تھے آپ ﷺ کا عمل امت کے لیے نمونہ ہے۔

یہ بات طے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منافقین کے خلاف نہ تو خود تلوار اٹھائی اور نہ صحابہ کرام کو اس کی اجازت دی بلکہ ان کے خلاف جہاد دلیل سے ہے یعنی ان کے مؤقف کو دلائل سے رد کرنا اور دلائل سے سمجھانا، نہ مانیں تو سخت رویہ اختیار کرنا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منافق کی گردن اڑانے کی اجازت مانگی تو ......؟

عبداللہ بن ابی کی رسول اللہ ﷺ کے متعلق اہانت آمیز بات رسول اللہ ﷺ (اور صحابہ) تک پہنچی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (غصے سے) کھڑے ہو کر کہنے لگے! اے اللہ کے رسول! (ﷺ) مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! ایسا نہ کرو لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے میں لگے ہیں)''[1]

❀ منافقین سے جہاد اور سختی کے اس حکم سے پہلے منافقین سمیت مسلمانوں سے رسول اللہ ﷺ کا رویہ ہمیشہ مشفقانہ، طرز عمل کریمانہ اور تعلق بڑا ہی ہمدردانہ تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> ''اے نبی! اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب آپ (بڑے ہی) نرم اور شیریں زبان ہیں اور اگر آپ تند خو، ترش رو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب لوگ جو آپ کے گرد جمع ہیں، کبھی کے بھاگ چکے ہوتے۔'' [آل عمران: ۳/ ۱۵۹]

---

❶ بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ﴿سواء علیھم استغفرت لھم﴾: ۴۹۰۵۔

جہاد اور سختی کے حکم کے نزول تک رسول اللہ ﷺ کا رویہ منافقین سے عفو و درگزر اور چشم پوشی کا تھا۔ ان بدقسمت لوگوں کو سمجھاتے سمجھاتے تقریباً آٹھ نو سال کا عرصہ گزر چکا تھا مگر یہ لوگ نصیحت قبول کرنے کی بجائے اپنی ضد، ہٹ دھرمی اور جہالت پر اڑے ہوئے تھے۔ اسلام سے اپنے بغض وعناد، دشمنی اور حسد میں بہت دور نکل کر کلمہ کفر بکنے میں بے باک ہو چکے تھے۔ ان کی خباثتوں، شرارتوں اور ناپاک سازشوں کا عالم یہ تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی ناکام کوشش کر چکے تھے، اس جسارت کی تفصیل اگلی آیت کی تفسیر میں آرہی ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ منافقین سے جہاد کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے :

❀ منافقین سے نرمی اور چشم پوشی کا برتاؤ ختم اور سختی شروع کر دیں۔
❀ منافقین کی نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کے لیے ان کی قبروں پر بھی نہ کھڑے ہوں۔
❀ ان کی مغفرت کے لیے اگر آپ ستر بار بھی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ہرگز انھیں معاف نہیں کرے گا۔
❀ منافقین کی تعمیر شدہ مسجد میں نماز کے لیے بھی قیام نہ کریں۔
❀ کسی مسلمان کے لیے درست نہیں کہ وہ ان منافقین سے قلبی تعلق اور دوستی رکھے۔
❀ یہ ناپاک ہیں ان سے اعراض کریں اور منہ نہ لگائیں۔
❀ آئندہ یہ منافق جہاد میں شرکت کی خواہش رکھتے ہوں تو آپ ﷺ انھیں شریک جہاد نہ کریں۔
❀ عنقریب انھیں دہرا عذاب دیا جائے گا (ایک ذہنی کوفت و اذیت، قلبی گھٹن اور دوسرا عذاب یہ کہ نفاق کا راز فاش ہونے کی وجہ سے رسوائی اور شرمندگی) ۔(۱۰۱)
❀ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے معذرت کے لیے آئیں تو آپ ﷺ صاف صاف کہہ دیں کہ بہانے نہ بناؤ ہم تمھیں ہرگز سچا نہیں مانتے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے

تمھاری ساری خبریں ہمیں پہنچا دی ہیں۔

❀ منافقین سے یہ بھی کہہ دیں کہ تم عمل کرو اللہ تعالیٰ، اس کا رسول ﷺ اور اہل ایمان تمھارے اعمال کو دیکھیں گے اور آئندہ تمھارے طرز عمل کے موافق تمھارے ساتھ سلوک ہوگا۔

قتل کے بجائے ......توبہ کا موقع:

❀ حکم جہاد سے منافقانہ نظریات اور طرز عمل روکنا اور منافقین کو دہشت زدہ کر کے شرارتوں سے باز رکھنا اور انھیں اسلام کی دعوت پر غور وفکر کرنے اور صحیح راستے کے انتخاب کا موقع فراہم کرنا بھی مقصود تھا۔

❀ واضح رہے کہ اسلام کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ بلا ضرورت کسی کا خون بہایا جائے بلکہ وہ بڑے سے بڑے دشمن کو بھی دلائل سے قائل اور دین اسلام کی طرف راغب کر کے موقع اور مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا وآخرت کی ذلت ورسوائی سے بچالے۔

❀ منافقین نے دیے گئے اسی موقع سے بھر پور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا کفر چھپا لیا اور لاالہ الا اللہ کا اقرار کر کے بظاہر اسلام میں داخل ہوکر اپنا خون اور مال بچالیا اور اسلام کا یہی ضابطہ، قاعدہ اور قانون ہے کہ لا الہ الا اللہ کے اقرار کرنے والے کا خون نہیں بہایا جائے گا جیسا کہ دلائل سے ثابت کیا جاچکا ہے۔

موجودہ حالات میں منافقین سے جہاد کیسے؟

ہمارے ہاں نادانوں کا ایک ٹولہ ہے جو عملاً خود تو کچھ کرنے کے قابل نہیں مگر اپنی نجی مجالس میں زبانی جمع خرچ سے اپنے آپ کو اسلام کا خیر خواہ، ہمدرد اور مصلح ظاہر کرتا ہے مجاہدین کو کافروں سے لڑنے سے منع کرتا اور تجویز دیتا ہے کہ محاذوں سے واپس پلٹ آؤ اور اگر لڑنا ہے تو اپنے ہی ملک کے حکمرانوں سے لڑو، تجویز دینے والے ان لوگوں کی

حرکات و سکنات اور ایک ایک عمل سے جہاد سے دوری نظر آتی ہے یہاں ہم پہلے مسلم حکمرانوں کے منافقانہ کردار کی ایک جھلک پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

❀ اس وقت اکثر و بیشتر مسلم حکمران اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی بجائے کافروں سے ڈرتے ہیں۔

❀ ان کی بزدلی کی وجہ سے ملت اسلامیہ کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔

❀ اکثر و بیشتر حکمرانوں میں بڑی حد تک علامات نفاق پائی جاتی ہیں۔

❀ بعض حکومتی ذمہ داروں نے تو امریکی غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیا ہے۔ یہ لوگ امریکی ورلڈ آرڈر کی بالادستی کے لیے امریکی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ بے حیائی، فحاشی اور عریانی کے فروغ کے لیے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ٹریفک جام کر کے شاہراہوں پر میراتھن ریس کے نام پر مردوں اور عورتوں کو عریاں لباس میں دوڑا رہے ہیں۔ اسلامی معاشرے کو تباہ و برباد کرنے کے لیے گھر گھر کو سینما اور بے حیائی کے فروغ کا اڈا بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔

❀ نسل نو کے عقائد و اعمال کو خراب کرنے کے لیے آغا خان بورڈ کے ذریعے نظام تعلیم کو تباہی کے دہانے کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ ایسے لوگوں کی اطلاع قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں دی ہے: ﴿يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ﴾ ''وہ برائی کا حکم کرتے ہیں۔'' موجودہ حکمران بھی ریڈیو، ٹی وی، ڈش، کیبل، انٹرنیٹ اور اسی طرح کے دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کے کاموں کے فروغ کے لیے ان کی سرپرستی اور خوب حوصلہ افزائی میں مصروف ہیں۔

❀ ﴿يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ﴾ منافقین بھلائی اور نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں۔

اکثر حکمران لوگوں کو جہاد جیسے افضل ترین عمل سے نہ صرف روک رہے ہیں بلکہ بے لوث قربانی کے جذبہ سے گھروں سے نکلنے والے مخلص مجاہدین کے لیے مشکلات پیدا کر رہے ہیں اور اب تو ان کا ظلم اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکی صلیبیوں اور اللہ کے

دشمنوں کے سپرد کر رہے ہیں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں۔

آج کے یہ با اختیار عنقریب اللہ کے سامنے سر جھکائے، شرمندہ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے مجاہد بندوں سے دشمنی اور کافروں سے دوستیاں کرنے والے اللہ کے سامنے بے یار و مددگار اور بڑی ہی بے بسی کے عالم میں پیش ہوں گے۔

واللہ! مجھے تو بڑا یقین ہے، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر پختہ ایمان ہے کہ جہاد دشمنی کا مرتکب منافق دنیا میں ایسا ذلیل ہوگا کہ: ﴿ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴾ نہ تو کوئی دوست کام آئے گا اور نہ کوئی ان کا مددگار باقی بچے گا۔اے مجاہدو! یقین رکھو! اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا اور ایسے لوگوں کو دنیا کے لیے نشان عبرت بنا کر رکھ دے گا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص دنیا میں دی گئی اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائے۔آنسو بہائے، معافی طلب کرے اور آئندہ کافروں کی دوستی سے تائب ہو کر مجاہدین کی صفوں میں شامل ہو جائے تو یہ شخص بچ جائے گا جیسا کہ اگلی آیت میں ﴿ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ﴾ میں بات آرہی ہے اور دعوت دی جارہی ہے کہ منافقو! توبہ کرلو تو یہ تمھارے انجام کے اعتبار سے بہت ہی بہتر ہے۔

ظالم حاکموں کو کلمہ حق کہتے رہو:

ایسے ناپسندیدہ ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق ضرور کہتے رہو اس لیے کہ یہ افضل جہاد ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ))[1]

''ظالم و جابر حکمران اور امیر کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے منافقین سے جہاد کے ضمن میں زبانی تنبیہ اور سختی تک معاملہ رہا

[1] الترمذی، أبواب الفتن، باب أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر: ٢١٧٤۔

اورتلوار کے استعمال سے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روکے رکھا احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں ناپسندیدہ اور منافقانہ اوصاف کے حامل مسلم حکمرانوں سے تلوار اور 'گن' کے ذریعے جہاد کی اجازت نہیں ہے البتہ ظالم و جابر اور منافقانہ کردار وعمل کے مرتکب مسلم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اس عمل کو افضل جہاد قرار دیا ہے ...... ہوسکتا ہے یہ لوگ اپنی اصلاح کر کے غلبہ دین کے لیے کافروں سے جہاد شروع کر دیں۔

یادرکھیں! جو شخص اندر سے گندا نہیں ہے اس کے متعلق پر امید رہنا چاہیے اور ساتھ اس کی اصلاح کے لیے ہمدردانہ دعائیں اور کوشش جاری رکھنی چاہیے؟ ایک وقت آئے گا اور یقیناً آئے گا کہ وہ حق کو قبول کر کے منافقانہ طرزعمل چھوڑ دے گا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی دوستی اور مجاہدین سے دلی ہمدردیاں اور تعاون شروع کر دے گا۔

یہاں یہ بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض مسلم ممالک میں مسلم حکمرانوں کے خلاف مسلح کارروائیاں کی گئیں۔نتیجہ یہ نکلا کہ حکمرانوں اور عاقبت نا اندیش جذباتی لوگوں کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ اس سے اسلامی دعوت اور غلبہ اسلام کی تحریکوں کا کام رک گیا، الحاد پھیل گیا اور حکمرانوں نے ردعمل کا شکار ہو کر نہایت شدتیں اختیار کیں۔ اگر حکمت سے حکمرانوں کو دعوت دی جاتی تو یہ نقصان نہ ہوتا۔ اس کا سب سے زیادہ نقصان جہادِ اسلامی کا ہوا۔ کفار کے خلاف جہاد رک گیا اور مسلم ممالک میں شورشیں برپا ہوگئیں۔
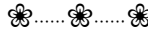
❀......❀......❀

﴿ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴾ [التوبة : ٧٤]

’’اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے بات نہیں کہی، حالانکہ یقیناً انھوں نے کفر کی بات کہی اور اپنے اسلام لانے کے بعد کافر ہوگئے اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انھیں نہیں ملی اور انھوں نے اس کے سوا کسی چیز کا انتقام نہیں لیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ انھیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں نہ ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔‘‘

منافقین کی کہہ مکرنیاں اور جھوٹی قسمیں :

منافقین اپنی نجی مجالس میں کفریہ باتیں کرتے لیکن پردہ چاک اور راز فاش ہونے پر جھوٹی قسمیں کھا کر مکر جاتے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ فلاں فلاں بات تم نے کی ہے اور اس پر پختہ گواہیاں موجود ہیں تو پینترا بدل کر کہتے کہ وہ تو ہم ہنسی مذاق اور دل لگی میں ایسی باتیں کر رہے تھے آپ ﷺ نے ان کو سنجیدہ لے لیا ہے۔

یہ بد بخت اللہ تعالیٰ کی ذات، اللہ تعالیٰ کی آیات اور نبی ﷺ کی پاکیزہ زندگی پر طبع آزمائی کرتے ہوئے سنگین قسم کا مذاق کیا کرتے، تفصیلی بیان آیت ۶۵ میں گزر چکا ہے۔

یہاں ہم قرآن کریم کے ایسے دس مقامات پیش کر رہے ہیں جن میں منافقین اپنی کفریہ باتوں کا انکار کرتے ہوئے اللہ کی قسم کھا کر یقین دہانیاں کراتے اور اسی طرح اپنے دیگر جھوٹ، فریب اور جہاد دشمنی پر مبنی باتوں پر اپنی قسموں کو بطور ڈھال استعمال کرتے۔

① جب ان منافقین پر ان کے اپنے ہی اعمال بد کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارا ارادہ تو صرف احسان، خیر خواہی اور ملاپ کا تھا۔ [النساء : ٤/ ٦٢]

② یہ منافق قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم میں جہاد کرنے کی قوت و طاقت ہوتی تو ہم آپ کے ساتھ ضرور نکلتے۔ [التوبة : ٤٢]

③ یہ منافق اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ وہ تمھارے ساتھ ہیں حالانکہ وہ تم میں سے ہرگز نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں۔[التوبة : ٥٦]

④ جب تم سفر تبوک سے واپس جاؤ گے تو یہ اللہ کی قسمیں کھا کر یقین دہانیاں کرائیں گے۔ ان قسموں کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔[التوبة : ٩٥]

⑤ یہ منافق قسمیں اس لیے کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔[التوبة : ٩٦]

⑥ (اے نبی!) کیا آپ نے ان منافقین کو نہیں دیکھا جنھوں نے اس قوم (یہودیوں) سے دوستی کی جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو چکا۔ اے مسلمانو! یہ منافق نہ تمھارے ہیں اور نہ ان (یہود) کے ہیں علم ہونے کے باوجود جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں۔
[المجادلة : ١٤/٥٨]

⑦ جس دن اللہ تعالیٰ ان سب (منافقین) کو کھڑا کرے گا تو یہ لوگ جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی قسمیں کھانے لگیں گے اور اپنے گمان میں اس وقت بھی یہ سمجھیں گے کہ وہ بہت کچھ ہیں۔ یقین جانو کہ یہ پکے جھوٹے ہیں۔[المجادلة : ١٤/٥٨]

⑧ منافقین ہی میں کچھ ایسے بھی ہیں جنھوں نے (مذموم) اغراض کے لیے مسجد بنائی ہے تاکہ نقصان پہنچائیں، کفر پھیلائیں اور اہل ایمان کو باہم لڑائیں اور ایسے شخص کے قیام کا بندوبست کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا شدید دشمن ہے اور قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ (مسجد کی تعمیر کا مقصد) خیر اور بھلائی کے سوا اور کچھ نہ تھا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بڑے ہی جھوٹے ہیں۔ [التوبة : ١٠٧]

⑨ یہ منافق قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ انھوں نے کوئی کفریہ بات نہیں کہی حالانکہ وہ کلمہ کفر بک چکے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ [التوبة : ٧٤]

⑩ منافقین نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ [المنافقون : ٢/٦٣]

قرآن کریم کے ان دس مقامات پر غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ منافقین نے کفریہ باتیں...... توہین آمیز کلمات اور استہزا و مذاق کا عمل کیا اور...... کوئی ایک آدھ مرتبہ نہیں بلکہ بہت سے مواقع پر ایسی باتیں کی ہیں۔

زیر تفسیر آیت ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ ﴾ کے شان نزول میں مفسرین نے ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا ہے:

❀ ''غزوہ تبوک میں کچھ منافقین بھی رسول للہ ﷺ کے ساتھ شریک جہاد تھے۔ ان میں سے ایک شخص جلاّس بھی تھا۔ جلاّس کے گھر سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں جو اپنے بیٹے عمیر کو بھی ساتھ لائی تھیں۔ جب منافقین کے بارے میں قرآنی آیات نازل ہوئیں تو جلاّس کہنے لگا اللہ کی قسم! اگر یہ شخص (محمد ﷺ) اپنے قول میں سچے ہیں تو پھر ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر کہنے لگے کہ یوں تو آپ مجھے بہت ہی محبوب ہیں اور آپ کی تکلیف مجھ پر اپنی تکلیف سے بھی زیادہ باعث تکلیف ہے لیکن آپ نے ایسی بات کہہ دی ہے کہ میں اگر اس بات کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچاؤں تو نری رسوائی ہے اور اگر نہ پہنچاؤں تو بڑی ہلاکت ہے۔ رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے یہ کہہ کر یہ نوجوان رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور ساری بات کہہ سنائی۔ جلاّس کو جب راز فاش ہونے کی خبر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر قسمیں کھانے لگا اور کہی ہوئی بات سے مکر گیا اور سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ پر الزام لگا دیا کہ انھوں نے آپ ﷺ تک جھوٹی بات پہنچائی ہے۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔'' [1]

❀ اسی آیت کی شان نزول میں امام بغوی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں منافقین

---

❶ ابن کثیر: ۲/ ۵۸۵۔

کے انجام بد کا ذکر تھا حاضرین میں ایک منافق جلاس بھی موجود تھا، وہ اپنی مجلس میں پہنچا اور کہا کہ جو کچھ محمد (ﷺ) کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو پھر ہم گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔'' یہ بات سیدنا عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے سن لی اور کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہی سچ ہے اور تم واقعی گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ہو۔ سیدنا عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو سنا دیا مگر جلاّس مکر گیا اور کہنے لگا کہ عامر بن قیس نے مجھ پر تہمت لگائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو حکم دیا کہ منبر کے پاس کھڑے ہو کر قسم کھاؤ، جلاس نے فوراً قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی اور عامر جھوٹ بول رہے ہیں۔ سیدنا عامر بن قیس رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو انھوں نے بھی قسم کھائی اور پھر دعا کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ گویا ہوئے۔ ''یا اللہ! اپنے رسول ﷺ پر وحی کے ذریعے معاملے کی حقیقت کھول دے۔'' اس دعا پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے آمین کہی، قسمیں کھانے والے یہ دونوں اپنی جگہ سے ابھی واپس نہیں ہوئے تھے کہ جبریل امین وحی لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے۔ جس میں یہ آیت ﴿ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ ﴾ نازل ہوئی۔ جلاّس نے جب یہ آیت سنی تو فوراً کہنے لگے ...... اے اللہ کے رسول! میں اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہوں اور عامر بن قیس کی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اس لیے میں اپنے اقرار جرم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال اور اپنے گناہ پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی معذرت قبول فرمالی اور یہ اپنی سچی توبہ پر قائم رہے اور ان کے حالات درست ہوگئے۔ [1]

---

[1] تفسیر مظهری : ٤/ ٢٦٧۔

رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش:

﴿ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ﴾ [التوبة : ٧٤]

''منافقین نے ایسے کام کا ارادہ کر رکھا تھا جسے (عملاً وہ) نہیں کر سکے۔''

ان دو مختصر لفظوں میں منافقین کی خباثتوں، ناپاک منصوبوں اور مکروہ سازشوں کی طرف اشارہ ہے اور اس کے ساتھ ہی ان بدبختوں کی نامرادیوں، پروگراموں کی ناکامیوں اور دلی حسرتوں اور محرومیوں کی اطلاع بھی ہے۔ گزشتہ آٹھ نو سال کے عرصہ پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات باآسانی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر منافقین کا زور چلتا تو وہ دین اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے ...... کیونکہ ان کے شر انگیز پروگرام، خوفناک منصوبے اور سازشیں بڑی ہی ہلاکت خیز تھیں جیسا کہ زیر تفسیر آیت میں ان کی ایک کمینگی کی طرف اشارہ ہے۔

تبوک سے مدینہ کے لیے واپسی کا سفر جاری تھا۔ تیس ہزار جاں نثار صحابہ کرام کا لشکر میلوں لمبی قطار بنائے محو سفر تھا۔ بلند پہاڑوں کی ایک تنگ گھاٹی آنے والی تھی، منافقین نے ناپاک منصوبے پر عمل کے لیے اسی جگہ کو اپنے لیے موزوں تر سمجھا اور آپ ﷺ سے ذرا وقفے سے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کو اطلاع کر دی کہ منافقین اچانک حملہ کر کے آپ ﷺ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اس اطلاع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لشکر میں اعلان کرے کہ کوئی شخص گھاٹی کے راستے سے نہ آئے، دوسرا راستہ جو بطن وادی سے ہے اور کھلا راستہ ہے اس پر سفر کریں۔''

رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آگے آگے چل رہے تھے جبکہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی سواری کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

تمام مجاہدین نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں بطن وادی کا راستہ اختیار کیا، مگر منافقین ممنوعہ راستہ پر چلتے رہے، ان لوگوں نے اپنے چہرے چادروں سے لپیٹ کر چھپا رکھے تھے۔ سواریوں کو دوڑاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے قریب تک پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پیچھا کرنے والے لوگوں کی سواریوں کے چہروں پر ماریں اور ان کا رخ موڑ دیں۔ انھوں نے اپنی ڈھال سے ان لوگوں کی سواریوں کو مارنا شروع کیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے کہ اللہ کے دشمنو! دفع ہو جاؤ۔ حملہ آور منافقین نے جب یہ بات سنی تو وہ جان گئے کہ ہمارے پروگرام کی اطلاع ہو چکی ہے۔ انھوں نے اپنی سواریوں کو دوڑایا اور مجاہدین سے جا ملے ...... یہ لوگ عقبہ والوں کے نام سے جانے جاتے تھے۔

اس واقعہ سے متعلق صحیح مسلم کی یہ حدیث بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

''ایک دفعہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کی تلخ کلامی ہو گئی، دوران بحث اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ عقبہ والے کتنے تھے؟ (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ گریزاں نظر آئے تو) لوگوں نے ان سے کہا جب وہ قسم دے کر پوچھتا ہے تو آپ بتا دیں۔ سیدنا حذیفہ نے کہا: ''ہمیں خبر دی گئی ہے کہ یہ چودہ لوگ تھے اور اگر تو بھی ان میں شامل تھا تو پھر پندرہ تھے اور میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ ان میں سے بارہ شخص تو دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ باقی رہے تین تو انھوں نے عذر پیش کیا تھا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی آواز ہی نہیں سنی تھی اور نہ ہمیں یہ معلوم تھا کہ ان (منافقین) کا ارادہ کیا تھا۔''[1]

منافقین نے جو ارادہ کیا تھا: ﴿ بِمَا لَمْ يَنَالُوا ﴾ وہ اپنی مراد کو نہ پہنچ سکے اور یہ ناکامی وہ نامرادی انھیں کوئی ایک آدھ مرتبہ نہیں ہوئی بلکہ وہ ہمیشہ اپنے ناپاک منصوبوں، سازشوں اور شرارتوں میں ناکام ہوئے جس کی چند مثالیں یہ ہیں:

- وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر ناکام و نامراد ہوئے۔

---

1. مسلم، کتاب صفات المنافقین و أحکامھم، باب صفات المنافقین: ۲۷۷۹۔

- اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔
- مجاہدین پر مال خرچ کرنے والوں سے کہتے کہ یہ خرچ بند کرو مگر راہ جہاد میں خرچ کرنے والوں نے بے مثال داستانیں رقم کیں۔
- منافقین یہودیوں کو مدینہ میں آباد دیکھنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں برباد کیا۔
- منافقین عبداللہ بن ابی کو تاج سلطانی پہنا کر صاحب عزت دیکھنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کیا۔
- یہ لوگ مجاہدین کی شکست کے خواہاں تھے مگر اللہ تعالیٰ نے فتح ونصرت عطا فرمائی۔
- یہ لوگ تبوک کے میدان میں مجاہدین کا خون بہتا دیکھنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے دشمن کو سامنے آنے کی ہمت ہی نہ دی۔

﴿ وَمَا نَقَمُوٓا۟ إِلَّآ أَنْ أَغْنَىٰهُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ مِن فَضْلِهِۦ ﴾ [التوبة: ٧٤]

''یہ منافق صرف اس بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول ﷺ نے انھیں (غربت سے) دولت مند کر دیا۔''

احسان کا بدلہ انتقام:

- رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے مکہ کو الوداع کہا اور مدینہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ مدینہ پوری دنیا کے لیے دعوت دین کا مرکز بنا، وہاں سے جہادی دستے کافروں کی سرکوبی کے لیے نکلنے لگے اور غلبۂ دین کے لیے خونریز معرکے لڑکر مال غنیمت کے ڈھیر مسجد نبوی میں لاتے رہے۔
- جہاد کی برکت سے اہل مدینہ کی غربت وتنگدستی ...... خوشحالی میں بدل گئی۔
- رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کی تقسیم کے وقت منافقین کو بطور خاص تالیف قلب کے لیے اور ان کی شرارتوں سے بچنے کے لیے وافر حصہ عطا فرماتے تھے۔
- ان مراعات کی وجہ سے ان کی معاشی حالت بھی نہ صرف یہ کہ سنبھل گئی بلکہ یہ بڑے

مال دار، دولت مند اور غنی بن گئے۔

- اللہ تعالیٰ کے اس فضل وعنایت کی شکر گزاری اور نبی ﷺ کے احسانات کا جواب ...... انھوں نے نمک حرامی، دشمنی، ایذا رسانی اور حتی کہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش تک کی شکل میں دیا اور یہ ظالم حسد کی آگ میں جلتے گئے یہ اپنے مرض نفاق میں اور زیادہ بڑھتے گئے۔

توبہ کے لیے ایک اور موقع :

﴿ فَإِن يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ﴾ [التوبة : ٧٤]

''اگر یہ منافق اب بھی توبہ کرلیں تو یہ ان کے لیے بہت بہتر ہے۔''

- طویل عرصہ تک منافقین کو مہلت اور ڈھیل دی جاتی رہی ہے۔
- مال و دولت عطا کر کے ان کے حسد وبغض، دشمنی اور عداوت کی آگ کو بجھانے کی بھرپور کوشش ہوتی رہی ہے۔
- مفاد پرست موذیوں کی بہت زیادہ پردہ پوشی ہوتی رہی ہے۔
- یہ اپنے ناپاک منصوبوں میں ہمیشہ ناکام ہوتے رہے ہیں۔ اب پھر انھیں موقع دیا جاتا ہے کہ باز آجائیں اور اپنی پرانی روش کو بدل لیں۔ توبہ کر کے دل و دماغ کو پاک صاف کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں، جہاد دشمنی ترک کر دیں تو یہ ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے۔

﴿ وَإِن يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾

[التوبة : ٧٤]

''اور اگر (یہ منافق توبہ نہ کریں اور) منہ پھیر لیں تو ...... اللہ تعالیٰ انھیں دنیا اور آخرت میں بڑا ہی دردناک عذاب دے گا۔''

اللہ تعالیٰ کی گرفت کے بعد دنیا بھر میں نہ تو ان کا کوئی حامی ہو گا اور نہ کوئی ان کی مدد

کر سکے گا۔

❁ منافقین کے لیے ایک عذاب تو یہ تھا کہ وہ دنیا کے لحاظ سے بڑے مالدار تو تھے ہی اس کے ساتھ وہ ذی وقار اور صاحب عزت بننے کی بھی کوشش کرتے مگر ہمیشہ ذلیل رہتے، اپنے ناپاک ارادوں کے راز فاش ہونے کی صورت میں اہل ایمان کی نظروں میں رسوا اور حقیر ہوتے۔ ایک چھوٹے مومن کم عمر بچے کے مقابلہ میں منافقین کے بڑے بڑے سردار بے اعتبار اور جھوٹے قرار پاتے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں کی نظروں میں نِکّو اور چھوٹے بن کر رہے، جھوٹی قسمیں کھا کر وہ اپنی عزت و آبرو کا محل تعمیر کرتے اور ایک بچے کی شہادت پر وہ محل زمین بوس ہو جاتا۔ یہ حسرت بھری نگاہوں اور شرمندگی کے گہرے گڑھے میں جا گرتے، ان کی دنیا کبھی بھی اچھی نہیں رہی اور آخرت تو ہے ہی ان کے لیے باعث ندامت، دردناک عذاب کا مرحلہ اور حسرت و افسوس کا دن۔

❁ یاد رکھیں! قیامت تک آنے والے منافقین کا انجام یہی ہو گا اللہ تعالیٰ کے فیصلے کبھی نہیں بدلتے ہاں! صرف یہ صورت ہے کہ منافق توبہ کرلیں جہاد دشمنی ترک کر کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مطیع بن جائیں اور جہادی راہ اپنا لیں۔
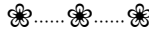
❀......❀......❀

﴿ وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ۝ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴾ [التوبة : ٧٥تا٧٨]

''اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ضرور ہی نیک لوگوں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اس نے انھیں اپنے فضل میں سے کچھ عطا فرمایا تو

انھوں نے اس سے بخل کیا اور بے رخی کرتے ہوئے منہ موڑ گئے۔تو اس کے نتیجے میں اس نے ان کے دلوں میں اس دن تک نفاق رکھ دیا جس میں وہ اس سے ملیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ سے اس وعدے کی خلاف ورزی کی جو اس سے کیا تھا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ان کا راز اور ان کی سرگوشی جانتا ہے اور یہ کہ بلا شک اللہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔''

حصول مال کے لیے منافقین کی دعائیں اور عہد:

حصول مال منافق کی دلی تمنا، حاصل زندگی اور مقصود حیات ہے۔ ان آیات میں منافقین کے ایک ایسے گروہ کا تذکرہ ہے جو فقر و فاقہ سے نجات کے خواہاں اور افلاس و تنگدستی کی جگہ مال و دولت کی فراوانی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ساتھ یہ وعدہ بھی کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں غربت سے چھٹکارا عطا کرے اور مال و زر سے مالا مال کر دے تو وہ جہادی قوت میں اضافے کے لیے مال پیش کریں گے۔ بھلائی کے ہر کام میں درہم و دینار اور اپنے خزانوں کے منہ کھول دیں گے صدقہ و خیرات ان کا پسندیدہ عمل ہوگا۔ منافقین کی اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت عطا کر دیا تو مال کی محبت ان کے دلوں میں اتنی گہری ہوگئی کہ وہ بخل کرنے لگے...... اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد معاہدے سب ان کو بھول گئے۔ یاد کرانے پر مکر جاتے، کنجوسی اور بخل کی خوفناک بیماری انھیں ہلاکت کی طرف دھکیل کر لے گئی۔نصیحت اور خیر خواہی کا علاج بھی بے اثر ہوگیا۔ نفاق کا یہ مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ ان لوگوں سے توبہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ نے چھین لی اور تا قیامت ان کے دلوں میں نفاق کی یہ مہلک بیماری جڑ پکڑ گئی اور وہ اسی حالت نفاق کے ساتھ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ اسی نفاق کی بیماری کی

وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے حصے میں پھینک دیے جائیں گے۔ اس مرض نفاق کی وجہ سے دنیا میں ان کے مددگار اور حمائتی دونوں جہانوں میں ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کرنے کے بعد انھوں نے عہد شکنی کی، بخل سے کام لیا اور جھوٹ بولتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی منافق کی تین بڑی نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

((إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))[1]

''بات جھوٹی کرتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں منافقین کی یہ تینوں نشانیاں موجود ہیں:

1. اللہ تعالیٰ نے مال دیا تو حسب وعدہ خرچ کرنے سے مکر گئے۔
2. وعدہ خلافی کے ساتھ ساتھ جھوٹ بولتے رہے۔
3. مال اللہ کی امانت تھی جسے جہاد اور دیگر بھلائی کے امور میں خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے انھیں پابند کیا تھا مگر وہ امانت کا حق ادا کرنے کے بجائے خائن بن گئے۔
4. سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے منسوب واقعہ درست نہیں۔ ایک موضوع اور من گھڑت واقعہ بعض مفسرین نے ان آیات کی شان نزول میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس غلطی اور سہو کو معاف فرمائے۔

خوب یاد رکھیں! سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور تمام شرکائے بدر کے جنتی ہونے کی خوشخبری خود رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

مال اور اولاد فتنہ ہے:

﴿ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ [الأنفال : ٢٨/٨]

''بے شک تمھارے مال اور تمھاری اولادیں فتنہ ہیں۔''

---

[1] مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ٥٩۔

- بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ان دونوں کو اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے استعمال کرنے سے گھبراتے اور کتراتے ہیں۔ انھیں فکر کرنی چاہیے اور منافقین کے طرزِ عمل سے اجتناب کرنا چاہیے۔
- کثرت مال کی بجائے دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے یہ دعا کرنا چاہیے:

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾

[البقرة : ۲/ ۲۰۱]

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا کی بھلائی عطا فرما اور آخرت کی بہتری نصیب فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔''

- اگر اللہ تعالیٰ مال و دولت دے دے تو جہاد اور بھلائی کے دوسرے کاموں میں خرچ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ توفیق مانگتے رہنا چاہیے۔

دنیاوی مفاد کے لیے جہاد میں شرکت کے خواہاں:

- بعض لوگ ہمارے پاس آ کر کہتے ہیں، بتائیے کہ کتنی تنخواہ اور وظیفہ دو گے؟ بالعموم ایسے لوگوں کا مقصد خدمت دین نہیں ہوتا، جہاد میں قربانی کے جذبہ سے شرکت نہیں بلکہ مقصد حصول مال ہوتا ہے۔ مراعات کا خواہاں شخص، موٹر سائیکل اور گاڑی کے لالچ میں آنے والا مال کا حریص ہے ایسے شخص سے خیر کی توقع کم ہی کی جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہاد جیسے اہم ترین کام کی توفیق ہی نہیں دیتا۔ دوسرا ہمارا مشاہدہ یہ بھی ہے کہ بخیل مال دار شخص خرچ کرتے وقت بھی کہتا ہے کشادگی آئے گی، کارخانہ اور فیکٹری چلے گی، رکا ہوا مال بکے گا، مارکیٹ سے وصولی ہوگی، فصلیں کٹیں گی تو پھر خرچ کریں گے۔ جب یہ سارے کام درست ہو جاتے ہیں تو وعدے سے مکر جاتے ہیں۔ خرچ کرنے سے ہاتھوں کو بند کر لیتے ہیں۔ ﴿ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ ﴾ ''پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو مال دے دیا تو بخیل بن گئے۔

رزق میں فراخی اور تنگی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے :

﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

[العنکبوت : ٢٩ / ٦٢]

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فراخ اور کشادہ روزی دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے۔''

﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

[سبا : ٣٤ / ٣٦]

''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ میرا رب جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے وہ چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔''

زیر تفسیر آیت کے ساتھ اگر اس سے پچھلی آیت پر بھی غور کریں تو یہ بات واضح اور ثابت ہے کہ غنی اور مالدار بنانے والا اور روزی فراخ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، رسول تو اللہ سے سوال کرتے ہیں۔ جیسا کہ مِنْ فَضْلِهٖ سے ثابت ہے، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دونوں نے غنی کیا ہوتا تو الفاظ یوں ہوتے ((مِنْ فَضْلِهِمَا)) ان دونوں نے اپنے فضل سے انھیں غنی کیا۔

اس آیت : ﴿ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ غنی تو اللہ تعالیٰ نے کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو بنایا۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے، تاکہ لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نہ دے اسے دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں دے سکتی...... آپ بھی دعا یاد کر کے ہر نماز کے بعد پڑھا کریں تاکہ عقیدہ توحید میں کسی قسم کی شرکیہ آمیزش نہ ہونے پائے۔

((لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملکوں کی بادشاہی اسی کے لیے ہے۔ حمد کے لائق بھی وہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! اگر تو کسی کو اپنے فضل سے کچھ عطا کرنا چاہے تو کوئی تجھے روک نہیں سکتا اور اگر کسی کو تو اپنی رحمت سے محروم کر دے تو کوئی اسے دے نہیں سکتا، کسی دولت مند کا مال اسے تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔''
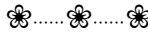
❀......❀......❀

﴿ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۷۹]

''وہ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے ایمانداروں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

جہاد کے لیے مال پیش کرنے والوں پر طنز:

اس آیت میں منافقین کی ایک اور گھٹیا حرکت کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ راہ جہاد میں مال خرچ کرنے والے اہل ایمان خواہ امیر ہوں یا غریب منافقین کی زبان طعن اور اذیت ناک باتوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں راہ جہاد میں مال پیش کرنے والوں کی حوصلہ شکنی منافقین کی منحوس عادت تھی۔ اپنے بخل کو چھپانے اور کنجوسی کی مذموم عادت پر قائم رہنے کے لیے منافقین کا طریقہ یہ تھا کہ اہل ایمان کی قربانیوں کی اہمیت کو گھٹاتے اور ان

❶ بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر ...... الخ : ۸٤٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ......الخ : ٥۹۳۔

کے جذبہ ایثار کا مذاق اڑاتے۔

- اہل ایمان کی اعلیٰ ظرفی اور فراخ دلی سے انہیں سخت تکلیف ہوتی...... جہاد کے لیے مال پیش کرنے کے مثالی جذبہ ایثار کو دیکھ دیکھ کر منافقین کے دل بیٹھ جاتے اور وہ حواس باختہ ہوکر طرح طرح کی احمقانہ باتیں کرتے۔
- راہ جہاد میں زیادہ مال پیش کرنے والے مخلص اہل ایمان کو وہ شہرت کا بھوکا، ریا کار اور ناموری کا خواہاں قرار دیتے۔
- تنگ دست، غریب اور مفلوک الحال صاحب ایمان لوگ دن بھر مزدوری کرتے، رات بھر پانی سے مشکیں بھر بھر کر کھیتوں کو سیراب کرتے اور اپنی محنت مزدوری کی پاکیزہ کمائی میں سے کچھ مال جہاد کے لیے پیش کرتے تو منافقین ایک دوسرے کو آنکھیں مار کر کہتے کہ اس کے آدھے صاع کھجور کی اللہ کو کیا ضرورت تھی؟ یہ اپنے ایک صاع کھجور کے ساتھ روم فتح کرنا چاہتا ہے۔
- منافقین کے ان توہین آمیز کلمات، ہتک آمیز گفتگو اور حوصلہ شکن باتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے جن لوگوں نے تنگ دستی اور خوشحالی میں جہاد کے لیے اپنے مال پیش کیے ان میں سے چند ایک کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

چند غرباء کا جہاد میں مال پیش کرنے کا انداز :

- سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ (غزوہ تبوک کی تیاری کے حالات بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ جب ہمیں (جہاد کے لیے) مال پیش کرنے کا حکم دیا گیا تو (ہم غربا کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ) ہم اس وقت مزدوری کرتے ہوئے بوجھ اٹھاتے تھے۔ ابوعقیل (اپنی اسی مزدوری سے) آدھا صاع کھجور لے کر آئے۔ منافق کہنے لگے: اس خیرات کی بھلا اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی؟''[1]

---

[1] مسلم، کتاب الزکاۃ: باب الحمل بأجرۃ یتصدق بھا ...... الخ : ۱۰۱۸۔

❀ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو (جہادی ضروریات کے لیے) مال جمع کرنے کا حکم دیا تو لوگ تعمیل حکم میں لگ گئے اور مال جمع کرنا شروع کر دیا۔ پھر وہ ایک ایک صاع کھجوریں لیے حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اللہ کے رسول! میرے پاس دو صاع کھجوریں تھیں جو میں نے رات بھر مزدوری کر کے حاصل کی تھیں۔ ایک صاع اپنے بچوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں اور ایک صاع آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جمع شدہ صدقات کے ڈھیر پر ان کھجوروں کو بکھیر دیا جائے۔

❀ ایک غریب انصاری صحابی ایک صاع اناج لائے۔

❀ کوئی غریب ایک مٹھی، کوئی ایک ایک لپ کھجوریں، چھوہارے اور جو لا لا کر پیش کرتا گیا۔

سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان مسابقہ:

❀ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (غزوہ تبوک کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے) ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس موقع پر میری مالی حالت بہت بہتر تھی میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ زندگی میں کبھی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جانا چاہوں تو اس کے لیے آج کے دن سے بڑھ کر اور کوئی موقع نہیں۔ میں اپنا آدھا مال لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''عمر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: ''آدھا مال گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں اور آدھا مال جہاد کے لیے حاضر ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابو بکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا:

أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهُ ''گھر والوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو پکار اٹھے کہ میں ابو بکر سے کبھی بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔[1]

---

[1] ترمذی، کتاب المناقب، باب رجاؤہ ﷺ أن یکون أبو بکر......الخ: ٣٦٧٥۔

راہ جہاد میں مال خرچ کرنے کی مسابقت کا سلسلہ شروع ہوگیا تو ہر شخص اپنی استطاعت سے بڑھ کر جہاد کے لیے مال پیش کرنے لگا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مجہز جیش العسرہ کا خطاب:

☆ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غزوہ تبوک کے لیے جو مال پیش کیا، شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ نے الرحیق المختوم صفحہ ۵۸۳ پر اس کی تفصیلات اس طرح بیان کی ہیں:

☆ سونا تقریباً ساڑھے پانچ کلو...... بصورت ایک ہزار دینار۔

☆ چاندی تقریباً ساڑھے انتیس کلو............ بصورت دوسو اوقیہ۔

☆ نوسو اونٹ مع مہار، پالان، کجاوا وغیرہ۔

☆ ایک سو جنگی گھوڑے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے درج بالا جہاد فنڈ مختلف اوقات میں پیش کیا تھا...... کیوں کہ غزوہ تبوک کی تیاری میں کئی ہفتے لگ گئے تھے۔

☆ کبھی مجاہدین کے لیے سواریوں کی ضرورت ہوتی۔

☆ کبھی مجاہدین کو اسلحہ کی قلت کا سامنا تھا۔

☆ کبھی سفری ضروریات اور خوراک کے انتظامات کے لیے نقد رقم درکار تھی۔

☆ حسب ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے اور ضروریات جہاد کی تفصیلات بیان کر کے ان کو پورا کرنے کی ترغیب دلاتے۔

☆ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جہاد کے لیے مال پیش کرنے کے لیے ابھارا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا وہ تجارتی قافلہ جو دوسو اونٹوں اور دوسو اوقیہ چاندی پر مشتمل تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

☆ ایک اور موقع پر جہادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، حالات کی نزاکت، سفر کی دوری، دشمن کی قوت وغیرہ کا ذکر فرما کر صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کو مال پیش کرنے کی ترغیب دی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور کجاوے، پالان ومہار سمیت ایک سو اونٹ دینے کا اعلان فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے ایک سیڑھی نیچے تشریف لائے اور لوگوں کو مال پیش کرنے کی ترغیب دی۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر کھڑے ہوئے اور ایک سو مزید اونٹ مع ضروری سامان پیش کرنے کا اعلان کیا، تیسری مرتبہ کی ترغیب پر ایک سو اونٹ دینے کا اعلان کیا۔[1]

☆ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار (سونے کے سکے جن کا وزن تقریباً ساڑھے پانچ کلو بنتا ہے) لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں رکھ دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: ''آج کے اس عمل کے بعد عثمان جو بھی کریں وہ انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''[2]

اتنا کثیر مال پیش کرنے کی وجہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو "مجهز جيش العسره" کا نام دیا گیا۔ یعنی مشکل حالات میں لشکر کی تیاری کرنے والا۔

- سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دوسو اوقیہ (تقریباً ساڑھے انتیس کلو) چاندی لائے۔
- سیدنا عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے نوے وسق کھجوریں لا کر پیش کر دیں۔[3]

ان کھجوروں کا وزن موجودہ حساب سے تیرہ ہزار پانچ سو کلو بنتا ہے۔

جہاد کے لیے عورتوں نے زیورات پیش کر دیے:

جہاں صحابہ کرام رومی صلیبیوں سے جنگ کی تیاری کے لیے دوڑ دھوپ میں مصروف تھے۔ بڑی تیزی سے مال جمع کرنے اور مال پیش کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ رہے تھے۔ مسجد نبوی کے صحن میں کھجوروں، چھوہاروں، گندم اور 'جو' کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے...... وہاں مستورات کے زیورات کا ایک ڈھیر بھی دکھائی دے رہا تھا، ہر عورت

---

1. مسند احمد: ٤/ ٧٥ ح: ١٦٨١٦، ١٦٨١٧۔
2. ترمذی، کتاب المناقب، باب فی عد عثمان تسمية......الخ: ٣٧٠١۔
3. الرحيق المختوم، ص: ٥٨٤۔

نے اپنی استطاعت کے مطابق غزوۂ تبوک کے لیے مال پیش کیا۔ اس ڈھیر میں سونے چاندی کے مختلف زیورات شامل تھے، کسی خاتون نے اپنا ہار پیش کیا تو دوسری بی بی نے بازو بند بھیج دیا، ایک صحابیہ نے اپنی انگوٹھی کا صدقہ کیا تو دوسری نے پازیب روانہ کر دی، کوئی اپنی بالی پیش کر رہی تھی تو دوسری اپنے کنگن جہاد فنڈ کے لیے قربان کر رہی تھی۔ یوں صلیبیوں کے خلاف جہادی تیاری میں مقابلہ کے اس موقع پر خواتین بھی مردوں سے کسی صورت پیچھے نہیں رہیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال پیش کرنے والوں پر منافقین نے زبان طعن دراز کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر منافقین پر واضح کیا کہ بدبختو! اگر تم مخلص اہل ایمان کا مذاق اڑاتے رہے ہو تو ہم بھی تمھارے جیسے جھوٹے منافقین سے خوب مذاق اور استہزا کریں گے، بس انتظار کرو تمھاری ضیافت کے لیے جہنم کا دردناک عذاب تیار ہے۔
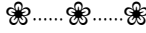
❀......❀......❀

﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ٨٠]

”ان کے لیے بخشش مانگ یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

منافق کی بخشش کے لیے نبی ﷺ کو دعا کرنے سے روک دیا گیا:

رسول اللہ ﷺ اپنے نرم رویے کی وجہ سے ہر ایک کے لیے دعائیں کرتے تھے یا اللہ! فلاں کو ٹھیک کر دے، فلاں کی اصلاح فرما دے، اگر کوئی آ جاتا پھر بھی اور اگر کوئی نہ آتا تو بھی ان منافقین کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں اور التجائیں کرتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ﷺ ان

منافقین کے لیے دعا کریں یا نہ کریں اگر ستر بار بھی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان بدکاروں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوا کہ نبی ﷺ منافقین کے لیے بخشش کی دعا مانگیں۔

❀......❀......❀
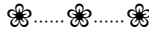
﴿ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۔ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [التوبة : ٨١،٨٢]

''جو لوگ پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اللہ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہوگئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور کہنے لگے گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دے جہنم کی آگ گرمی میں اس سے بہت زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔ پس وہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، اس کمائی کے بدلے جو وہ کرتے رہے ہیں۔''

گرمی میں جہاد کے لیے نہ نکلو! منافقین کا پروپیگنڈا:

اس آیت سے منافقین کی جہاد مخالف چالوں کی مذمت کی جا رہی ہے اور ساتھ ہی انھیں جہنم کی شدید ترین گرمی اور عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے کیوں کہ یہ منافق رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر گھروں میں بیٹھ رہنے پر بہت خوش تھے اور دوسرے مخلص اہل ایمان جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے تھے ان کی حوصلہ شکنی کرتے، انھیں پیچھے رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہہ رہے تھے:

﴿ لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ﴾ ......''گرمی میں مت نکلو۔''

منافقین کی ناپسندیدہ عادتوں، ذلیل قسم کی خصلتوں، بری سوچوں اور جہاد دشمنی کی خوفناک سازشوں کی بھی کوئی حد نہیں تھی تو دوسری جانب رسول اللہ ﷺ کی ہمدردی،

شفقت بھلائی اور خیر خواہی کے جذبات بھی ٹھاٹھیں مارتی سمندری لہروں کی طرح متحرک تھے۔ ہر وقت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچانے کی فکر، عذاب سے نجات دلانے کی تڑپ میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں التجائیں، گریہ و زاری، بے قراری اور بخشش و مغفرت کے لیے جھولی پھیلائے رکھتے تھے اور یوں دعا کرتے : ((اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ))

''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما کہ یہ جانتے نہیں۔''

((رَبِّ اُمَّتِیْ رَبِّ اُمَّتِیْ)) ''میرے اللہ! میری امت پر رحم فرما۔ اے میرے رب! میری امت کو بخش دے۔''

یہ منافق اپنے آپ کو بڑا عقل مند، دانا اور سمجھ دار سمجھے ہوئے تھے اور کہتے تھے جہاد سے پیچھے رہ کر گرمی سے بچ گئے، لمبے صحرائی سفر سے بچ گئے، اتنے بڑے دشمن کے مقابلہ سے بچ گئے، اس کو وہ اپنے کمال کی بات اور عقلمندی کا نتیجہ قرار دیتے جب کہ عقلمند وہ لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نبھانے کے لیے شریک سفر تھے۔ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ کاش انھیں بھی محبت رسول اور اطاعت رسول کی سمجھ ہوتی۔

- موجودہ حالات میں اپنے آپ کو عقلمند سمجھنے والوں کا بھی حال بالکل منافقین کی طرح ہے، یہ لوگ مجاہدین کو دہشت گرد اور معیشت کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کفار کا مقابلہ کرنے کے لیے معاشی ترقی کرو، امریکہ نے اس میدان میں ترقی کی اور وہ آج کہاں پہنچ چکا ہے۔ مجاہدین کی کارروائیوں کے نتیجہ میں مسلم ممالک کی ترقیاں رک گئی ہیں اور ملک بھی تباہ ہو رہے ہیں۔ حقیقت میں یہ لوگ کم فہم، بے شعور اور بے وقوف ہیں، کاش انھیں کچھ عقل اور سمجھ ہوتی۔ ایسے لوگوں کو اپنے منافقانہ طرز عمل پر بہت زیادہ رونا چاہیے کیوں کہ اس کا انجام بڑا ہی خطرناک ہے :

﴿ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [التوبة : ٨٢]

”چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ، اس چیز کے بدلے جو وہ کماتے ہیں۔“

منافقین نے جھوٹے عذر بہانے بنائے اور سفر جہاد میں شریک ہونے کی بجائے گھروں میں بیٹھ کر بہت خوشیاں منائیں اور ایک دوسرے سے کہا کہ میں نے ایسا عذر پیش کیا کہ سب مان گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تعلق توڑنے اور جہاد چھوڑنے پر خوش ہو رہے ہو، حقیقت میں تو یہ رونے کا مقام ہے، اگر آج تمھیں کچھ مہلت میسر ہے تو کل ضرور رونا پڑے گا، یہ بدلہ ہوگا ان کاموں کا جو تم کر رہے ہو۔ تم نبی ﷺ کو دھوکا دیتے رہے ہو، جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے پیش کر کے پیچھے رہنے پر خوش ہوتے رہے ہو، مخلص مجاہدین کو جہاد سے متنفر کرنے کے لیے سازشیں کرتے رہے ہو، اس لیے تمھیں ہنسنا کم اور رونا زیادہ چاہیے۔

❀......❀......❀

﴿ فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴾

[التوبة : ۸۳]

”پھر اگر اللہ تجھے ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے آئے اور وہ تجھ سے (جنگ کے لیے) نکلنے کی اجازت طلب کریں تو کہہ دے تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور میرے ساتھ مل کر کبھی کسی دشمن سے نہیں لڑو گے۔ بے شک تم پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے، سو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔“

منافقین کو جہاد میں شریک نہ کریں:

یہ آیت سفر تبوک میں نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لیے ایک نیا حکم جاری فرمایا ہے: ﴿ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا ﴾ ”اے نبی! آپ ان منافقین سے کہہ دیں کہ

آئندہ جہاد کے لیے تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکل سکتے۔" ﴿ وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ﴾ "اور میرے ساتھ مل کر تم دشمنوں سے ہرگز نہیں لڑ سکتے۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو منافقین کی نئی چالوں سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ ﷺ تبوک سے واپس مدینہ پہنچیں گے تو یہی منافق آپ کے پاس آ کر کہیں گے کہ اب ہم جہاد میں شریک ہونے کے لیے تیار ہیں، اب ہم کسی صورت جہاد سے پیچھے نہیں رہیں گے ہمیں بتائیے کہ آئندہ قافلہ کب جائے گا؟ آئندہ لشکر کب روانہ ہوگا؟ ہمیں تاریخ اور وقت بتائیں کہ کب جانا ہے، پہلے والا مسئلہ کچھ اور طرح کا تھا، فلاں مجبوری نہ ہوتی تو ہم ضرور جاتے...... مگر آئندہ تو کسی مجبوری کو بھی ہم خاطر میں نہیں لائیں گے بلکہ ہر صورت جہاد میں آپ کے ساتھ نکلیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے نبی! ان منافقین نے یہ باتیں کرنی ہیں لہٰذا آپ ان سے کھلی بات کہہ دیں:

- منافقو! اب ہم تمھیں جہاد میں اپنے ساتھ ہرگز نہیں لے جا سکتے۔
- تمھارا نفاق ظاہر ہو گیا اور اب اللہ تعالیٰ نے تم سے توفیق چھین لی۔

﴿ إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾

"اس سے پہلے تم نے گھر بیٹھنے کو پسند کیا تھا اور اس پر تم خوش بھی تھے۔"

اس لیے اب تم شریکِ جہاد ہونا بھی چاہو تو ہم تمھیں ہرگز اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ اس لیے اب تم گھروں میں بیٹھنے والی عورتوں، بچوں، بیماروں اور معذور لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اب تو اسلام کے مقابلہ میں رہا ہی کوئی نہیں، رومی بھاگ گئے، خیبر کے یہودیوں کی کمر توڑ دی گئی، مکہ والے گر گئے، سرکش قبائل نے ہتھیار ڈال دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیے۔ منافقو! اللہ تعالیٰ نے تم سے توفیق چھین لی ہے اور تمھیں اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔ اب تم اسلامی

معاشرے میں کوئی مفید کردار ادا کرنے کے لائق نہیں رہے بلکہ تم عضو معطل ہو، حقیر بن کر رہو، تم بے اعتماد و بے اعتبار لوگ ہو، دھوکے باز اور جھوٹے ہو، مکار، فریب کار اور بزدل ہو، سو اب ہمیں تمھاری ضرورت نہیں، اب تم گھر بیٹھ کر چند دن کی زندگی پوری کرلو، تمھارے حساب کا وقت قریب آ رہا ہے۔
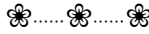
❀......❀......❀

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰٓ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِۦٓ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ فَٰسِقُونَ ﴾ [التوبة : ٨٤]

’’اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔‘‘

منافق کی نماز جنازہ:

رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے فاتحانہ واپس تشریف لائے۔ منافقین کو اس کامیابی کا شدید صدمہ اور دکھ ہوا کیوں کہ انھیں یقین تھا کہ رومیوں سے مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں اور انھیں اس جنگ میں مسلمانوں کا خاتمہ یقینی نظر آ رہا تھا...... مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دل میں رعب ڈال دیا اور مقابلے کے لیے وہ میدان جنگ میں آئے ہی نہیں۔ منافقین کی امیدیں دم توڑ گئیں اور وہ سخت مایوسی کے عالم میں زندگی کے باقی ایام گزارنے لگے۔ فتح تبوک کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کو موت نے آ پکڑا۔

○ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اللہ کے رسول! اپنی قمیص عنایت فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص منافق کے کفن کے لیے دے دی، پھر اس نے عرض کی کہ میرے باپ کا جنازہ

بھی پڑھائیں۔ ①

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیزی سے پہنچا اور کہا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ابی کے بیٹے کا جنازہ پڑھاتے ہیں جبکہ اس نے تو فلاں دن یہ کہا اور فلاں موقع پر یہ سازش کی۔ میں اس کے کفر کی باتیں گننے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری باتیں سن کر مسکرائے اور فرمایا: اے عمر! ''پیچھے ہٹو۔'' میں پھر بھی اصرار کے ساتھ جنازہ پڑھانے سے روکتا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے، اگر مجھے پتا چل جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کروں تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر سے زیادہ مرتبہ دعا کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی ابھی آپ کو فارغ ہو کر واپس ہوئے کوئی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ توبہ کی یہ دو آیات نازل ہوئیں کہ ان منافقوں سے اگر کوئی مر جائے تو اس پر نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ ②

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے منہ میں اپنا لعاب مبارک بھی ڈالا۔ ③

اس آیت کے نزول کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ کسی کی قبر پر دعائے مغفرت کے لیے کھڑے ہوئے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے دین اور کلمہ گو ہو کر دین کی دشمنی رکھنے والوں کے جنازے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

❁ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

---

① بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص الذی یکف أو لا یکف: ۱۲۶۹۔
② بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین ...... الخ: ۱۳۶۶۔
③ بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص الذی یکف أو لایکف: ۱۲۷۰۔

- جہاد مخالفت میں جو شخص شدت کو پہنچا ہو اور لوگوں کو جہاد سے روکے تو اس کے جنازے میں شرکت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کی شرانگیزیوں پر ایک نظر:

- زندگی بھر اس کی کوشش رہی کہ کسی طرح مجاہدین کو نقصان پہنچائے۔
- مجاہدین اسلام کے حوصلے پست کرنے کی کوشش میں رہا۔
- مجاہدین کو جہاد میں شریک ہونے سے روکتا رہا۔
- جہاد کے لیے مال پیش کرنے والوں کو جہاد بالمال سے روکتا رہا۔
- مجاہدین کو نقصان پہنچانے کے لیے اہل مکہ اور یہود سے خفیہ رابطے رکھے ہوئے تھا۔
- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والوں میں مرکزی کردار اسی کا تھا۔
- جنگ بدر میں مسلمانوں کو شکست اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہیں پھیلائیں۔
- بنوقینقاع کی جلا وطنی پر اس بدبخت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان تک پکڑ لیا۔
- غزوہ احد کے موقع پر مجاہدین کے حوصلے پست کرنے کے لیے اپنے تین سو ساتھیوں کو واپس لے بھاگا۔
- بنونضیر کی جلا وطنی کے فیصلہ پر بھی اس نے یہودیوں کو پیغام بھیجا کہ ڈٹے رہو، علاقہ نہ چھوڑو، میں تمھاری مدد کے لیے دو ہزار جنگجو لا رہا ہوں۔
- جنگ خندق کے موقع پر اس نے خندق کی کھدائی میں حصہ نہیں لیا۔
- لوگوں کو گھروں کی طرف واپس پلٹنے کی ترغیب دیتا رہا۔
- بنوقریظہ اور مشرکین مکہ سے خفیہ رابطے اور دلی ہمدردیاں رکھتا تھا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذلیل اور اپنے آپ کو عزت دار کہتا تھا۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خیبر کے لیے روانہ ہوئے تو اس نے یہودیوں کو پیغام بھیجا

کہ تیار ہو کر خوب مقابلہ کرو۔

الغرض ! اس منافق نے اپنی زندگی میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور ہمیشہ جہاد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہا...... اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ منافق ایسے بدنصیب ہیں کہ ان کی نماز جنازہ اور دعائے مغفرت کے لیے ان کی قبروں پر کھڑے بھی نہ ہوں۔ اس لیے کہ...... انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ یہ فاسق تھے۔

❀......❀......❀

﴿ وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴾ [التوبة : ٨٥]

''اور تجھے ان کے اموال اور اولاد بھلے معلوم نہ ہوں، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں دنیا میں ان کے ذریعے سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔''

منافقین کے مال اور کثرت اولاد پر تعجب نہ کریں :

اللہ تعالیٰ نے منافقین کو جو مال عطا کیا ہے اور کثرت اولاد کی وجہ سے ان کے گھر پر رونق اور آباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس قوت و طاقت اور وجاہت سے یہ پھولے نہیں سماتے۔ اے نبی! آپ (ﷺ) اس پر ہرگز تعجب نہ کریں۔ ان نعمتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینا چاہتا ہے۔ ان کا یہ مال ان کے لیے وبال اور اولاد موجب ہلاکت ثابت ہوگی...... جہاد دشمنی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان سے توفیق چھین لی ہے اور یہ مرتے دم تک فاسق و کافر ہی رہیں گے۔

یہ مال منافق کے لیے عذاب ہے، یہ دولت اس کے لیے سخت سزا بنی ہوئی ہے۔ ہر وقت دل دھک دھک کرتا رہتا ہے۔ یہ حقیقت سمجھنے کے لیے موجودہ دور کے مالداروں کو

دیکھ لیں، ان میں سے اکثر کا حال یہ ہوتا ہے کہ اپنے کاروبار کی اتنی فکر کرتے ہیں کہ بس نہ پوچھو، نماز کی فکر نہیں اگر فکر ہے تو یہ کہ میرا کارخانہ بند نہ ہو جائے، جائداد پر کوئی قبضہ نہ کر لے، ڈاکو اور چور مال اڑا نہ لے جائیں...... کوئی تاوان اور چٹی نہ پڑ جائے...... دنیادار اکثر پریشان نظر آتے ہیں، کاروبار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے وقت نکالنا ان کے لیے بہت مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ جب بھی دنیا داروں سے پوچھو بھائی کیا حال ہے؟ اکثر کا جواب ہوتا ہے کہ نہ پوچھو! سخت مندا ہے، گاہک نہیں، خرچے پورے نہیں ہوتے، بڑے پریشان ہیں۔

دیندار دولت مند:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کو بھی مال دیا ہے۔ ان کو یہ فکر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال کو دین کی سر بلندی پر لگاؤں، مجاہدین پر خرچ کروں، جہادی ضرورتیں پورا کرنے کے لیے مال لٹا دوں، قیدی مجاہدین کی رہائی کے لیے اپنی تجوری کا منہ کھول دوں، شہدا کے یتیم بچوں، ان کی بیوگان کی خبر گیری اور کفالت پر مال نچھاور کر دوں۔ سواریوں کی سہولت فراہم کر دوں، یہ بنا دوں، وہ بنا دوں، یہ سب کچھ جب وہ عملاً کر گزرتا ہے، تو اس کی خوشی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ وہ لذت محسوس کرتا ہے، فرحت سے پھولا نہیں سماتا۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ قیامت کے دن اس کے خوب کام آئے گا۔
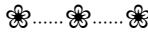
❀......❀......❀

﴿ وَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَجَٰهِدُوا۟ مَعَ رَسُولِهِ ٱسْتَـْٔذَنَكَ أُو۟لُوا۟ ٱلطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا۟ ذَرْنَا نَكُن مَّعَ ٱلْقَٰعِدِينَ ۝ رَضُوا۟ بِأَن يَكُونُوا۟ مَعَ ٱلْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴾ [التوبة : ٨٦، ٨٧]

''اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے جو دولت مند ہیں وہ تجھ سے اجازت

مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دے کہ ہم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔وہ اس پر راضی ہوگئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔''

جہاد سے پیچھے رہنے والے مالدار منافقین :

اللہ تعالیٰ نے یہاں مالدار منافقین کو خوب رگڑا اور فرمایا ہے کہ بالعموم جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرنے والے اکثر مالدار منافق ہی ہوتے ہیں۔ مال دار منافق تو جہاد کر ہی نہیں سکتا کیوں کہ جان اور مال دونوں سے وہ بہت محبت کرتا ہے اور جہاد میں ان دونوں کو قربان کرنے کے لیے پیش کرنا پڑتا ہے اس لیے منافق کو فکر ہوتی ہے کہ میری جائداد کا کیا بنے گا؟ میری کوٹھی، دوکان، فیکٹری، بینک بیلنس، جمع شدہ سونا وغیرہ ان سب کا کیا بنے گا؟

جونہی کوئی حکم نازل ہوا، کوئی سورت اتری، جہاد کے لیے کوئی قافلہ تیار ہونے لگا تو یہ مالدار منافق اجازت حاصل کرنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے اور حیلے پیش کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جاتے :

﴿ فَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا ٱلْقِتَالُ رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ ٱلْمَغْشِىِّ عَلَيْهِ مِنَ ٱلْمَوْتِ ﴾ [محمد : ٤٧ / ٢٠]

''جب کوئی واضح آیت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اے نبی!) آپ دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف اس شخص کی نظر سے دیکھتے ہیں جس پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔''

منافق اور ہو بھی مال دار! ایسے شخص کے لیے تو دنیا ہی سب کچھ ہوتی ہے، جہاد میں شرکت سے اسے موت یقینی نظر آتی ہے، وہ دنیا کی پر آسائش زندگی چھوڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوتا، اس لیے جب بھی کوئی جہادی حکم آیا، جہادی سورت یا آیت نازل ہوئی اور

جونہی کوئی جہادی قافلہ تیار ہونے لگا تو مال دار منافقین پر قیامت ٹوٹ پڑی، دل حلق میں اٹکنے لگے اور چہرے کا رنگ اڑنے لگا، دہشت زدہ ہو کر جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے اور حیلے گھڑنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دی۔ وہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ [التوبة : ٦٤]

''منافق اس بات سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ اہل ایمان پر کہیں کوئی ایسی سورت نہ نازل ہو جائے جو (منافقین کے) دلوں کا حال ظاہر کر دے۔''

مذکورہ آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بطور خاص مال دار منافقین کی یہی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ جب بھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد کرنے کا حکم ہوتا ہے تو منافقین میں سے بطور خاص مال دار لوگ اپنے گھروں میں رہ جانے کے لیے اجازتیں طلب کرتے ہیں، اس لیے کہ انھیں جہاد میں موت نظر آتی ہے جب کہ اہل ایمان کے لیے جہاد میں زندگی ہے اور سچا مومن وہی ہے جو جہاد میں اپنی دنیا و آخرت کی کامیابی پر ایمان رکھتا ہے اور عملاً اس کے لیے کوشش کرتا اور قدم بڑھاتا ہے۔ بزدل منافق عورتوں کی طرح جہاد سے پیچھے اپنے گھر میں رہنے پر خوش ہوتا ہے۔

﴿ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ...... ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور جہاد دشمنی کی وجہ سے یہ منافق اب کچھ سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر خیر سے محروم کر دیا اور توفیق چھین لی، پھر ان کو جہادی برکات کیسے سمجھ میں آ سکتی ہیں؟ یہ نادان، احمق اور بے سمجھ لوگ ہیں۔

﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة : ٨٨، ٨٩]

''لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے، اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اہل ایمان کی کامیابی کا راز جہاد میں ہے:

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے پاکیزہ جہادی جذبے کا ذکر فرمایا ہے کہ حکم جہاد کے نزول کے فوراً بعد وہ جہاد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جہادی تیاریوں کے لیے فراخ دلی سے مال پیش کرتے ہیں۔ جہادی قافلوں کی روانگی کے ساتھ خود بھی شریک جہاد ہوتے ہیں۔ یہی لوگ کامیابیاں حاصل کرنے والے ہیں بھلائیاں سمیٹنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے دودھ، شہد، شراب اور صاف وشفاف پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں، ان باغات میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

نادان ترک جہاد میں کامیابیاں تلاش کرتے ہیں:

❀ ہمارے نادان حکمران جہاد چھوڑ کر مذاکرات میں کامیابیاں ڈھونڈ رہے ہیں۔ ایسے حکمرانوں کو کامیابیاں کیسے مل سکتی ہیں جو جہاد کے خلاف منصوبے بنا بنا کر دشمنوں کو خوش کرنے میں مصروف ہیں۔ یقین جانو یہ ناکام و نامراد رہیں گے، انھیں کچھ نہیں ملے گا، اگر یہ کامیابی چاہتے ہیں تو قرآنی الفاظ پر غور کریں:

﴿ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾

''جو لوگ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں تو یہی لوگ

بھلائیاں سمیٹنے والے اور یہی کامیاب ہیں۔''

مسلم حکمرانو! قرآن کریم پر پختہ یقین کے ساتھ ایمان لاؤ اور اس کے مطابق عمل کرو تو یقیناً تم بھی کامیاب ٹھہرو گے۔

مجاہدین کے لیے جنت کے سو درجے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک جنت میں سو درجے ہیں (جو سب کے سب) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں ...... ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے ...... پس تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو (ہمیشہ) جنت الفردوس ہی مانگو ...... یہ تمام جنتوں کے درمیان میں ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے، اسی سے جنت کی تمام نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔''[1]

آج بھی حصول جنت کے لیے مجاہدین اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو قربان کر رہے ہیں اور قیامت تک کرتے رہیں گے جو بھی اس راستے پر چلے گا کامیاب ہوگا، جنت کا وارث ٹھہرے گا اور جو اس راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرے گا، جہاد کی مخالفت کرے گا ذلیل و رسوا ہوگا اور اللہ کے عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔

❀......❀......❀

﴿ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [التوبة: ۹۰]

''اور بدویوں میں سے کئی بہانے بنانے والے آئے، تاکہ انھیں اجازت دی جائے اور وہ لوگ بیٹھ رہے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا۔

---

[1] بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب درجات المجاهدین فی سبیل الله: ۲۷۹۰۔

ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا جلد ہی انھیں دردناک عذاب پہنچے گا۔‘‘

بغیر عذر جہاد سے پیچھے رہنے والے:

اس آیت میں مدینہ کے آس پاس کے دیہاتی منافقین کا ذکر ہے کہ جونہی جہاد کے لیے روانگی کا حکم آیا تو یہ دیہاتی بھی مدینہ شہر کے منافقین کی طرح حیلے بہانے بنا بنا کر جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرنے لگے۔ اپنے عہد سے مکر گئے اور انھوں نے بھی انکار کا طریقہ اختیار کر لیا، عنقریب انھیں دردناک عذاب سہنا پڑے گا۔

ان آیات کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ ہمارے آج کے حالات بیان کر رہا ہے۔ اگر اس وقت منافقین جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے عذر بہانے تلاش کرتے تھے تو آج بھی جہاد سے جی چرانے والے بالکل اسی طرح کے حیلے بہانے پیش کرتے ہیں، اگر اس وقت جہاد کے خلاف منافقین سازشیں کرتے تھے تو آج بھی نام نہاد مسلمان جہاد کے خلاف سازشوں میں مصروف دکھائی دے رہے ہیں۔ آج بھی اسلام اور کفر کے معرکے جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین کو کامیابیوں پر کامیابیاں عطا فرما رہا ہے۔ کچھ لوگ بڑی ثابت قدمی سے جہاد میں قربانیاں پیش کرنے کے لیے محاذوں پر کفار کے مقابلہ کے لیے جمے ہوئے ہیں۔ مگر کچھ لوگ مجاہدین کے خلاف باتیں کرنے میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص مجاہد بندے ان ملامت گروں کی ملامت کی پروا کیے بغیر جہاد سے وابستہ ہیں۔ ہر وقت سوچ یہ رہتی ہے کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے محاذوں پر جاؤں، معرکے لڑوں، جان پیش کروں، یہ دلی کیفیت ہے ایک سچے مسلمان کی۔ منافق موت سے ڈرتا ہے۔ جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے عذر بہانے تراشتا ہے۔ جہاد میں شریک ہونے والوں کے لیے رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے، عنقریب انھیں دردناک عذاب میں گرفتار کیا جائے گا۔

❀......❀......❀
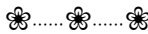
﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا

نَصَحُوا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

[التوبۃ : ۹۱]

''کوئی حرج نہ کمزوروں پر ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جو کوئی چیز نہیں پاتے جو خرچ کریں، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں۔ نیکی کرنے والوں پر (اعتراض کا) کوئی راستہ نہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

جہاد سے پیچھے رہنے والے حقیقی معذور:

ضعیف و کمزور اور مریض اگر جہاد میں شریک نہ ہوسکیں تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔ جہاد سے پیچھے رہنے سے یہ گنہگار نہیں۔ اس سے پچھلی آیات میں مُعَذِّرِیْن کا ذکر تھا کہ جھوٹے عذر، بے سرو پا بہانے اور حیلے ساز لوگ خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی، غریب ہوں یا مال دار سب جہاد سے پیچھے رہنے والے منافق ہیں۔ زیر تفسیر آیات میں حقیقی معذور اور جھوٹے مُعَذِّرِیْن کے درمیان فرق بیان کر دیا گیا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو حیلہ گر ہے بہانہ ساز اور جھوٹے عذر پیش کرنے والا ہے وہ اپنے آپ کو حقیقی معذور ثابت نہ کر سکے...... اور کسی حقیقی معذور اور سچے مومن پر جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے نفاق کا ٹھپہ بھی نہ لگایا جا سکے۔ ضعیف...... مریض اور غریب...... یہ تین قسم کے لوگ ہیں...... یہاں ایک غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی کہ منافقین میں بھی اس قسم کے لوگ پائے جا سکتے ہیں تو کیا صرف ضعیف اور کمزور ہونے کی وجہ سے کسی منافق کو حقیقی معذور تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا ایک منافق بیماری کی وجہ سے جہاد سے حقیقی طور پر مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور اسی طرح غریب و نادار منافق اگر جہاد سے پیچھے رہ جائے تو وہ بے گناہ تصور کیا جا سکتا ہے؟

ان سوالات کا جواب اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہوئے شرط عائد کی ہے کہ: ﴿ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾ شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی

خیر خواہی کرتے رہیں۔'' جہاد سے پیچھے رہنے والے حقیقی معذور وہ ہوں گے جو اپنے ضعف کی وجہ سے سفر جہاد اور دشمن سے مقابلہ کی طاقت تو نہیں رکھتے مگر ان کے دل مجاہدین کے ساتھ دھڑکتے ہیں۔ اپنے نحیف بازوؤں، کمزور ہاتھوں کو پھیلا پھیلا کر مجاہدین کی فتح و نصرت کے لیے اپنی دعاؤں کے مضبوط ہتھیار سے وہ شریک جہاد رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سفید بالوں اور کمزور ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا بلکہ ان کمزوروں کی وجہ سے مجاہدین کے رزق میں فراخی اور میدانوں میں فتح عطا فرماتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ)) [1]

''(میدان جہاد میں) تمھیں دشمنوں پر جو غلبہ حاصل ہوتا ہے یا تمھیں جو رزق دیا جاتا ہے یہ تمھارے ضعفاء کی وجہ سے ہی ملتا ہے۔''

مریض کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جونہی شفا اور تندرستی عطا فرمائے تو وہ بھی مجاہدین کے ساتھ شامل ہو جائیں اور جب تک بیماری کی وجہ سے شریک جہاد نہیں ہو سکتے اس وقت تک مجاہدین سے دلی ہمدردی محبت اور فتح و نصرت کی دعائیں جاری رکھیں۔

غریب، ایسا غریب اور نادار شخص جو جہادی اخراجات برداشت نہیں کر سکتا، سواری نہیں رکھتا، اسلحہ اس کے پاس نہیں، سفر خرچ کا انتظام نہیں کر سکتا تو یہ تین قسم کے لوگ حقیقی معذور ہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ ہوں، جہاد سے وابستگی اور مجاہدین سے محبت ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو تو ایسے نیکو کاروں پر جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے نہ کوئی الزام ہے اور نہ وہ گنہگار ہیں بلکہ وہ پیچھے رہنے کے باوجود جہاد کے عمل میں شریک اور مجاہدین کے اجر و ثواب میں برابر کے حصہ دار ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر جب ہم رسول اللہ

---

[1] بخاری، کتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء و الصالحين فی الحرب : ۲۸۹۶۔

ﷺ کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بعض لوگ مدینہ میں ایسے بھی ہیں جو ہر وادی اور ہر راستے میں تمھارے ساتھ (اجر میں) شریک رہے لوگوں نے تعجب کے ساتھ کہا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! مدینہ میں پیچھے رہ کر بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں مدینہ میں رہتے ہوئے بھی۔ اس لیے کہ عذر کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے تھے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے ان ضعیفوں...... مریضوں اور غریبوں کو چھٹی دی ہے۔ بوڑھے اپاہج، لولے لنگڑے، نابینے اور دیگر مختلف قسم کے امراض کی وجہ سے یہ جہاد میں شریک نہیں ہو سکتے یہ حقیقی معذور ہیں مگر اطاعت کا جذبہ پورا ہے اللہ اور اس کے رسول سے بے انتہا محبت ہے جہاد میں شریک ہونے کے لیے بے تاب اور بڑے مخلص ہیں اللہ تعالیٰ ان کے عذر قبول کرتا ہے اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

❀......❀......❀
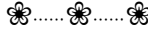
﴿ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ ﴾ [التوبة : ۹۲]

''اور نہ ان لوگوں پر کہ جب بھی وہ تیرے پاس آتے ہیں، تاکہ تو انھیں سواری دے تو تو کہتا ہے میں کوئی چیز نہیں پاتا جس پر تمھیں سوار کروں، تو وہ اس حال میں واپس جاتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس غم سے کہ وہ کوئی چیز نہیں پاتے جسے خرچ کریں۔''

مجبوراً جہاد سے پیچھے رہنے کے غم سے پرنم آنکھیں:

کچھ لوگ یہ کہہ کر مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم تو غریب اور نادار ہیں ہتھیار، سواری اور سفر خرچ نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں معذور قرار دے کر رخصت دے دی ہے، مگر کچھ لوگ ایمان کے اعلیٰ درجہ کے مالک ہوتے ہیں اور وہ غربت و تنگدستی

---

[1] بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من حبسه العذر عن الغزو : ۲۸۳۹، ۴۴۲۳۔

کے باوجود جہاد میں شرکت کے لیے بھرپور کوششیں کرتے ہیں اس آیت میں ایسے ہی مخلصین کا ذکر ہے کہ وہ غزوہ تبوک میں شرکت کے لیے بڑے ہی بے قرار تھے۔ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ سفر جہاد کے اخراجات اور سواری کا انتظام نہ کر سکے تو اپنی بے قراری پر قابو نہ رکھ سکے اور سواری حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچے۔ صلیبیوں سے مقابلے کے لیے تبوک پہنچنے کے لیے اپنی بے بسی اور بے چینی بیان کرتے ہوئے درخواست کی کہ آپ ﷺ کوئی سواری عطا فرما دیں چونکہ یہ انتہائی ہنگامی حالات تھے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری کا کوئی انتظام نہ تھا اس لیے آپ نے فرمایا: ﴿لَآ أَجِدُ مَآ أَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ﴾ ”میرے پاس تمھارے لیے سواری کا کوئی انتظام نہیں۔“ یہ جواب سن کر جب ان کی آخری امید بھی ختم ہوئی تو وہ مارے صدمے کے اشکبار آنکھوں اور بہتے آنسوں واپس ہوئے کہ اب ہم اس جہاد میں شریک نہ ہوسکیں گے۔ حدیث میں ہے:

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سفر تبوک کے اخراجات اور سواری نہ رکھنے والے میرے دوستوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری مانگنے کے لیے بھیجا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے صورت حال بیان کرتے ہوئے سواری کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واللہ! میں تمھیں کوئی سواری نہ دوں گا۔“

میں ایسے وقت میں حاضر ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت سخت غصے میں تھے مگر مجھے کچھ علم نہ تھا، میں سخت غمزدہ ہوکر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ساری بات ان کو بتا دی ...... مجھے دو غم لگے ہوئے تھے ایک تو یہ کہ ہمیں سواری نہیں ملی دوسرا یہ کہ مجھ پر رسول اللہ ﷺ کسی وجہ سے ناراض ہی نہ ہوں۔ واپس آئے ہوئے مجھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ میں نے سنا بلال رضی اللہ عنہ مجھے آوازیں دے رہے ہیں کہنے لگے رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں میرے ساتھ چلو! میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان اونٹوں میں

سے چھ اونٹ لے لو اور اپنے ساتھیوں سے جا کر کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ نے یا اللہ کے رسول نے سواری کے لیے تمھیں دیے ہیں انھیں اپنے کام میں لاؤ۔ ①

واضح رہے کہ غزوہ تبوک کے لیے اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں کے پاس ایک ایک اونٹ تھا جس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کم از کم ایک سو آٹھ نادار و غریب مجاہدین کی نمائندگی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری لینے کے لیے گئے ہوں گے۔

اس آیت میں ایسے مخلص غربا کا ذکر ہے کہ وہ آبدیدہ اور غمزدہ محض اس لیے ہیں کہ ان کے پاس سواری نہیں ان کی آنکھوں سے آنسو اس لیے ٹپک رہے ہیں کہ انھیں جہاد سے پیچھے رہنے کا غم ستائے جا رہا ہے۔ یہ حقیقی معذور ہیں، گھر میں رہنے کے باوجود جہاد کے اجر و ثواب کے حصے دار اور حق دار ہیں۔

اس لیے کہ ان کے دلوں کی کیفیت بتا رہی تھی کہ وہ تہہ دل سے جہاد میں شرکت کے خواہاں تھے...... ان کا حزن و ملال گواہی دے رہا تھا کہ یہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی اور اسلام کے فدائی ہیں، جہاد سے پیچھے رہنا ان کے لیے بڑا ہی تکلیف دہ ہے۔ان کا تڑپنا ان کا پھڑکنا ان کی بے قراری اور بے تابی اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے باقاعدہ اعلان کرایا کہ جہاد سے پیچھے رہنے والے حقیقی معذور لوگ سفر تبوک اور عمل جہاد کے اجر میں برابر کے شریک ہیں اور اگر ان کی موت اسی حالت میں آئی تو اللہ تعالیٰ ان کو شہید کے اعزاز سے نوازیں گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ مِنْ قَلْبِهٖ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَ اِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ)) ②

''جو شخص صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو

---

① بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک وھی غزوۃ العسرۃ : ٤٤١٥۔

② ابن ماجه، أبواب الجهاد، باب القتال فی سبیل الله سبحانه و تعالیٰ : ٢٧٩٧۔

شہداء کے مرتبے پر پہنچا دے گا، خواہ وہ اپنے (گھر ہی میں) بستر پر فوت ہو۔''

- کچھ لوگ تو اپنی انھی تین مجبوریوں کی وجہ سے حقیقی معذور اور جہاد سے پیچھے رہنے کے صحیح حقدار ہیں، اس کے علاوہ اگر کسی شخص کو امیر پیچھے چھوڑ دے یا جہادی مفاد کے پیش نظر کوئی دوسری ڈیوٹی لگا دے تو ایسے لوگ بھی پیچھے رہنے کے باوجود جہاد کے اجر وثواب میں مجاہدین کے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا تھا اور اسی طرح کئی دوسرے مواقع پر کئی لوگوں کو مجاہدین کے گھروں کی خبر گیری کے لیے پیچھے رہنے کا حکم دیا تھا۔

اب بھی امیر حالات کی نزاکت کو خوب سمجھتا ہے کہ اب کتنے مجاہد لانچ کرنے ہیں مجاہدین کی صلاحیتوں کے پیش نظر امیر کسی کو دعوت کے میدان میں کام کرنے کا پابند کرے کسی کو مجاہدین اور جہادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے وسائل جمع کرنے کی ذمہ داری دے اسی طرح دیگر تمام تدبیری امور میں امیر کسی کو پیچھے رہنے کے لیے کہے اور وہ شخص دل کی گہرائیوں سے عملاً جہاد میں شرکت کا خواہشمند ہو تو ایسا شخص جہادی اجر کا مستحق ہے شہادت کی تمنا اور دعاؤں کی وجہ سے اگر گھر پر ہی فوت ہو جائے تو شہادت کا مرتبہ اللہ تعالیٰ اسے عطا کرے گا۔

❀......❀......❀
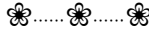
﴿ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [التوبة : ۹۳]

''(اعتراض کا) راستہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو تجھ سے اجازت مانگتے ہیں، حالانکہ وہ دولت مند ہیں، وہ اس بات پر راضی ہوگئے ہیں کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی، سو وہ نہیں جانتے۔''

جہاد بہادروں کا کام ہے، بزدل منافقوں کا نہیں:

ان آیات میں ایک طرح کا موازنہ پیش کیا جا رہا ہے کہ مومنین صادقین جہاد میں شرکت کے لیے کتنے مستعد ہیں حتیٰ کہ تنگدست و نادار لوگ حقیقی عذر رکھنے کے باوجود بھی قافلے کے ساتھ نکلنے کے لیے بے تاب و بے قرار ہیں۔ سواریوں کی تلاش اور حصول کے لیے بھاگے پھرتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی سواریوں کی عدم دستیابی کا جواب ملتا ہے تو وہ حزن و ملال اور شدتِ غم میں ڈوبے آنسو بہاتے دکھائی دیتے ہیں۔

دوسری جانب منافقین کاذبین کا ذکر ہو رہا ہے کہ مال و دولت صحت وقوت کے ساتھ ساتھ فراغت ہونے کے باوجود بھی وہ بڑی چالاکی کے ساتھ عذر بہانے گھڑ گھڑ کر پیچھے رہنے کے لیے اجازت حاصل کرتے نظر آتے ہیں، یہ منافق گھروں میں رہنے والی عورتوں کی صف میں شامل ہونا پسند کیے ہوئے ہیں اس آیت میں ''خوالف'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو ''خالفۃ'' کی جمع ہے جس کا معنیٰ پیچھے رہنے والی عورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور اب یہ پاگل دیوانے اور بے علم ہیں۔ جہاد کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں۔ احمقوں جیسی حرکتیں کرتے ہیں۔ پکے جاہل ہیں۔ انھیں جہادی برکات کا کچھ بھی علم نہیں ہے۔ جبکہ جہاد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی کامیابیاں رکھی ہیں اور یہ جہاد بہادر مردوں، دلیر جوانوں، اسلام کے شیدائیوں اور دین کے فدائیوں کا کام ہے۔

❀......❀......❀

﴿ يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴾

[التوبة: ۹۴ تا ۹۶]

’’تمھارے سامنے عذر پیش کریں گے، جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، کہہ دے عذر مت کرو، ہم ہرگز تمھارا یقین نہ کریں گے، بے شک اللہ ہمیں تمھاری کچھ خبریں بتا چکا ہے اور عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول بھی پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔ وہ عنقریب تمھارے لیے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، تاکہ تم ان سے توجہ ہٹا لو۔ سو ان سے بے توجہی کرو، بے شک وہ گند ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کماتے رہے ہیں۔ تمھارے لیے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔‘‘

منافقو! ہم تمھاری معذرت کو ہرگز سچا نہیں مانتے :

حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی کے لیے جب بھی رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ نکلے تو منافقین نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ اب ان میں سے کوئی بھی زندہ سلامت واپس نہیں آئے گا۔ منافقین کی اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

﴿ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا ﴾

[الفتح : ۱۲/٤٨]

’’منافقو! تم نے تو یہ گمان کر رکھا تھا کہ (محاذ جنگ سے) رسول ﷺ اور اہل ایمان کا اپنے گھروں کو (زندہ سلامت) واپس آنا قطعی ناممکن ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے رسول اللہ ﷺ کو تمام حالات سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ منافقین کے لیے جواب بھی خود بتا دیا کہ آپ (ﷺ) جونہی مدینہ پہنچیں گے تو منافق پیچھے رہ جانے کی مجبوریاں پیش کریں گے۔

﴿ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا ﴾ آپ ﷺ انھیں صاف صاف کہہ دیں کہ بہانے مت بناؤ تمھاری خباثتوں، جہاد سے پیچھے رہنے کی جھوٹی چالوں اور حیلے بہانوں سے ہمیں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا ہے ......رہی آئندہ کی بات تو اس پر بھی ہم غور کریں گے، تمھارے رویے اور طرز عمل کے موافق تمھارے ساتھ سلوک کریں گے اس چند روزہ زندگی کے بعد تم ایسی ذات کے سامنے پیش ہونے والے ہو کہ جو ہر قسم کی کھلی اور ظاہر، باتوں کے ساتھ ساتھ خفیہ اور پوشیدہ باتوں کو بھی خوب جانتا ہے اور وہ تمھیں تمھارے تمام کرتوت خود ہی بتا دے گا۔

جہاد کے مخالفین منافقین بڑے ہی پلید اور سزا کے مستحق ہیں:

اے نبی (ﷺ)! جب آپ مدینہ میں فاتحانہ واپس پہنچیں گے تو منافقین آپ کے پاس آ آ کر اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے۔ یہ سب کچھ وہ اس لیے کریں گے کہ آپ ان سے چشم پوشی کریں ان کے جھوٹے عذر بہانوں کو رد نہ کریں، سختی نہ کریں، بلکہ درگزر سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے جب وہ چاہتے ہیں تو آپ ﷺ بھی ان سے منہ پھیر لیں اس لیے کہ یہ پلید، نجس اور بد باطن لوگ ہیں اہل ایمان کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ان کا بائیکاٹ کریں، میل جول بند کر دیں اس لیے کہ یہ حقیر اور قابل نفرت ہیں۔ جہاد کے مخالف اور بڑے ہی نا پاک لوگ ہیں اگر اب بھی تم ان سے ملتے جلتے رہو گے تو ہو سکتا ہے کہ ان کے گندے خیالات سے کمزور مسلمان متاثر ہوں اور یہ پلیدی ان میں بھی داخل ہو جائے، اس لیے ان سے بچو! کیوں کہ اہل ایمان کا ٹھکانا جنت ہے جبکہ منافقین کا ٹھکانا جہنم! اور یہ عذاب اور جہنم کی بھڑکتی آگ کے مستحق اس لیے ہیں کہ ہمیشہ جہاد کی مخالفت ہی کرتے رہے ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی جہاد دشمنی کو بیان کرتے ہوئے اس جرم کی سخت ترین سزا کو بھی اچھی طرح بیان کیا ہے اور اپنے غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہوئے:

- منافقین کوکبھی پلید اور نجس قرار دیا۔
- کبھی فرمایا کہ ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔
- کبھی عذاب الیم کی وعید سنائی ہے۔
- کبھی فرمایا: ﴿ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ﴾ اللہ تعالیٰ انھیں ہلاک و برباد کرے۔
- کبھی خبردار کرتے ہوئے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ﴾ ''وہ آپ کے دشمن ہیں ان سے بچ کے رہو۔''

ذرا سوچیے! منافقین کے لیے اتنا عذاب اور سختی کیوں؟ حالانکہ وہ بظاہر کلمہ پڑھتے تھے نبی ﷺ کے پیچھے نمازیں بھی ادا کرتے تھے۔ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتے تھے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جہاد کی مخالفت کرنے والا سخت ناپسندیدہ ہے۔ اس عمل کی سزا بڑی سخت ہے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کو شدید غصہ آتا ہے اس لیے ایک عقلمند، سچے اور مخلص مسلمان کو جہاد کے خلاف بات کرنا تو بہت دور کی بات ہے اس کے دل و دماغ میں بھی ایسی ناپاک سوچ کو جگہ نہیں ملنی چاہیے۔

یہ منافق محض آپ کو خوش کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں:

﴿ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ ﴾ یہ منافق جھوٹی قسمیں کھا کھا کر محض آپ کو خوش کرنا چاہتے ہیں اگر آپ ان کی چکنی چپڑی باتوں سے متاثر ہو کر راضی ہو بھی جائیں تو اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور تو ان فاسقوں سے راضی نہیں ہوگا۔ منافقین آپ ﷺ کو دھوکا دے سکتے ہیں۔ جھوٹی یقین دہانیاں کرا سکتے ہیں۔ آئندہ وفاداری کا اقرار کر کے خوش کر سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو نہ تو دھوکا دے سکتے ہیں اور نہ جھوٹی تسلیاں اور قسموں سے خوش کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہاں یہ بات سمجھائی ہے کہ جب منافقین سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں تو آپ بھی ان سے راضی نہ ہوں بلکہ حسب ہدایت ان سے منہ پھیر لیں۔
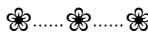
﴿ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ [التوبة : ۹۷،۹۸]

''بدوی لوگ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور بہت لائق ہیں کہ وہ حدیں نہ جانیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے اور کچھ بدوی ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر زمانے کے چکروں کا انتظار کرتے ہیں، برا چکر انھی پر ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

بعض دیہاتی کفر و نفاق میں بڑے سخت ہیں :

مدینہ سے باہر دیہاتوں میں رہنے والوں کو اعرابی کہتے ہیں۔ ان دیہاتیوں میں کفر و نفاق بہت سخت تھا یہ لوگ شہری منافقین کی نسبت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود سے زیادہ بے خبر اور بے علم تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی ناصحانہ اور پر تاثیر گفتگو، پاکیزہ مجالس اور صحابہ کرام کی صحبت سے دور ہونے کی وجہ سے تندخو، سخت مزاج، بے خبر اور جاہل تھے۔ آداب گفتگو سے ناواقف اور جذبہ رحم و شفقت سے کوسوں دور تھے۔

❀ ایک مرتبہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا : ''کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟''

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہم تو بچوں سے پیار کرتے اور بوسے دیتے ہیں۔'' کہنے لگا: ''ہم تو بچوں کو بوسہ نہیں دیتے، اس کی باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دل سے رحم و شفقت کا جذبہ نکال دیا ہے تو اس میں میرا کیا اختیار ہے؟'' [1]

---

[1] بخاری، کتاب الأدب : باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته : ۵۹۹۸۔

شہریوں کی نسبت دیہاتی منافقین کو جب بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجبوراً کچھ خرچ کرنا پڑتا تو یہ ان کے لیے بڑا ہی مشکل ہوتا۔ اس خرچ کو وہ لوگ چٹی، تاوان یا جرمانہ تصور کرتے اور بادل نخواستہ، بڑی ناگواری کی حالت میں وہ کچھ مال خرچ کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مومنوں پر گردش ایام کے منتظر رہتے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی کہ اہل ایمان مجاہدین کسی سخت مصیبت میں پھنس جائیں، ان پر کوئی بڑا حملہ ہو جائے اور یہ مارے جائیں، علاقہ بدر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا برا وقت تو ان پر ہی پڑنے والا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، جاننے والا ہے۔

موجودہ دشمنان جہاد بھی انتظار میں ہیں:

اس وقت جہاد جاری ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مخلص مجاہدین کی قربانیوں سے حیرت انگیز کامیابیاں حاصل کرتے ہوئے یہ جہاد پھیلتا جا رہا ہے۔ (الحمد للہ) یہ کامیابیاں بعض لوگوں کے لیے ناقابل برداشت ہیں اور وہ بھی اپنے گھروں اور مجالس میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرتے ہیں جیسی باتیں مدینہ کے دیہاتی منافق کرتے تھے یہ لوگ انتظار میں ہیں کہ مجاہدین پر اب پابندی لگ جائے گی۔ دفاتر سیل ہو جائیں گے اور ان کو قید کر کے جیلوں میں بند کر دیا جائے گا...... امریکہ آ جائے گا اور حملہ کر دے گا...... پکڑ کر کیوبا کے عقوبت خانے گوانتا موبے کے پنجروں میں بند کر دے گا، بعض لوگ تو جہاد پر مال خرچ کرنے والے تاجروں کو یہ تلقین بھی کرتے ہیں کہ ان مجاہدین سے رابطہ نہ رکھو، ملاقاتیں نہ کرو، چندے نہ دو ورنہ پکڑے جاؤ گے، منافقین بھی مجاہدین صحابہ کرام کے لیے گردش ایام کا انتظار کرتے تھے تو یہ لوگ بھی انتظار میں ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے منافقین کے لیے فرما دیا کہ گردش ایام تو ان پر آنے والی ہے، جبکہ مجاہدین کے لیے تمام حالات میں فتح و کامیابی ہے اور شہادت اس سے بھی بڑی کامیابی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ مجاہدین کو کامیابیوں کی یقین دہانیاں کرا رہا ہے، حوصلے بڑھا رہا ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ میں منافقین کی خباثتوں کو جاننے

والا ہوں اور گردش ایام میں انھیں عنقریب گرفتار کرنے والا ہوں ذرا صبر تو کرو۔

❀......❀......❀
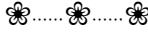
﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ۭ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۭ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [التوبة : ۹۹]

''اور کچھ بدوی وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! واقعی وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، عنقریب انھیں اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

دیہاتی مومنین رحمت کے مستحق ہیں:

دیہاتی لوگ سب ایک طرح کے نہیں ہوتے۔ ان میں سے اگر ایک طبقہ کفر ونفاق میں سخت ہے تو ان کے مقابلے میں دوسرا گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان، آخرت کے دن پر پختہ یقین اور رسول ﷺ سے بے پناہ محبت رکھتا ہے۔ ان لوگوں میں بڑا زبردست اخلاص پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لینے کے آرزومند رہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صدقہ وصول کرکے ہمارے لیے دعائیں کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ صدقہ دینے والوں کے لیے خصوصی دعائیں فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''جب کوئی قوم رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقہ لے کر آتی تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہتے: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فُلَانٍ))

''اے اللہ! فلاں پر رحم فرما۔''

عبداللہ کہتے ہیں کہ جب میرے والد اپنی زکوۃ لے کر رسول ﷺ کے پاس پہنچے تو دعا دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِی اَوفیٰ)) [1]

''اے اللہ! ابواوفیٰ کی آل پر رحم فرما۔''

﴿ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ﴾

''اے نبی! آپ کا دعا کرنا یقیناً ان کے لیے باعث تسکین ہے۔''

اس دعا کا پھل اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان دیہاتی مسلمانوں کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ﴾

''عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔''

موجودہ مخلص دیہاتی مسلمانوں کا کردار:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دیہاتی مسلمانوں کی تعریف کی ہے تو موجودہ حالات میں دیہاتی مسلمانوں کا کردار بھی بڑا زبردست ہے۔ وہ جہاد سے بڑی محبت کرتے ہیں ۔ جہاد میں اپنی جانیں پیش کرتے ہیں ۔ بڑی خوشی سے بیٹے روانہ کرتے ہیں ۔فراخ دلی سے خرچ کرتے ہیں۔ پیغام بھیجتے ہیں کہ مجاہدین کے لیے اتنے ایکڑ چاول کاشت کیے ہیں جب فصل تیار ہوگی لے جائیں۔ اتنی گندم پڑی ہے لے جائیں۔ جہاد کے لیے اتنے جانور وقف کیے تھے لے جائیں۔ ان دیہاتی بھائیوں کی طرف سے ملنے والی اجناس اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ جمع کرنے کے لیے جگہ کم پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاد میں دی ہوئی یہ قربانیاں قبول فرمائے اور ان محبتوں میں اضافہ فرمائے ۔ یہ صدقات قرب الٰہی کا ذریعہ ثابت ہوں اور یہ سب بھائی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق ٹھہریں۔

❀......❀......❀

[1] بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب صلوٰۃ الامام و دعائه لصاحب الصدقة......الخ : ١٤٩٧۔

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ١٠٠]

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن میں سے چند ایک:

سابقون الاولون یعنی آگے بڑھنے والوں اور ان کے متبعین کی فضیلت بیان ہو رہی ہے کہ قبول ایمان میں سبقت لے جانے والے، جہاد میں اپنا مال اور جان پیش کرنے والے، اپنا گھر بار وطن چھوڑ کر ہجرت کرنے والے اور وہ انصار جو اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد میں پیش پیش تھے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے بعد کے لوگوں پر بھی اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ سے خوش ہیں۔

اس آیت میں سابقون الاولون میں سے مہاجرین و انصار کی فضیلت کا ذکر ہے۔ یہ کیسے لوگ تھے؟ جن پر اللہ تعالیٰ راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے خوش تھے۔ رضا مندی اور خوشنودی کے اس قرآنی سرٹیفکیٹ کا سبب کیا ہے؟ اس اہم بات کو سمجھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا دین غالب اور کفر و شرک کے طاغوتی طور طریقوں کو مغلوب کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا، چنانچہ غلبہ دین کے لیے رسول اللہ ﷺ کو ایسے فداکاروں، جاں نثاروں اور حواریوں کی ضرورت تھی جو دشمن سے مقابلے کے وقت پیٹھ دکھا کر بھاگنے کے بجائے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفار کو اپنے قدموں تلے روند ڈالیں۔ طاقت ور مغرور اور متکبر دشمن کا دماغ درست کرنے کے لیے فدائی کارروائیاں

کرنے والے جاں نثار مطلوب تھے۔ ایسے مرد جری جو دشمن کی صفوں میں گھس کر بڑی بڑی فوجوں کو تتر بتر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور ضرورت پیش آنے پر اپنا گھر بار، وطن اور مال و اولاد چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔ میدان کارزار میں دشمن کی للکار کا جواب بہادری سے دیں اور جو دین حق کو غالب کرنے کے لیے جان قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔

ان خوش نصیب اور عظیم المرتبت لوگوں میں سے چند ایک کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں۔ اس آیت میں بعد والے ایسے لوگوں کیلئے بھی رضا الٰہی کی خوشخبری ہے جو سابقون الاولون کے نقش قدم پر چل کر دین اسلام کی سر بلندی کے لیے میدان جہاد میں اپنا سر کٹوانے کے لیے ہمیشہ بے تاب و بیقرار رہتے ہیں۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ:

- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔
- کافروں کا ظلم و تشدد برداشت کیا اور دین پر ثابت قدمی سے جمے رہے۔
- اپنا گھر بار اور کاروبار چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔
- تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔
- جیش العسرہ یعنی تبوک کی تیاری کے لیے اپنا تمام مال پیش کر دیا۔
- آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی کیفیت بیان سے باہر تھی۔
- آپ نے اپنی کم عمر بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دے دی تھی۔
- جنگ بدر میں آپ کا بیٹا مشرکین کے ساتھ تھا، بعد میں مسلمان ہو گیا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا اگر تو بدر کے دن میری زد میں آتا تو میں تمھیں کاٹ کے رکھ دیتا۔
- میدان احد میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ صحابہ کرام کی بڑی تعداد میدان چھوڑ گئی مگر سیدنا ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان کارزار میں جمے رہے۔

- ۹ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔
- رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کو امیر المومنین کا اعزاز حاصل ہوا۔
- منصب خلافت سنبھالتے ہی آپ نے سب سے پہلا جو کام کیا وہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کا تھا۔ یہ لشکر صلیبیوں سے انتقام لینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مرتب فرمایا تھا۔ انھی ایام میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو بڑے بڑے صحابہ کرام نے تجویز دی کہ اس لشکر کو روک لیا جائے۔ روانگی ملتوی کر دی جائے مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا:

"مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو پھر بھی اسامہ کے لشکر کو میں نہیں روکوں گا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔"

الغرض سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلبہ اسلام کے لیے زندگی بھر قربانیا ں دیں اور ہمیشہ جہاد سے وابستہ رہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی رضا مندی کی سند قرآن کریم میں نازل فرمائی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

- سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا رسول اللہ ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا۔
- قبول اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ علی الاعلان بیت اللہ میں پہنچے اور وہاں اللہ کی عبادت کی۔
- رسول اللہ ﷺ سے پہلے بیس دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔
- اسلام کے مقابلہ میں کبھی بھی آپ پر قرابت داری کی محبت غالب نہیں آئی حتی کہ جنگ بدر میں اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے آنے والے اپنے سگے ماموں عاص بن ہشام کی گردن تن سے جدا کر کے دین اسلام سے اپنی والہانہ محبت کا ثبوت پیش کیا۔

- جنگ بدر میں مشرکین کے ستر جنگجو قید کر لیے گئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ میرے رشتے دار میرے حوالے کر دیے جائیں تاکہ میں اللہ کے دشمنوں کی اکڑی ہوئی گردنوں کو اپنی تیز دھار تلوار سے کاٹ دوں۔
- مشرکین انھیں اپنا بڑا دشمن جانتے تھے۔ جنگ احد کے دن جب مشرکین کے ہاتھوں ستر مجاہد شہید ہو گئے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے چنانچہ ابوسفیان نے، جو کافروں کے سالار اعظم تھے، بلند آواز سے سوال کیا کہ تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکر ہیں؟ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جواب دیا: ''اے اللہ کے دشمن جن شخصیات کے بارے میں تم جاننا چاہتے ہو وہ سب زندہ ہیں۔''
- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی پیاری اور لاڈلی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دے دی اور یوں آپ رشتہ قرابت داری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر تھے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک رہے۔
- منصب خلافت سنبھالتے ہی آپ نے غلبہ دین حق کے لیے جہادی امور پر اپنی توانائیاں صرف کر دیں۔ آپ کے دور خلافت میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں ایران کے آتش کدے سے بھی آگے ساحل مکران تک بائیس لاکھ اکاون ہزار (2251000) مربع کلومیٹر تک پھیل گئیں۔
- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری زندگی غلبہ اسلام اور جہاد کے لیے وقف کر دی۔ آپ کے قبول اسلام سے مسلمانوں کو بڑا حوصلہ ملا۔ اسلام کو قوت وغلبہ نصیب ہوا اور مکہ میں موجود مسلمان کافروں کے سامنے سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہوئے۔
- غزوہ تبوک، جسے جیش العسرہ بھی کہا جاتا ہے، کی تیاری کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال پیش کرنے کی ترغیب دی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گھر کا آدھا مال جہاد کے لیے پیش کیا۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ:

- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے اس لیے کہ مردوں میں آپ تیسرے شخص ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے خون کے آخری قطرے تک کو غلبہ دین کے لیے پیش کر دیا۔
- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں ان کی وفات کے بعد دوسری بیٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا یوں آپ کو ذوالنورین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔
- اہل ایمان پر مشرکین مکہ نے ظلم وستم کی حد کر دی۔ زندگی اجیرن بنا دی تو ان اذیت ناک حالات میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سیدہ رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی۔
- سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں اس لیے شریک نہ ہوسکے کہ آپ کی بیوی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سخت بیمار تھیں۔ ان کی تیمار داری کے لیے آپ رک گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر سے فاتحانہ واپس تشریف لائے تو سیدہ رقیہ کی وفات ہو چکی تھی اور انھیں دفن بھی کر دیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

  ((اِنَّ لَكَ اَجرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَ سَهْمَهُ))[1]

  ''تجھے بھی اس شخص کے برابر ثواب ملے گا جو جنگ بدر میں شریک ہوا۔''
- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پینتیس ہزار درہم کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا۔
- مسجد نبوی کی توسیع کے لیے ایک قیمتی پلاٹ خرید کر وقف کیا۔

  بیعت رضوان میں شرکت کیے بغیر شریک اجر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔
- غزوہ تبوک کے لیے آدھے لشکر کے اخراجات برداشت کرنے کا اعزاز بھی

---

[1] بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عثمان بن عفان: ٣٦٩٩۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ اس غزوہ کے لیے آپ نے 900 اونٹ، ایک سو جنگی گھوڑے اور تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونا اور ساڑھے انتیس کلو چاندی پیش کر کے "مُجَھِّزُ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ" کا اعزاز پایا۔

- جنگ خیبر کے فاتحین میں بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستے کا کمانڈر بنا کر کسی قلعہ پر حملے کے لیے آپ کو بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی اور وہاں سے کامیاب وکامران واپس آئے۔
- سیدنا عمر فاروق کی شہادت کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو تیسرے خلیفۃ المسلمین ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، آپ بارہ سال گیارہ دن تک اس منصب پر جلوہ افروز رہے۔ 34ء میں شہید کر دیے گئے۔
- سیدنا عثمان غنی زندگی بھر غلبہ دین اسلام کے لیے اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ مستعد رہے حتیٰ کہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک پیش کر دیا اور منصب شہادت کا اعزاز حاصل کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ:

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ سابقون الاوّلون میں سے ہیں زندگی بھر اسلام کی بالادستی کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر رکھے جنگی محاذوں میں پیش پیش رہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ تمھیں دشمن کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔
- مشرکین مکہ نے میدان بدر میں آواز دی کہ مقابلہ کے لیے قوم کے بہادر بھیجو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبیدہ بن حارث، سیدنا حمزہ اور سیدنا علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم دیا کہ مقابلہ کے لیے اٹھو! یہ تینوں جانباز اڑ کر دشمن کے پاس پہنچے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کی گردن اڑا دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مدمقابل ولید کو آناً فاناً ٹکڑے ٹکڑے کر کے ٹھنڈا کر دیا۔

سیدنا عبیدہ پر دشمن نے وار کیا اور وہ شدید زخمی حالت میں مقابلہ کر رہے تھے کہ یہ دوشیر اپنے شکار سے فارغ ہو کر دوسرے پر جھپٹے اور اس کا کام بھی تمام کر دیا۔ عتبہ اور شیبہ دونوں مشرکین کے مشہور اور بہادر لڑاکے تھے۔

- ۳ھ غزوہ احد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔
- احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے تو اپنی قیام گاہ میں پہنچے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم پر بہایا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم دھویا۔
- غزوہ احزاب میں بہادر جنگجو ''عمرو بن ود'' سے بھر پور مقابلے کے بعد اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔
- ۴ھ میں تاریخ اسلام کا اہم ترین معاہدہ صلح حدیبیہ تحریر کیا۔
- غزوہ خیبر ۷ھ میں یہودیوں سے لڑا گیا۔ خیبر کا ایک قلعہ فتح کرنے میں کافی مشکل پیش آ رہی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اس کے ہاتھوں خیبر فتح ہوگا، اگلے دن یہ جھنڈا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تھمایا گیا۔ انہی کے ہاتھوں خیبر فتح ہوا اور یوں سیدنا علی فاتح خیبر کہلائے۔
- ۹ھ میں جیش العسرہ کی روانگی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کر کے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا تو سخت پریشان ہو کر کہنے لگے ''اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے عورتوں، بچوں اور معذوروں میں چھوڑ جائیں گے؟ اور اس تاریخی معرکے سے محروم کر دیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی! کیا تجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ تمھیں وہ اعزاز حاصل ہو جو موسیٰ علیہ السلام کی نیابت کی وجہ سے ہارون علیہ السلام کو ملا؟ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔
- ۸ھ غزوہ حنین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دشمن فوج کے سپہ سالار پر زبردست وار کر کے اسے اونٹ سے گرا دیا، جھنڈا سرنگوں ہو گیا۔ نتیجتاً دشمن فوج کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ لڑنے کے قابل نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فتح عطا فرمائی۔
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ چار سال نو ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے۔
- ۴۰ھ کوفہ میں نماز فجر کی ادائیگی کے لیے جونہی گھر سے نکلے تو گھات لگائے بد بخت ابن ملجم نے صبح کے اندھیرے میں وار کیا، آپ شدید زخمی ہو گئے۔ اسی زخم کے باعث شہید ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ:

- سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سابقون الاوّلون میں اسلام قبول کرنے والے چھٹے خوش نصیب ہیں۔ یہ دو مرتبہ ہجرت کرنے والوں میں شامل ہیں پہلی ہجرت حبشہ اور دوسری ہجرت مدینہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ نے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی اور تیسری ہجرت مدینہ کے لیے کی ہے۔
- سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ زندگی بھر غلبہ اسلام کے لیے جہادی محاذوں کو رونق بخشتے رہے حتیٰ کہ اپنے خون کا آخری قطرہ بہا کر منصب شہادت پر فائز ہوئے۔
- سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ماموں سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میدان احد میں شہید ہوئے اور انھوں نے سید الشہدا کا لقب پایا۔
- سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے دن راہ جہاد میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک پیش کر دیا۔ شہید ہونے والے یہ غیور عبداللہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔
- سیدنا عثمان غنی زبیر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد تھے۔
- سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جنگ موتہ کی کمان کی، اسی جنگ میں شہید بھی

ہوئے آپ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد تھے، جسم پر نوے زخم لگے تھے۔

- خلیفۃ المسلمین سیدنا علی اور جعفر بن ابی طالب دونوں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد تھے۔
- دفاع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے تلوار میان سے نکالنے والے ہیں۔
- جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے مقابلے کا چیلنج کرنے والے زرہ پوش بہادر عبیدہ بن سعید جس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی کی آنکھ میں برچھی مار کر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم رسید کر دیا۔ یہ برچھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر سے بطور تحفہ مانگ لی تھی۔ جنگ احد میں مشرکین کا علمبردار، نامور بہادر، شہسوار طلحہ بن ابی طلحہ عبدری اپنے اونٹ پر سوار نکلا، دعوت مبارزت دی، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اس کا چیلنج قبول کرتے ہوئے آگے بڑھے، دشمن کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر شیر کی طرح جمپ لگا کر اونٹ پر جا چڑھے، شکار کو دبوچا اور پھر اونٹ سے پٹخ دیا، تلوار کے وار سے جسم کے دو ٹکڑے کیے اور فاتحانہ واپس پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔
- جنگ خیبر میں دعوت مبارزت دینے والے یہودی سردار مرحب کی گردن اڑانے والے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں جو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد تھے۔
- یہودی سردار مرحب کا بھائی یاسر جوش انتقام میں اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے غرور وتکبر کے ساتھ اکڑتا ہوا میدان میں نکلا، اس کے مقابلے کا چیلنج سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور چند لمحوں میں اسے خاک وخون میں تڑپا کر ٹھنڈا کر دیا۔ اس منظر اور خونی مقابلہ کو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔
- زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی عمر سات سال کی ہوئی تو بیعت کے لیے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔
- جنگ یرموک میں اپنے دس سالہ بیٹے عبداللہ کو ساتھ لے گئے تاکہ وہ بھی معرکہ آرائی

میں حصہ لے سکیں۔

- زبیر رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن پانچ سو گھوڑ سوار دستے کی کمان کر رہے تھے اور فتح کا جھنڈا گاڑنے کا اعزاز بھی انھیں حاصل ہے۔
- جنگ خندق کے موقع پر تین مرتبہ اپنے آپ کو فدائی مشن کے لیے پیش کرنے والے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ ان کے جذبہ جاں نثاری کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کا حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔''
- جنگ خندق کے موقع پر بنو قریظہ یہودیوں کی عہد شکنی اور ان کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کی ذمہ داری نبھانے والے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔
- زبیر رضی اللہ عنہ نے جہادی کارروائیوں میں بھرپور حصہ لیا، ان کا جسم زخموں سے چور تھا۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ:

- سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وہ ساتویں خوش نصیب ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا اور مشرکین کی طرف سے دی گئی ہر قسم کی اذیت و تکلیف کو برداشت کیا۔
- سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ایک اعزاز یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں لوگوں کی امامت کرائی۔ دوران نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک رکعت پڑھی۔
- سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر بھی دیگر صحابہ کرام کی طرح مشرکین نے ظلم وجبر کے پہاڑ توڑ ڈالے۔ عرصہ حیات تنگ کر کے دین سے برگشتہ کرنے کے لیے بہت دباؤ ڈالا تو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ دوسری ہجرت مدینہ تھی۔

سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہجرت مدینہ کے موقع پر پیش کش کی کہ میں اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مال دار ہوں، میرے دو باغ اور دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک باغ پسند کر لیں میں آپ کو ہبہ کر دیتا ہوں، بیوی کو طلاق دیتا ہوں تاکہ آپ اس سے نکاح کر

لیں۔اپنے دینی بھائی کی یہ پیش کش سن کر سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بھائی !اللہ تعالیٰ آپ کے مال و دولت اور اہل و عیال میں برکت کرے آپ مجھے منڈی اور بازار کا راستہ دکھا دیں میں وہاں محنت کر کے گزارہ کر لوں گا۔

- سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے میدان بدر میں زبردست مقابلے کے بعد مشرکین کے بہادر جنگجو عمیر بن عثمان کا سر قلم کر دیا۔
- جنگ بدر ہی میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دائیں بائیں دوکم عمر بچے تھے انھوں نے ہی بچوں کو ابوجہل کی نشاندہی کی تھی بچے جھپٹے اور انھوں نے ابوجہل کو کاٹ کر رکھ دیا۔
- جنگ احد میں ان کے جسم پر اکیس گہرے زخم آئے تھے ایک بڑا زخم پاؤں پر بھی تھا جس کی وجہ سے لنگڑا کر چلتے تھے۔
- جنگ احد میں سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شدید چوٹ کھائی جس سے آپ کا سامنے والا دانت ٹوٹ گیا۔
- سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جنگ تبوک کے اخراجات اور مجاہدین کی ضروریات کے لیے ساڑھے انتیس کلو چاندی پیش کی تھی۔
- ایک مرتبہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سات سو اونٹوں پر مشتمل قافلہ سامان تجارت لے کر مدینہ پہنچا تو کسی نے انھیں بتایا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے جنت کی خوشخبری سناتی ہیں۔ یہ سن کر آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور دریافت کیا: امی جان! کیا آپ نے میرے جنتی ہونے کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصدیق فرمائی کہ میں نے خود یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے لیے جنت کی خوشخبری ہے۔ یہ خوشخبری سن کر آپ نے فرمایا: اماں جان !آپ گواہ رہیں میں اس خوشی میں یہ سات سو اونٹ جو مال تجارت سے

لدے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ :

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے حوالے سے آٹھواں نمبر رکھنے والے سابقون الاوّلون میں سے ہیں، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے۔ جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو والدہ پر ان کا یہ عمل شدید ناگوار گزرا، ماں نے بھوک ہڑتال کرتے ہوئے دھمکی دی کہ تم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر نئے دین پر قائم رہے تو میں بھوکی مر جاؤں گی اور تب لوگ تجھے ماں کا قاتل کہیں گے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانی اور اس کی شدت میں اضافہ اور غم و غصے میں زیادتی ہوتی گئی، بالآخر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دوٹوک الفاظ میں کہا: اماں جان! یہ ٹھیک ہے کہ مجھے آپ سے محبت ہے مگر آپ سے کہیں زیادہ محبت مجھے اس ذات سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر ہماری رہنمائی کے لیے بھیجا ہے۔ امی جان! آپ کو چھوڑ سکتا ہوں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑ سکتا، اللہ کی قسم! امی جان! تمھارے جسم میں ایک جان ہے اگر ہزار جانیں ہوں اور وہ اس مطالبے پر نکلتی جائیں تو میں اپنے دین اور اپنے محبوب کو نہیں چھوڑ سکتا آپ کو چھوڑنا میرے لیے آسان ہے۔

- سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ دونوں جنگ بدر میں شریک ہوئے، بھائی کو اللہ تعالیٰ نے مقام شہادت عطا فرمایا۔
- جنگ احد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے تیر بکھیرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِرْمِ فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ)) [1]

  ”سعد! تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں ہوں۔“
- جنگ قادسیہ کے لیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ مجاہدین کا لشکر تیار کر کے

---

[1] بخاری، کتاب الأدب، باب قول الرجل فداك أبی و أمی : ٦١٨٤۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ مجاہدین کی کمان سنبھالتے ہی سیدنا سعد نے تیس ہزار بہادر جوانوں کا انتخاب کیا۔ اس تاریخی معرکے میں رستم ایرانی سپہ سالار مارا گیا، ایرانی فوج کے حوصلے پست ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو فتح عطا فرمائی۔

فتح قادسیہ کے بعد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن کی طرف پیش قدمی کی، مجاہدین دریائے دجلہ تک پہنچ گئے ...... سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھوڑے دریا میں اتار دیں۔ شہسوار دستہ دریا میں پیش قدمی کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا جیسے خشکی پر صف بستہ منظّم لشکر چل رہا ہو۔ یہ منظر دیکھ کر دشمن شہر خالی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کا گورنر بنا دیا۔

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ:

- سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے حوالے سے نویں خوش نصیب ہیں۔
- قبول اسلام کے بعد سخت آزمائشیں آئیں، ظلم وستم سہنا پڑا، مار کٹائی اور جسمانی تشدد کے باوجود اسلام پر پامردی سے قائم رہے اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔
- ہجرت کے بعد مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں میں شریک رہے۔
- غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں اپنے جسم پر تیروں، تلواروں، نیزوں اور برچھوں کے ستر زخم کھائے۔ آپ کا ہاتھ زخمی ہوکر شل ہوگیا تھا۔
- میدان احد میں سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اکیلے گیارہ مشرکین سے لڑائی کرتے رہے اور انھیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔
- کفار کے شدید حملہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر سکینت نازل فرمائی تو سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ مجھے میدان احد میں اس قدر شدید نیند آ رہی تھی کہ کئی مرتبہ میرے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر جاتی۔ میں تلوار اٹھاتا تو پھر غلبہ نیند سے تلوار گر پڑتی۔

- جنگ احد میں سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے شدید زخمی ہو کر گر پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اپنے بھائی (طلحہ) کو سنبھالو! اس نے (جنت) واجب کر لی ہے۔''
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان احد میں زخمی ہو گئے تھے۔ پہاڑ کی طرف واپسی کے موقع پر ایک بڑی چٹان آ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چڑھنا چاہا مگر نہ چڑھ سکے تو زخموں سے چور ہونے کے باوجود سیدنا طلحہ بن عبیداللہ نیچے بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں پر اٹھا کر کھڑے ہو گئے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر چڑھ گئے اور فرمایا ''طلحہ نے جنت واجب کر لی۔''

سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ:

- سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی عبدالاشہل اوس کے سردار تھے۔ مدینہ میں اسلام کے پہلے سفیر سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ان کے محلے میں دعوت دین کا فریضہ ادا کرنے گئے تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سخت غصے کی حالت میں اپنے ڈیرے سے اٹھ کر ان کے پاس آئے۔ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت سنائی تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا غصہ محبت میں بدل گیا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔
- سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے فوراً بعد اپنے قبیلے کے تمام لوگوں کو بلایا اور اسلام کی دعوت پیش کی، ان کی دعوت پر پورے قبیلہ نے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اسلام قبول کر لیا۔

یہ تھے: ﴿ اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ﴾ جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں...... قیامت تک آنے والے اہل ایمان میں سے جو لوگ ان صحابہ کرام سابقون الاوّلون کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کفار سے جہاد کرتے رہیں گے، مشرکین سے پنجہ آزمائی جاری رکھیں گے، ہندوؤں اور یہود سے قتال کرتے رہیں گے۔

صلیبیوں کی گردنیں اڑاتے رہیں گے، آتش پرست مجوسیوں کے خاتمہ کے لیے جہادی محاذ سجاتے رہیں گے، بحر و بر میں اسلام کا نام سر بلند کرتے ہوئے گردنیں کاٹتے اور کٹواتے رہیں گے، میدانوں اور صحراؤں کو روند کر ملکوں پر ملک فتح کرنے کے لیے جہاد سے وابستہ ہو کر چمٹے رہیں گے۔ جو غلبہ اسلام کا فریضہ ادا کرتے ہوئے فاتح بن جائیں یا گردن کٹوا دیں ان سب پر اللہ تعالیٰ راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں:

﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ﴾ ''یہی بڑی کامیابی اور عظیم کامرانی ہے۔''

❀......❀......❀
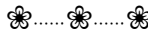
﴿ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۭ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ڜ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة: ۱۰۱،۱۰۲]

''اور تمھارے اردگرد جو بدوی ہیں کچھ ان میں سے منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا، ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انھیں دوبار عذاب دیں گے پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور کچھ اور وہ ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، کچھ عمل نیک اور کچھ دوسرے برے ملا جلا کر کیے، قریب ہے کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

اعتراف جرم پر معافی کی گنجائش:

ضدی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ ساتھ بے شرمی کی حد تک بھی بعض منافق پہنچے ہوئے تھے۔ بڑے چالاک اور ہوشیار مگر نفاق بڑا گہرا اور پر اسرار کہ پتا ہی نہیں لگنے دیتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا تَعْلَمُهُمْ ﴾ اے نبی! آپ ان کو نہیں جانتے صرف ہم ہی

ان کو جانتے ہیں۔ اس لیے ہم انھیں خبر دے رہے ہیں کہ ایسے خطرناک اور خفیہ منافقین کے لیے دہرا عذاب آنے والا ہے پھر بڑے عذاب کی طرف انھیں لوٹایا جائے گا۔

دوسرے وہ لوگ جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا اور عمل بھی کرتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ بھی کرتے رہے تو ایسے لوگوں کے لیے امید کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔
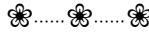
❀......❀......❀

﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ [التوبة: ١٠٣، ١٠٤]

''ان کے مالوں سے صدقہ قبول کر کہ اس سے تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا اور ان کے لیے دعا کر، بے شک تیری دعا ان کے لیے باعث سکون ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے قبول کرتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہے جو بڑا توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کے مالوں سے بھی صدقہ لے لیا کریں جن سے جہاد میں پیچھے رہنے کی غلطیاں ہو گئی ہیں اور وہ اپنے گناہوں پر نادم اور شرمندہ بھی ہیں ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کریں تاکہ وہ ان کو گناہوں سے پاک صاف کر دے۔ آپ کی دعائیں ان کے باعث تسکین ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص یا قوم صدقہ لے کر آتی تو آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرماتے۔ جیسا کہ آیت نمبر ۹۹ میں بیان ہو چکا ہے۔

کیا ہم جہاد سے پیچھے رہنے پر شرمندہ ہیں؟

یہ آیات پڑھ کر ایک مخلص مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان اور اپنے اعمال کا جائزہ لے اور فیصلہ کرے کہ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے کیا وہ شرمندہ، افسردہ اور غمگین ہے؟ جہاد میں شرکت کے لیے بے تاب وبیقرار ہے؟جہاد میں شرکت کے لیے کوئی پروگرام زیر غور ہے؟جہاد سے پیچھے رہنے کے جرم کا اعتراف اور اس گناہ کی معافی کے لیے کوئی مالی صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کر چکا ہے؟ یا منافقین کی طرح جہاد سے جی چرانا، پیچھے رہنا، حیلے بہانے اور عذر پیش کرنا اور پیچھے رہ کر خوشیاں منانا اس کا معمول ہے...... دل کے ترازو پر اپنا عمل پیش کر کے فیصلہ لے لیں۔

ساتھیوں کی تربیت ہماری ذمہ داری :

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی بہت بڑی تعداد میں ساتھی عطا کیے ہیں الحمد للہ، اور یہ حقیقت ہے کہ بڑی بڑی عمارتوں، دفاتر اور گاڑیوں کا نام جماعت نہیں بلکہ افراد سے جماعت بنتی ہے، جس جماعت کو صالح ساتھی میسر ہوں، بے لوث کارکن دستیاب ہوں اور وہ ایثار و قربانی کے جذبات سے سرشار بھی ہوں تو ایسی جماعت غلبہ دین حق کے لیے موثر کردار ادا کرسکتی ہے۔مخلص کارکنان اس کا قیمتی سرمایہ ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے کارکنان کی تربیتی مجالس کا اہتمام کریں۔ ان کے صبح شام کے اذکار کو باقاعدہ بنانے پر توجہ دیں۔نمازوں کی باقاعدگی اور درستی کو یقینی کریں۔ تہجد واشراق کو معمولات زندگی کا جز بنائیں۔ ترجمہ کلاسوں کو باقائدہ بنائیں۔ غیبت وچغلی جیسی مہلک بیماریوں سے بچنے کی ہر وقت تلقین کرتے رہیں۔ اپنے بھائیوں میں کیڑے نکالنے کی بجائے بڑی حکمت سے ان کی تربیت کریں۔ جہاد سے پیچھے رہنے والوں کو مالی صدقات کی ترغیب دلائیں۔ ان کی اصلاح کے لیے دعاؤں کو اپنا معمول بنائیں۔ ہمدردی اور پیار سے نصیحت کا عمل جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ! اس انداز سے اچھی تربیت ہوگی۔ بہترین ساتھی تیار ہوں گے۔ان سے اللہ تعالیٰ

اپنے دین کے لیے جہاد کا کام لے گا۔ جس کا نتیجہ دنیا و آخرت کی یقینی کامیابی کی صورت میں اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ جماعت کا مقصد دنیا میں دین حق کی سربلندی آخرت میں کامیابی اور جنت کا حصول ہے اس لیے جو لوگ اپنی آخرت سنوارنے اور جہاد کے راستہ میں جان پیش کرنے کے لیے آئیں تو ان کی عزت افزائی کریں، دین کے ٹھیکیدار بن کر لوگوں کو جماعت سے ہرگز نہ نکالیں، غلطی کرنے والوں کی اصلاح کریں، غلطیوں کا اعتراف کرنے والے بھائیوں کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا کریں۔ ہر ممکن اصلاح کی کوشش کریں، حتیٰ کہ اسے توبہ کے لیے اللہ کے سامنے جھکنے پر تیار کرلیں۔
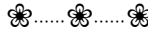
❀......❀......❀

﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [التوبة: ۱۰۵، ۱۰۶]

”اور کہہ دے عمل کرتے رہو، پس عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی اور عنقریب تم ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے اور کچھ اور وہ ہیں جو اللہ کے حکم کے لیے مؤخر رکھے گئے ہیں، چاہے انھیں عذاب دے اور چاہے تو پھر ان پر مہربان ہو جائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

فیصلہ آئندہ کے طرز عمل سے ہوگا:

غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ تم عمل کیے جاؤ ہم دیکھ لیں گے، ہمارا رسول اور اہل ایمان بھی تمھارا طرز عمل دیکھ لیں گے کہ جنگ تبوک سے پیچھے رہنے پر تمھارا اعتراف جرم توبہ و استغفار اور صدقہ و خیرات کیسا تھا؟

چلو غزوہ تبوک کے موقع پر سستی وغفلت ہوگئی تھی مگر ابھی جہاد جاری ہے، بہت سے معرکے ہوں گے۔ ہم تمھیں دیکھ لیں گے کہ تم جہاد میں شرکت کے لیے مستعد اور بے قرار ہو یا سستی وغفلت کا شکار، آنے والا وقت اور تمھارا طرز عمل اس بات کا فیصلہ کرے گا۔

دوسری آیت سے مراد تین صحابہ کرام ہیں جن کی توبہ کا تفصیلی ذکر آیت ۱۱۸ میں آنے والا ہے۔ ان کے علاوہ سات دیگر صحابہ کرام جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے ان کی توبہ کا ذکر گزشتہ آیت (۱۰۲) میں گزر چکا ہے۔

❀......❀......❀
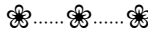
﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ ﴾

[التوبة : ۱۰۷، ۱۰۸]

''اور کچھ وہ ہیں جنھوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے کے لیے اور ایمان والوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے اور ایسے لوگوں کی گھات کی جگہ بنانے کے لیے جنھوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی، اور یقیناً قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کیا اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا۔ یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی زیادہ حق دار ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ بہت پاک رہیں اور اللہ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

مسجد ضرار کی تعمیر سے منافقین کے مقاصد:

منافقین نے ایک مسجد بنائی اور اہل ایمان کے سامنے اس کی ضرورت بیان کرتے ہوئے کہا کہ مسجد نبوی دور ہے، مسجد قبا بھی کچھ فاصلے پر ہے اس لیے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے تاکہ کمزور لوگ، معذور افراد یہاں نماز ادا کریں۔ بارش اور سخت سردی و گرمی میں یہاں نمازیں ادا کی جاسکیں۔ یہ مسجد صرف نمازیوں کی سہولت اور محض خیر خواہی کے جذبے سے تعمیر کی جارہی ہے۔ حقیقت دراصل کچھ اور تھی مگر زبردست پروپیگنڈے کی بنیاد پر منافقین یہ چاہتے تھے کہ اہل ایمان کو دھوکا دے سکیں، فریب کے ذریعے اپنی سازشوں کو چھپا سکیں۔

ابو عامر عیسائی راہب اور عبداللہ بن ابی منافقین کا سردار، یہ دو شخص رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے بڑے معزز و محترم سمجھے جاتے تھے۔ عبداللہ بن ابی کو مدینہ کا بادشاہ بنایا جانے والا تھا اور اس کے لیے تاج بھی تیار کر لیا گیا تھا کہ اسی دوران رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ابو عامر عیسائی راہب کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا عیسائی عالم کی حیثیت سے مدینہ کے عام لوگ بھی اس کی تعظیم کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی آمد پر لوگوں کی توجہ ابو عامر صلیبی راہب اور عبداللہ بن ابی سے ہٹ کر دین اسلام اور نبی ﷺ کی طرف ہوگئی چنانچہ ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا دشمن سمجھا اور آپ کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔

جنگ بدر میں مشرکین مکہ نے بری طرح شکست کھائی تو یہ دونوں اسلام کا راستہ روکنے کے لیے متحد و متحرک ہو گئے۔ ابو عامر نے عبداللہ بن ابی کے برعکس منافقانہ کردار کی بجائے کھلم کھلا دشمنی کا راستہ اپنایا۔ غزوہ بدر کے بعد جتنی جنگیں لڑی گئیں ان سب میں ابو عامر عیسائی راہب شریک رہا اور کفار کو جنگوں پر ابھارنے اور اکسانے میں اس کا بھرپور کردار رہا مگر ہر معرکہ اسلام کے غلبے اور کفر و شرک کے خاتمہ کا پیغام لاتا رہا۔

فتح مکہ اور غزوہ حنین کی کامیابیاں دیکھ کر ابو عامر کا دل بیٹھنے لگا اور وہ اس پریشانی میں

مبتلا نظر آنے لگا کہ اب کوئی طاقت عربوں میں ایسی نہیں رہی جو اسلام کا راستہ روک سکے۔ بڑے غور وفکر کے بعد اس نے منافقین سے فیصلہ کن کار روائی کا مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ قیصر روم کو مدینہ پر حملے کی دعوت دی جائے، مدینہ کے اندر منافقین کو تیار رکھا جائے، مسلمانوں میں انتشار پھیلایا جائے۔ کفر کو مضبوط کیا جائے اور اہل ایمان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ابو عامر قیصر روم سے مدد طلب کرنے کے لیے روانہ ہونے لگا تو اس نے منافقین سے کہا کہ فوراً ایک مسجد تیار کرو جہاں ہم لوگ اکٹھے ہو سکیں، مشورے کر سکیں، قیصر روم یا دیگر کفار کی طرف سے آنے والے قاصد قیام کر سکیں، مسجد کی وجہ سے مسلمان بھی مطمئن رہیں گے اور سازشوں کو چھپایا اور ان پر عمل بھی کیا جا سکے۔

چنانچہ مسجد تعمیر ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے تبوک سے واپسی پر مسجد کے افتتاح کا وعدہ بھی فرما لیا، منافقین بڑے خوش تھے، تبوک سے مسلمانوں کا ایک فرد بھی واپس نہیں آ سکے گا۔ بہت سے مارے جائیں گے اور جو بچ رہیں گے قیدی بنا لیے جائیں گے۔ اس لیے انھوں نے عبداللہ بن ابی کی تاج پوشی کا پروگرام بھی مرتب کر لیا تھا۔

تبوک میں مسلمانوں کو مقابلہ کی نوبت ہی نہیں آئی، دشمن سامنے ہی نہیں آیا بلکہ لشکر اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی صلیبیوں کی فوج منتشر ہو گئی۔ اس لیے میدان صاف تھا اور فتح کے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے دروازے کھول دیے۔

مسجد ضرار مسمار کرنے کا حکم:

تبوک سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کی تمام سازشوں کا پردہ چاک کر دیا اور مسجد ضرار کی تعمیر کے اغراض و مقاصد کے منافقانہ منصوبوں سے آپ ﷺ کو آگاہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ آپ (ﷺ) مسجد ضرار کا افتتاح اور اس میں نماز کے لیے قیام نہ کریں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سفر تبوک کے دوران ہی دو صحابہ کرام کو روانہ فرماتے ہوئے حکم دیا کہ مسجد ضرار کو آگ لگا کر مسمار کر دیں چنانچہ مالک بن دُخشم اور معن بن عدی رضی اللہ عنہما نے حکم رسول ﷺ کی تعمیل میں مسجد ضرار کو زمین بوس کر دیا۔

﴿ أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾

[التوبة : ۱۰۹، ۱۱۰]

''تو کیا وہ شخص، جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد نیچے سے کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی، جو گرنے ہی والا تھا؟ پس وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان کی عمارت جو انھوں نے بنائی ہے، ہمیشہ ان کے دلوں میں بے چینی کا باعث بنی رہے گی مگر اس صورت میں کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

عمارت پختہ بنیاد پر قائم رہتی ہے:

پچھلی آیات میں منافقین کی تعمیر شدہ مسجد ضرار کے تین مقاصد بیان ہوئے:

1. اہل ایمان کو نقصان پہنچانے، اس میں بیٹھ کر سازشیں کرنے اور کفریہ پروگرام کو عملی شکل دینے کے لیے مسجد کے نام سے منافقین نے گویا ڈیرہ تعمیر کیا۔
2. اہل ایمان کے درمیان تفریق، انتشار پیدا کرنا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا، مسجد قبا کی رونق و آبادی کو ویران کرنا۔
3. اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کی پناہ گاہ کے طور پر اس ڈیرے کو استعمال کرنا۔

یہ ایسے مذموم مقاصد تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمارت کی بنیاد کو غار کے دہانے دریا کے کنارے یا ندی نالے اور چشمے کے ایسے مقام سے تشبیہ دی ہے کہ جس کے کنارے کی بظاہر زمین صحیح نظر آ رہی ہے مگر پانی نے زمین کو نیچے سے کھوکھلا اور سخت کمزور کر دیا ہے اور اوپر زمین

کی سطح ہموار دکھائی دے رہی ہے ایسی جگہ پر جو شخص عمارت بنائے گا تو ظاہر ہے وہ فوراً گر جائے گی۔ چنانچہ مسجد ضرار کی بنیادیں کھوکھلی تھیں اس لیے وہ بہت جلد زمین بوس ہو کر تعمیر کرنے والوں سمیت جہنم میں جا گری۔

دوسری مسجد نبوی ہے جس کی بنیادیں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور تقویٰ پر رکھی گئی تھیں اسی طرح مسجد قبا کا معاملہ ہے یہ مسجدیں تا قیامت قائم اور آباد رہیں گی۔ ان شاء اللہ

منافقین کو مسجد ضرار کے مسمار ہونے پر شدید غم و غصہ آتا رہے گا۔ مسجد ضرار کی جگہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر دیکھ دیکھ کر ان کا غیظ وغضب بڑھتا رہے گا۔ اس کی یادیں ان کے دلوں کو کاٹتی رہیں گی اور وہ اہل ایمان کا نہ کچھ بگاڑ سکیں گے اور نہ ان کی متحدہ قوت میں تفریق پیدا کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

❀......❀......❀
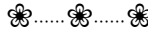
﴿ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة : ١١١]

”بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

مجاہدو! اپنے سودے پر خوشیاں مناؤ!

منافقین کے مکروہ کردار اور مذموم عزائم کے خاک میں ملنے اور مسجد ضرار کے مسمار ہونے کا ذکر پچھلی آیات میں ہو چکا۔اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے سچے اہل ایمان مجاہدین کی عزت افزائی کرتے ہوئے خوب صورت مثال کے ساتھ اپنے آپ کو خریدار کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔مومن مجاہد بندہ کتنا خوش نصیب ہے کہ ایک بہت بڑے سخی تاجر سے اس نے کاروبار کر لیا ہے۔جس مالک نے جان و مال عطا کیے تھے اسی مالک نے بھاری معاوضہ کے ساتھ یعنی جنت کے بدلے خود ہی اسے خرید لیا ہے۔سبحان اللہ!!

اپنی جان و مال بیچنے والے کون ہیں؟

بظاہر تو جان و مال ان کی اپنی ہے مگر ان کے استعمال کے لیے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی مرضی اور خوشنودی کو سامنے رکھتے ہیں اس لیے کہ وہ ان کو بیچ چکے ہیں......جس تاجر کے ساتھ سودا ہوا ہے وہ ان دونوں کا بھاری معاوضہ دے گا۔ اس سودے پر وہ بہت خوش ہیں کیوں کہ یہ نفع بخش تجارت انھوں نے گہرے غور و خوض، کامل فکر و شعور اور پختہ یقین کے ساتھ کی ہے، اس بات کی دلیل کے لیے آیت کے یہ الفاظ غور طلب ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کے مال و جان کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے سودا کرنے والے یہ مجاہد بندے اپنے جسم و جان، اپنے دل و دماغ اور قوت و طاقت کو کافروں کی سرکوبی کے لیے متکبر و سرکش افراد کی گردنیں اڑانے کے لیے استعمال کرتے ہیں، اپنے اموال کو غلبہ دین حق کے لیے جہادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے...... تیر، تلوار، گولہ، بارود، گن اور میزائل حاصل کرنے کے لیے اور سواریاں مہیا کرنے کے لیے فراخ دلی سے خرچ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں:

﴿ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ﴾ ان کا من پسند عمل ہے۔ وہ دنیا کی منڈیوں کی خاک نہیں چھانتے۔ وہ تو جہادی محاذوں تک پہنچنے کے لیے سواریاں تیار رکھتے ہیں۔گھوڑوں کی باگیں تھامے ہوئے اپنے پیک کندھوں پر سجائے رہتے ہیں۔محاذ جنگ کے گرم ہونے کی خبر پاتے ہی موت کی تلاش میں اڑ کر پہنچ جاتے ہیں۔ دلہن کی محبت اور دل لبھانے والی اداؤں کو چھوڑ دیتے ہیں۔لہلہاتے کھیتوں، پکی ہوئی فصلوں اور پھلوں سے لدے تیار باغوں کو خیر باد کہہ دیتے ہیں۔ منڈیوں کی رونق، بازاروں کی چہل پہل سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ والد کی شفقت، ماں کے پیار، بہن بھائیوں کی محبت کو قربان کر دیتے ہیں۔ کافروں کی گردنیں اڑاتے ﴿ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ ﴾ کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔جس ذات سے سودا کیا تھا ۔ اسی کے حکم کی تعمیل میں کافروں کے جوڑ جوڑ پر ضرب کاری لگاتے ہیں۔ بڑھتے اور چڑھتے ہوئے کافروں کو کاٹتے ہوئے خود بھی کٹ جاتے ہیں...... اور بہت بڑی کامیابی حاصل کر کے جنت کے حقدار اور وارث بن جاتے ہیں۔

مسلمانو! اس سودے میں تاخیر کیوں؟

مسلمانو! جان و مال کے اس عظیم سودے سے تم کیوں ہچکچا رہے ہو؟...... کیا تم کافروں سے ڈرتے ہو؟ موت کا خطرہ ہے؟ بتاؤ ہمیشہ تم نے زندہ رہنا ہے؟......نہیں نہیں مرنا تو یقینی ہے تو پھر آگے بڑھو تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی جان و مال کا سودا کرلو۔

یقین جانو! اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ شروع دن ہی سے کر رکھا ہے۔تورات، انجیل اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ سچا وعدہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟

﴿ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ﴾ مجاہدو! اپنی اس تجارت پر جتنی چاہو خوشیاں

مناؤ! اس لیے کہ ...... یہ بہت بڑی کامیابی ہے، اس سے بڑھ کر نفع بخش کوئی تجارت نہیں۔اس نفع بخش تجارت کی ترغیب میں بہت سی آیات قرآنی اور بے شمار احادیث رسول ﷺ موجود ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

دردناک عذاب سے نجات دینے والی تجارت:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ﴾ [الصف : ٦١/١٠،١١]

''اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے؟ (وہ تجارت یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرو...... یہی (کام) تمھارے لیے بہتر ہے اگر تمھیں کچھ علم ہو۔''

﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝ ﴾

[الصف : ٦١/٤]

''یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ سے جان و مال کا سودا کرنے سے رضائے الٰہی کی سند:

﴿ لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ ﴾ [الفتح: ٤٨/ ١٨]

''یقیناً اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان مجاہدین سے خوش ہوگیا ہے جنھوں نے درخت کے نیچے آپ ﷺ سے (مرتے دم تک مشرکین سے لڑنے کی) بیعت کی۔''

❀ یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ حدیبیہ کے دن تم نے رسول اللہ ﷺ سے کس بات پر بیعت کی تھی؟ تو انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا: ((عَلَى الْمَوْتِ)) ......''موت پر۔''[1]

❀ اللہ تعالیٰ سے کاروبار کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو حکم ملتا ہے کہ اپنی امت کو تیار کریں ترغیب دیں اور ابھاریں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ﴾ [الأنفال: ٨/ ٦٥]

''اے نبی! (ﷺ) ایمان والوں کو جہاد وقتال کے لیے ابھاریے، ترغیب دیجیے۔''

❀ اگر اکیلے ہوں تو بھی حکم قتال پر عمل جاری رکھیں:

﴿ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ ﴾ [النساء: ٤/ ٨٤]

''(اے نبی! ﷺ) تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (کافروں سے) لڑائی کرتا رہ۔''

اس حکم ربی پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ستائیس خونریز معرکوں میں بذات خود حصہ لیا، میدان احد میں رسول اللہ ﷺ کے گرد خونریز معرکہ ہوا۔ جس میں نو جان نثاروں نے اللہ سے عہد تجارت نبھایا اور شہید ہو گئے...... اس موقع پر رسول اللہ ﷺ میدان قتال میں جم کر دشمن کے مشتعل وخونخوار دستے سے زبردست جنگ لڑ رہے تھے۔

❁ جنگ حنین میں بھی صحابہ کرام کے قدم اکھڑ گئے مگر اللہ کے رسول ﷺ اپنے خچر کو ایڑ لگا کر اکیلے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے سودا کیا ہوا تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کٹ جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبية: ٤١٦٧۔

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں جہاد کروں اور شہید کر دیا جاؤں، پھر لڑوں اور شہید کر دیا جاؤں، پھر لڑوں اور شہید کر دیا جاؤں، پھر لڑوں اور شہید کر دیا جاؤں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان (کافروں) سے اس دین کی خاطر ضرور لڑوں گا حتیٰ کہ میری گردن کٹ جائے اور اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اپنے دین کو نافذ کرے گا۔''

عہد تجارت نبھانے کے مختلف انداز:

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دانت احد کے دن ٹوٹا اور سر پر زخم لگا۔ آپ ﷺ اپنے چہرہ سے خون صاف کرتے ہوئے فرماتے تھے وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا حالانکہ وہ ان کو اللہ کی طرف بلاتا ہے، اس وقت یہ آیت اتری: (اے نبی ﷺ!) تمھارے کچھ اختیار میں نہیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے کیوں کہ وہ ظالم ہیں۔''[3]

- ''سیدنا جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کی انگلی زخمی ہو گئی اور خون نکل آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں ہے تو مگر ایک انگلی جس سے خون نکلا اور تجھے یہ تکلیف اللہ کی راہ میں ہوئی ہے۔''[4]
- اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے تجارتی معاہدے کو نبھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ابی بن خلف کو قتل کیا۔

---

1. بخاری، کتاب التمنی، باب ما جاء فی التمنی...... الخ: ۷۲۲۶، ۷۲۲۷۔
2. بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد ...... الخ: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔ مسند احمد ۳۲۹/٤ ح: ۱۸۹۲۸۔
3. مسلم، کتاب الجهاد باب غزوة أحد: ۱۷۹۱۔
4. بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من ینکب أو یطعن فی سبیل الله: ۲۸۰۲۔

❁ سیدنا براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آ گئی جو ٹوٹ نہیں رہی تھی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا، آپ تشریف لائے، کدال لی اور ''بسم اللہ'' کہہ کر ایک ضرب لگائی (تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا) اور فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں، واللہ! میں اس وقت وہاں کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔''

پھر دوسری ضرب سے دوسرا ٹکڑا کٹ گیا اور فرمایا: اللہ اکبر! مجھے فارس دیا گیا ہے، واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا: ''بسم اللہ'' تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی، پھر فرمایا: ''اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں، واللہ! میں اس وقت یہاں سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔''[1]

عہد تجارت کی تکمیل میں یہودیوں پر شب خون:

''سیدنا ابن عون سے روایت ہے میں نے نافع کو لکھا، لڑائی سے پہلے کافروں کو دین کی دعوت دینا ضروری ہے؟ انھوں جواب میں لکھا کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا۔ (جب کافروں کو دین کی دعوت نہیں پہنچی تھی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر شب خون مارا اور وہ غافل تھے، ان کے جانور پانی پی رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کیا، بچوں کو قیدی کیا اور اسی دن جویریہ بنت حارث کو گرفتار کیا۔''[2]

اللہ تعالیٰ سے تجارت ......موت پر بیعت:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴾

[الفتح: ۴۸/۱۰]

---

❶ مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب جواز الاغارة على الكفار: ۱۷۳۰۔

❷ مسند احمد: ۴/۳۰۳ ح: ۱۸۸۹۸۔

''جو لوگ تجھ سے (جہاد کی) بیعت کرتے ہیں، وہ یقیناً اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے، تو جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دے گا۔''

عہد تجارت نبھانے کا صلہ:

سیدنا مغیرہ بن شعبہ نے مد مقابل لشکر کفار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: (اے کافرو! سن لو اور خوب یاد رکھو!) ...... ہمارے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں، جب تک تم اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے لگو یا جزیہ نہ دو اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمارے رب کی طرف سے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ ہم میں سے جو کوئی جہاد فی سبیل اللہ میں شہید کر دیا گیا وہ بہشت بریں کی ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا جو اس نے کبھی نہیں دیکھیں اور جو کوئی زندہ بچ جائے گا وہ تمھاری گردنوں کا مالک بنے گا۔''[1]

اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنے والوں کے خاک آلود قدموں کی شان:

''سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے قدموں پر جہاد کے راستہ پر چلنے کی وجہ سے گرد وغبار پڑی اس پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی۔'' دوسری جگہ فرمایا: ''نہیں خاک آلود ہوتے کسی آدمی کے قدم اللہ کے راستے میں اور پھر اسے جہنم کی آگ بھی چھوئے؟''[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''وہ شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کے ڈر سے رو دیا حتیٰ کہ دودھ تھن میں

---

1. بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب الجزية والموادعة مع أهل الحرب: ۳۱۵۹۔
2. بخاری، کتاب الجمعة، باب المشي إلى الجمعة: ۹۰۷۔

داخل ہو اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی بھی جمع نہ ہوں گے۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کے خریدے ہوئے بندوں کی صبح و شام :

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''اللہ کے راستے میں صبح کو نکلنا یا شام کو، دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کی کمان یا ڈنڈے کے برابر جنت میں جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، (اور وہاں کی حوروں کے کیا کہنے!) اگر جنت کی کوئی عورت زمین پر جھانک دے تو زمین و آسمان کا درمیان سارا روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے۔ اس کے سر کا دوپٹا دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔'' [2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''جنت میں ایک کمان رکھنے کی جگہ مشرق و مغرب کے درمیان موجود ہر چیز سے بہتر ہے، اللہ کے راستہ میں (جہاد کے لیے) ایک صبح یا ایک شام کا نکلنا مشرق و مغرب کے درمیان موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔'' [3]

اجر عظیم، مال غنیمت اور جنت میں داخلہ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن بن جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے، اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے اور جہاد کی نیت لیے ہوئے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نکلتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) کہ یہ میری ذمہ داری ہے : میں اس کو جنت میں داخل کروں گا یا اجر یا غنیمت کے ساتھ گھر واپس لوٹاؤں گا۔

---

1. الترمذی، أبواب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی ......الخ : ١٦٢٣۔
2. بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العین وصفتهن : ٢٧٩٦۔
2. بخاری، کتاب الجهاد، باب الغدوة والروحة فی سبیل الله : ٢٧٩٣۔

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا، وہ قیامت کے دن اسی حالت میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا اس خون کا رنگ تو خون کی طرح ہوگا اور خوشبو کستوری جیسی ہو گی، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو کسی بھی معرکہ سے پیچھے نہ رہتا لیکن میں اپنے تمام مجاہد ساتھیوں کو سواریاں فراہم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ وہ خود اپنی سواریوں کا بندوبست کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور ان کا مجھ سے پیچھے رہ جانا ان پر بڑا گراں گزرتا ہے۔

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں پھر جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں، پھر جہاد کروں اور قتل کر دیا جاؤں۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کے خریدے بندوں کی پرُنم آنکھیں:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دو آنکھوں کو آگ نہ چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رو پڑی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں رات کو پہرا دیا۔'' [2]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے راستہ میں ایک دن کا پہرا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی کے کوڑا یعنی درہ یا چابک رکھنے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا:

---

1. مسلم، کتاب الإمارة، باب الجهاد والخروج فی سبیل الله : ١٨٧٦۔
2. سنن ترمذی، أبواب الجهاد، باب ما جاء فی فضل الحرس فی سبیل اللّٰه : ١٦٣٩۔

((رِبَاطُ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَ قِيَامِهِ وَ إِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِىْ كَانَ يَعْمَلُهُ وَ أُجْرِىَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَ أَمِنَ الْفُتَّانَ)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ایک دن، رات کا پہرا دینا ایک مہینا کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر پہرے کی حالت میں فوت ہوجائے تو اس کے عمل کو جاری رکھا جاتا ہے اور اس پر اس کا رزق بھی جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ تمام فتنے برپا کرنے والوں سے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ قبر کے فتنوں سے بچا لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے تجارت کرنے والے نابینا معذور صحابی:

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ آیت: ﴿ لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ ﴾ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور گھر میں بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں ہیں لکھوائی، اتنے میں سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے اس وقت آپ مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے، نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الفاظ نازل فرمائے: ﴿ غَيْرُ أُولِى الضَّرَرِ ﴾ یعنی بغیر شرعی عذر کے گھر بیٹھنے والے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں۔'' [2]

ایفائے عہد میں زخمی ہونے والے:

''قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا طلحہ کا ہاتھ دیکھا کہ وہ شل تھا، اس سے احد کے دن انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا تھا۔'' [3]

---

1. مسلم، کتاب الإمارۃ، باب الرباط فی سبیل اللہ عزوجل: ۱۹۱۳۔
2. بخاری، کتاب الجهاد، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿لا يستوى القاعدون﴾...... الخ: ۲۸۳۲۔
3. بخاری، کتاب المغازی، باب ﴿إذ همت طآئفتان منكم﴾......الخ: ۴۰۶۲۔

''عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ زبیر بن عوام کو تلواروں کے تین زخم لگے تھے، ایک زخم ان کے کندھے پر تھا، جو اتنا گہرا تھا کہ میں اپنی انگلیاں اس میں داخل کر لیتا تھا، دو زخم معرکہ بدر میں اور ایک جنگ یرموک میں لگا تھا۔''[1]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اللہ کے راستہ میں زخمی ہوا، وہ قیامت کے دن آئے گا، اس کے زخم کے خون سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہوگی اور اس کا رنگ زعفران کا ہوگا اور اس پر شہداء کی مہر لگی ہوگی اور جس نے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کیا تو اللہ اسے شہید کا اجر عطا فرمائیں گے اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی مر جائے۔''[2]

'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ کو امیر بنایا اور فرمایا اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اگر جعفر شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اس لڑائی میں موجود تھا، ہم نے لڑائی کے بعد جعفر کی لاش ڈھونڈی، دیکھا تو وہ لاشوں میں پڑی ہوئی اور ان کے بدن پر نوے سے زائد زخم تھے، جن میں کچھ بھالے کے اور کچھ تیر کے تھے۔''[3]

اللہ تعالیٰ کے مجاہد بندے کی انوکھی دعا:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں کہا: اے سعد! تم اللہ پاک سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ اس کے بعد یہ دونوں ایک گوشہ میں گئے، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس طرح دعا مانگی: اے میرے رب!

---

❶ بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل: ۳۹۷۵۔

❷ صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ذکر تفضل الله ...... الخ: ۳۱۸۵،۳۱۹۱۔

❸ بخاری، کتاب المغازی، باب غزوه مؤتة من أرض الشام: ٤٢٦١۔

جب دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوتو میرے سامنے ایک ایسے آدمی کو لا جو سخت حملہ آور اور بہت ہی لڑاکا ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر مجھے اس پر کامیابی کی توفیق عطا فرما کہ میں اسے قتل کر دوں اور اس کا سارا مال لے لوں، ان کی دعا پر سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ پھر سیدنا عبداللہ بن جحش نے دعا مانگی، اے میرے اللہ! مجھے ایک ایسے آدمی سے مقابلہ کی توفیق دے جو سخت حملہ آور ہو اور سخت جنگجو بھی، میں تیرے لیے اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے پھر وہ مجھے پکڑے میری ناک بھی کاٹ دے میرے کان بھی کاٹ دے، جب میں کل روز قیامت تجھ سے ملوں ......تو تو پوچھے کہ کس لیے تیری ناک اور کان کاٹے گئے......؟ میں عرض کروں کہ تیرے اور تیرے رسول کے لیے میری ناک اور کان کاٹے گئے، تو کہے ہاں! تو سچ کہتا ہے، سعد نے آمین کہی۔" سیدنا سعد اپنے بیٹے سے کہا کرتے تھے کہ عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر رہی، میں نے اسی دن کے آخر میں ان کو دیکھا کہ ان کی ناک اور کان کٹے ہوئے ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے تھے۔"[1]

دفاع رسول میں جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے نو خوش نصیب:

"انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات انصار اور دو قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے، جب حملہ آور آپ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو ان حملہ آوروں کو ہم سے دفع کرے؟ تو اس کے لیے جنت ہے، یا یہ فرمایا کہ وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا، اس کے بعد ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، اس کے بعد پھر مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب آ گئے اور پھر یہی ہوا، اس

---

[1] مستدرك حاكم: ٢/ ٧٦، ٧٧، ح: ٢٤٠٩۔ حلية ألاولياء: ١/ ١٠٩۔

طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے باقی ساتھیوں سے فرمایا: ''ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا، باقی رہ جانے والے دو صحابہ: طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے۔ [1]

عہد تجارت میں کٹ مرنے کی جلدی:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بدر کی جگہ میں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے پھر مشرکین بھی آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے بھی کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔'' جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسی جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: ''یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں!''

سیدنا عمیر نے کہا: بخ بخ یعنی واہ واہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر سے پوچھا: ''تو نے بخ بخ کے الفاظ کیوں کہے ہیں؟''

عرض کیا: ''اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے صرف اس امید پر واہ واہ کے الفاظ کہے کہ میں بھی جنت والوں سے ہو جاؤں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو یقیناً جنت والوں سے ہے۔'' یہ سن کر سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے تھیلے سے کھجوریں نکالیں اور ان کو کھانا شروع کیا، پھر کہا: اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہا تو یہ زندگی تو بہت طویل ہے، یہ کہتے ہی

---

[1] مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة أحد: ١٧٨٩۔

کھجوریں پھینک دیں، پھر کفار سے لڑائی کی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔''[1]

عہد تجارت کی تکمیل کے لیے موت کی طرف اڑان:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگوں میں سے بہترین زندگی گزارنے والا شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھامے ہوئے ہے، جب بھی کسی شور و شغب یا گھبراہٹ کی آواز سنتا ہے تو فوراً اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اڑ کر پہنچتا ہے وہ قتل اور موت کو موت کی گھاٹیوں سے تلاش کرتا ہے۔''[2]

تاخیر پر صدمہ:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تو ان کو بڑا صدمہ ہوا، آپ کہا کرتے تھے کہ وہ پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو شریک تھے مگر میں شرکت نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اب اللہ تعالیٰ نے کسی معرکہ میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب کیا تو اے اللہ تو دیکھے گا کہ میں کیا جوہر دکھاتا ہوں؟ وہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کہنے سے ڈرتے تھے، آئندہ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوئے تو سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے اور کہنے لگے: ابوعمرو! کہاں جا رہے ہو؟ انھوں نے کہا: واہ واہ احد کے پیچھے جنت کی خوشبو آرہی ہے میں اسے محسوس کر رہا ہوں، پھر وہ بڑی شجاعت سے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے ان کے جسم میں اسی (۸۰) سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیروں کے نشانات پائے گئے، میری پھوپھی ربیع بنت

---

1. مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد: ۱۹۰۱۔
2. مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط: ۱۸۸۹۔

نضر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے بھائی کو صرف ہاتھ کے پوروں سے پہچان سکی ورنہ وہ پہچانے ہی نہیں جاتے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ ۖ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ [الأحزاب : ۲۳]

''مومنوں میں سے بعض ایسے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا اس پر سچے اترے، بعض اپنی تمنا پا گئے اور بعض انتظار میں ہیں اور ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں۔''[1]

دس مرتبہ کٹ مرنے کی آرزو:

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے سوائے شہید کے، وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیوں کہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔''[2]

جنت کی خوشبو:

''غزوۂ احد کے ختم ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جاؤ! سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو کہیں زخمیوں میں تلاش کرو اگر وہ دکھائی دیں تو ان کو میرا سلام کہنا اور ساتھ ہی یہ کہنا کہ میں نے ان کی خبر پوچھی ہے۔

---

1. بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول الله عزوجل ﴿من المومنين رجال﴾......الخ: ۲۸۰۵۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد: ۱۹۰۳۔
2. بخاری، کتاب الجهاد، باب تمنی المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ۲۸۱۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الشهادة فی سبيل الله تعالىٰ : ۱۸۷۷۔

زید بن حارثہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کی تلاش شروع کر دی اور ان کو ڈھونڈ لیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے جسم پر ستر کے قریب زخم تھے اور یہ ان کا وقت آخر تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام اور پیغام ان کو پہنچایا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تم پر سلام۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا یہ پیغام عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یہ بھی عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور تمام امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور میری قوم انصار سے یہ کہنا کہ جب تک تمھارے بدن میں جان ہے اور تمھاری آنکھ حرکت کرتی ہے تمھاری زندگی و موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا...... ابھی یہ فرما ہی رہے تھے کہ روح جسم سے پرواز کر گئی۔''[1]

اللہ کے بندے کا تاریخی اور آخری فیصلہ:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جب زخمی ہوئے تو انھوں نے یہ دعا کی: یا اللہ! تو جانتا ہے کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں کہ میں تیری راہ میں ان لوگوں سے لڑوں جنھوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور انھیں اپنے وطن سے نکال باہر کیا۔ یا اللہ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو نے ہماری اور ان کی لڑائی ختم کر دی ہے اگر قریش کی لڑائی باقی ہو تو مجھے ان سے لڑنے کے لیے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں ان سے جہاد کروں اگر تو نے لڑائی ختم کر دی ہو تو پھر میرا زخم بہا دے اور اسی میں میری موت واقع ہو جائے۔ اس دعا کے بعد ان کا خون سینہ سے بہہ نکلا، مسجد کے لوگ تو اس وقت ڈرے کہ بنی غفار کا ڈیرہ جو مسجد میں لگا تھا خون بہ بہ کر اس پڑاؤ کی طرف سے آنے لگا مسجد

---

[1] مستدرك حاكم: ٣/ ٢٠١۔ والنسخة الجديدة: ٣/ ٢٢١، ح: ٤٩٠٦۔

والوں نے پوچھا: ارے! یہ تمھاری طرف سے بہ بہ کر کیا آ رہا ہے؟ دیکھا تو سعد کے زخم سے خون پھوٹ کر بہ رہا تھا آخر اسی زخم سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ ان کی اس دعا کا آخری ٹکڑا یہ تھا کہ مجھے موت نہ دے یہاں تک کہ بنو قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو جائے۔ [1]

اللہ تعالیٰ سے سودا کرنے والے! جہادی محاذوں کی طرف پہنچتے رہیں گے :

اللہ تعالیٰ سے سودے کرنے والے...... قیامت تک جہادی محاذوں کی طرف اڑ اڑ کر پہنچتے رہیں گے۔ جہادی میدانوں کو رونق بخشنے والے سعادت مندوں میں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوان بھی ہوں گے...... امیر، غریب، طاقت ور اور کمزور بھی پہنچیں گے، کالے، گورے، عربی، عجمی اور مشرق ومغرب سے تعلق رکھنے والے مل کر کفار سے ٹکرائیں گے...... صحت مند و توانا لوگوں کے ساتھ ساتھ...... گونگے بہرے، اندھے، لولے لنگڑے اور اپاہج بھی جہادی عہد نبھانے کے لیے آگے بڑھتے رہیں گے۔ اس جہادی قافلے کو صلیبی روک سکتے ہیں نہ یہودی...... مجاہدین کا راستہ نہ تو بت پرست مشرک روک سکتے ہیں اور نہ کوئی ظالم جابر حکمران...... حتیٰ کہ جہادی قافلوں کا راستہ روکنا کسی عادل حکمران کے لیے بھی ممکن نہیں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ)) [2]

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔''

---

1. بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ......الخ: ٤١٢٢، ٤٦٣، ٣٩٠١۔
2. مسلم، کتاب الإمارۃ، باب قولہ ﷺ لا تزال طائفة من أمتی...... الخ : ١٩٢٢۔

﴿ اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ ﴾

[التوبة : ۱۱۲]

’’(وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان ایمان والوں کو خوش خبری دے دے۔‘‘

اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بیچنے والے خوش نصیب مجاہدین جو میدان جنگ میں کافروں کی کھوپڑیاں اڑاتے ہوئے اپنی گردنیں کٹوانے کے لیے بھی تیار رہتے ہیں۔ ان صالحین کے نو اوصاف اس آیت میں بیان ہوئے ہیں جن میں سے پہلی صفت اَلتَّآىِٕبُوْنَ ہے۔

﴿ اَلتَّآىِٕبُوْنَ ﴾ مجاہدین ایسے ہیں کہ وہ جہادی محاذوں پر ہوں یا اپنے گھروں میں...... مصروف تجارت ہوں یا کاشت کاری میں ان کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ کثرت سے اپنے گناہوں، غلطیوں اور کوتاہیوں پر ندامت و شرمندگی کے آنسو بہاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ہر وقت توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں، توبہ و استغفار کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’اَغَرّ الْمُزَنِی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے لوگو! توبہ کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرو بلاشبہ میں اس کی طرف روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔‘‘ ①

توبہ و استغفار مجاہدین کا معمول ہے:

مجاہدین تو ایسے ہیں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں:

﴿ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ

❶ مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب استحباب الاستغفار و الاستکثار منہ: ۲۷۰۲۔

أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَٰفِرِينَ﴾ [آل عمران: ۳/۱٤۷]

''(اس بات کے علاوہ ان مجاہدین کی) اور کوئی بات ہی نہیں تھی کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے اپنے معاملات میں جو زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف فرما اور ہمیں جہاد میں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم پر ہماری مدد فرما۔''

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا﴾ [التحریم: ٦٦/٨]

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے سامنے خالص اور سچی توبہ کرو۔

نیز فرمایا:

﴿وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [النور: ۲٤/۳۱]

''تم سب کے سب اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگا کرو تاکہ تم کامیابیاں حاصل کرلو۔''

فرمایا:

﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى ٱللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [المائدہ: ٥/٧٤]

''یہ گنہگار لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے کیوں نہیں توبہ و استغفار کیوں نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔''

توبہ کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی دعائے مغفرت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ٱلَّذِينَ يَحْمِلُونَ ٱلْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُۥ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِۦ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ۖ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَىْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَٱغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا۟ وَٱتَّبَعُوا۟ سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ ٱلْجَحِيمِ﴾ [المومن: ٤٠/٧]

''عرش الٰہی اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح

اس کی حمد کے ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو اپنی رحمت، بخشش اور علم کے ساتھ گھیر رکھا ہے۔ اے اللہ! توبہ کرنے والوں کو معاف فرما اور بخش دے اور ان لوگوں کو بھی معاف فرما جو تیرے راستے پر چلتے ہیں، انہیں جہنم کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے رب! تو ان کو دائمی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے اور ان کی اولادوں میں سے بھی جو صالح ہیں انہیں بھی (ان باغات میں داخل فرما) بے شک تو ہر چیز پر غالب ہے، حکمت والا ہے اور انہیں برائیوں سے بچا۔ اس روز جسے تو نے برائیوں سے بچالیا تو گویا تو نے اس پر رحمت کر دی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

﴿ ٱلْعَٰبِدُونَ ﴾ مجاہدین کی دوسری صفت یہاں بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور اس سے کبھی غافل نہیں ہوتے، عبادات میں سے فرض عبادتیں مثلاً، نماز، روزہ، حج، زکواۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل بھی پورے خشوع وخضوع اور اخلاص سے ادا کرتے ہیں اور اسی طرح ان مجاہدین کی حالت یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ اپنا ہر قدم اٹھانے اور زبان سے کوئی لفظ ادا کرنے سے پیشتر وہ دیکھتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ راضی ہے؟ وہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ اپنے قول وفعل سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی میں لگے رہتے ہیں۔

﴿ ٱلْحَٰمِدُونَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی جانیں اور مال خریدے ہیں ان کی تیسری نشانی یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے:

﴿ فَقُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى نَجَّىٰنَا مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ [المؤمنون : ٢٣/٢٨]

کہو تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات عطا فرمائی۔''

عزت و وقار ملنے پر اللہ کی حمد کرتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النمل : ١٥/٢٧]

''داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) دونوں نے کہا تعریف تو اس اللہ کے لیے ہے جس نے بہت سے ایمان والے بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔''

دوسری جگہ فرمایا:

''یقیناً ہماری آیات پر ایمان لانے والے وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تعریفیں کرتے ہوئے تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر سے دور رہتے ہیں۔ ان کے پہلو بستر سے الگ ہو کر اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ اسے خرچ کرتے ہیں۔'' [السجدة : ١٥/٣٢]

اللہ تعالیٰ ہی کی حمد، اسی پر بھروسا:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا﴾ [الفرقان: ٥٨/٢٥]

''ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کریں جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے رہیں وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے اچھی طرح آگاہ ہے۔''

صبر کے ساتھ اپنے رب کی تعریف:

مکی زندگی میں سخت مشکلات اور دشمن کی ایذا رسانیوں کا دورانیہ تیرہ سال تک پھیلا ہوا ہے انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ۖ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ﴾

[الطور: ٤٨/٥٢]

''اور اے نبی! تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے، بے شک تجھ پر ہماری نظریں لگی ہوئی ہیں۔ صبح کو جب تو نیند سے اٹھے تو اپنے رب کی پاکیزگی اور حمد بیان کر اور رات کے وقت بھی اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی اللہ کی پاکیزگی بیان کر۔''

اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنے والوں کے سمندر کی جھاگ جتنے گناہ بھی معاف:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ عَنْهُ خَطَایَاهُ وَاِنْ کَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ)) ①

''جس شخص نے دن بھر میں سو مرتبہ: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ)) کہا اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں تو مٹا دیے جائیں گے۔

افضل کلمات چار ہیں:

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے نزدیک تمام کلاموں سے زیادہ محبوب چار کلمات ہیں: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ)) ②

کچھ حرج نہیں کہ ان میں سے جس کلمے کو بھی تو شروع میں لائے۔''

دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب کلمات:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ: ''میں یہ کلمات کہوں: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ)) تو یہ میرے ہاں ان سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ ③

---

❶ بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل التسبیح : ٦٤٠٥۔

❷ مسلم، کتاب الآداب، باب کراهة التسمیة بالأسماء القبیحة ...... الخ : ٢١٣٧۔

❸ مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء : ٢٦٩٥۔

زبان پر ہلکے مگر میزان میں بھاری کلمات :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''دو کلمات (ایسے) ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، ترازو میں بھاری ہیں، رحمٰن کو محبوب ہیں، وہ کلمات ہیں: ((سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ، سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ))[1]

شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے کلمات :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''جس شخص نے ایک دن میں سو بار ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ))[2] کہا تو اس کو دس گردنوں (کے آزاد کرنے) کے برابر ثواب ملے گا اور اس کے (نامہ اعمال میں) سو نیکیاں ثبت ہوتی ہیں اور اس کے نامہ اعمال سے سو برائیاں مٹا دی جاتی ہیں اور وہ دن بھر شیطان سے حفاظت میں رہتا ہے اور کوئی شخص اس کے عمل سے بہتر عمل نہیں کرتا البتہ وہ شخص جس نے اس سے زیادہ عمل کیا۔''

﴿ اَلسّٰٓئِحُوۡنَ ﴾ اللہ تعالیٰ سے اپنی جانوں اور مالوں کے سودے کرنے والے خوش نصیب مجاہدین کی چوتھی خوبی یہ ہے کہ وہ سیاحت میں مصروف رہتے ہیں۔ اس آیت کے سیاق وسباق پر غور کرنے کے بعد بڑے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ یہاں : ﴿ اَلسّٰٓئِحُوۡنَ ﴾ سے مراد جاھدو ن یعنی جہاد کرنے والے ہیں، سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیر و سیاحت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الۡجِهَادُ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ))[3]

''بے شک میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''

---

1. بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ: ﴿ ونضع الموازين القسط ﴾...... الخ : ٧٥٦٣۔
2. مسلم، کتاب الذكر والدعاء، باب فضل التهليل و التسبيح والدعاء : ٢٦٩١۔
3. أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب النهى عن السياحة : ٢٤٨٦۔

آج یہ بات مجاہدین ہی یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے جتنی سیر و سیاحت جہاد میں کی ہے کاروباری زندگی میں کبھی نہیں کی۔''

مفسرین نے ﴿ اَلسَّآئِحُوْنَ ﴾ میں روزہ، ہجرت و جہاد، دینی تربیت، حصول علم کے لیے سفر اور دعوت وتبلیغ وغیرہ ان تمام چیزوں کو شامل کیا ہے۔

﴿ اَلرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ ﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودا کرنے والے مجاہدین کی پانچویں اور چھٹی خصلت یہ ہے کہ وہ بڑی کثرت سے رکوع وسجود میں مصروف رہتے ہیں یعنی وہ فرض نمازوں کے علاوہ بھی کثرت سے نوافل کا اہتمام کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے نوافل کا معمول:

رسول اللہ ﷺ کا معمولِ زندگی یہ تھا کہ رمضان اور غیر رمضان میں رات کے وقت گیارہ رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے جن میں تین وتر بھی شامل ہوتے۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے ہر شخص کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے، سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا صدقہ ہے، لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے، اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے، امر بالمعروف صدقہ ہے، نہی عن المنکر صدقہ ہے اور ان سب کو ضحیٰ کی دو رکعت نماز کفایت کرتی ہے۔''[1]

مثالی میاں بیوی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتا ہے اور اپنی بیوی کو بھی جگاتا ہے، وہ بھی نفل ادا کرتی ہے اگر وہ انکار کرتی ہے تو اس کے

---

[1] مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحیٰ...... الخ: ۷۲۰۔

چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے۔ اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے، نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو بیدار کرتی ہے وہ تہجد ادا کرتا ہے اگر انکار کرتا ہے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔''[1]

خادم رسول کی خواہش:

ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو اور قضائے حاجت کے لیے پانی لایا کرتا تھا۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''مانگ تمھیں کیا چاہیے؟'' میں نے عرض کیا کہ میں تو جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے علاوہ کچھ اور چیز مانگ'' میں نے پھر عرض کیا کہ بس یہی خواہش ہے کہ جنت میں آپ کی رفاقت مل جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَأَعِنِّیْ عَلَی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ))[2]

''اگر جنت میں میری رفاقت چاہتے ہو تو پھر کثرت سجود سے میری مدد کرو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو طویل سجدے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر مشکل گھڑی، پریشانی کے وقت اور خوشی و مسرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں گر کر دعائیں کرتے، فریاد کرتے، مصائب و آلام سے نجات کی درخواستیں کرتے، طویل سجدے کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی و خوش کر کے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرتے۔

یہاں ہم ان مختلف اوقات میں کیے گئے دو سجدوں کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں تا کہ مجاہدین بطور خاص اس طریقے کو اپنائیں اور اپنا معمول بنا کر بڑے بڑے دشمن کے لشکروں

---

1. سنن نسائی، کتاب قیام اللیل، باب الترغیب فی قیام اللیل: ۱۶۱۱۔
2. مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل السجود والحث علیه: ۴۸۹۔

پر غلبہ و فتح حاصل کریں۔

پہلا سجدہ: یہ رسول اللہ ﷺ کے اس سجدے کا ذکر ہے جب آپ ﷺ مکہ میں کمزوری اور بے بسی کی کیفیت میں تھے۔ دشمن مضبوط، طاقت ور اور عددی اعتبار سے بہت زیادہ تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ کو ساتھیوں کی قلت کا سامنا تھا اور جو ایمان لا چکے تھے وہ بھی سخت کمزور اور حالات کے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتے تھے اس صورت حال کی تفصیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، دوسری جانب ابوجہل اور اس کے کچھ ساتھی بیٹھے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے کہ تم میں کون ہے جو جائے اور ذبح کیئے گئے اونٹ کی اوجھڑی لائے اور جب محمد (ﷺ) سجدہ کریں تو وہ اوجھ ان کی کمر پر ڈال دے۔ یہ سن کر ایک بدبخت ''عقبہ بن ابی معیط'' اٹھا اور وہ اوجھ اٹھا لایا۔ جونہی رسول اللہ ﷺ رب کے حضور سجدہ میں گئے تو بدبخت عقبہ نے آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان وہ اوجھ ڈال دیا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ تو رہا تھا مگر میرے اندر آپ ﷺ کو بچانے کی طاقت نہیں تھی۔ کاش! میرے اندر دفاع رسول ﷺ کی طاقت ہوتی۔ دوسری طرف مشرکین یہ منظر دیکھ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک نہیں اٹھایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور حالت سجدہ ہی میں پڑے رہے یہاں تک کہ (آپ ﷺ کے گھر جا کر اطلاع دی گئی اور تیزی سے) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انھوں نے آپ ﷺ کی پیٹھ سے اونٹ کا اوجھ ہٹا دیا پھر رسول اللہ ﷺ نے سجدے سے اپنا سر اٹھایا اور اپنی زبان اقدس سے فرمایا: « اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ » ''اے اللہ! (میں تو کمزور ہوں) تو خود ہی قریش کو

پکڑ لے۔'' یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے تو ان لوگوں کے چہروں کا رنگ اڑ گیا اور وہ سخت پریشان ہو گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس بد دعا کا قبول ہونا یقینی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِأَبِی جَھْلٍ، وَعَلَیْكَ بِعُقْبَةَ وَ شَیْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَ أُمَیَّةَ بْنِ خَلْفٍ وَّ عُتْبَةَ بْنِ أَبِی مُعِیْطٍ ......))

''یا اللہ ابوجہل کو پکڑ لے، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط ان سب کو پکڑ لے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے جنگ بدر کے دن اپنی آنکھوں سے دیکھا جن لوگوں کے نام لے کر رسول اللہ ﷺ نے بد دعا کی تھی وہ سب کے سب قتل کر دیئے گئے اور ایک بدبودار کنویں میں ان کی لاشیں پڑی تھیں۔ [1]

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حالت سجدہ میں انسان اللہ تعالیٰ کے بالکل قریب ہوتا ہے اس لیے سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے خاص باتیں اور دعائیں کرتے وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر کامل توجہ یکسوئی، انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے سجدہ کی کیفیت سے ظاہر ہے۔

یہ ہے حکم الٰہی کی تعمیل میں کئے گئے ان سجدوں کی کیفیت جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ((وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب)) [العلق : ٩٦/ ١٩] ''اے نبی سجدے کر کے اپنے رب کا قرب حاصل کر۔''

دوسرا سجدہ: رسول اللہ ﷺ کا دوسرا طویل ترین سجدہ مدنی زندگی کے پرامن اور آسودہ حال دور کا ہے جس میں کامیابیاں، فتوحات اور غلبہ دین کی نت نئی خبریں آ رہی تھیں۔ یہ

[1] بخاری، کتاب الوضوء، باب إذا ألقی علی ظھر المصلی قذر ...... الخ : ٢٤٠۔

سجدہ کیسا تھا؟ ملاحظہ فرمائیں اور اپنے آپ کو اس سنت پر عمل کے لیے تیار کریں۔

''سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے گھر سے نکلے اور کھجوروں کے ایک باغ میں داخل ہو گئے (وہاں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت تو نہیں کر لیا، میں اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غور سے دیکھنے لگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' میں نے اپنے خدشے کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ میں آپ کو خوشخبری دے دوں کہ اللہ عزوجل آپ کو پیغام دیتے ہیں کہ جو شخص آپ پر درود بھیجے گا تو میں اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے گا تو میں اس پر سلام بھیجوں گا۔''[1]

بندہ سجدے میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ))[2]

''بندہ سجدے میں اپنے رب کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے لہٰذا سجدہ میں بہت کثرت سے دعا کیا کرو۔''

رکوع وسجود کرنے والے، کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ﴾

[الفتح: ٤٩/ ٢٩]

---

1. مسند احمد: ١٩١/١، ح: ١٦٦٢۔ مستدرك حاكم: ٣٤٥/١۔ح: ٨١٠۔
2. مسلم، كتاب الصلاة، باب ما يقال فى الركوع والسجود: ٤٨٢۔

”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور ان پر ایمان لانے والے کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ تو انھیں دیکھے گا کہ وہ رکوع و سجود کرنے والے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں رہتے ہیں (کثرت) سجود کی وجہ سے ان کے چہروں پر نشان نمایاں ہیں۔“

نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے والے:

﴿ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

”جنت کے بدلے بکے ہوئے خوش قسمت لوگوں کی ساتویں اور آٹھویں نشانی یہ ہے کہ وہ بھلائی کے کاموں میں صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ وہ اپنے ماحول اور قرب و جوار میں رہنے والوں کو جہاد اور دیگر بھلے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے رہتے ہیں۔“

مسلم حکمرانوں کی چار بڑی ذمہ داریاں:

- وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین (کے کسی حصے کی) حکومت عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں بھلے کاموں کا حکم اور برے کاموں سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔
- اے مجاہدو! تم میں سے کچھ لوگ (ضرور) ایسے بھی ہونے چاہییں جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے رہیں وہ بھلے کاموں کا حکم کرتے رہیں اور برے کاموں سے روکتے رہیں اور ایسے ہی لوگ مراد (فتح) پانے والے ہیں۔

بہترین امت کا اعزاز حاصل کرنے کا سبب؟

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾

[ال عمران : ۳/ ۱۱۰]

تم ہی بہترین امت ہو جنھیں لوگوں (کی اصلاح کے لیے) کھڑا کیا گیا ہے لوگوں کو تم

بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ [التوبة : ٧١]

''مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔''

﴿ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۗ ﴾ [العنكبوت : ٢٩/٤٥]

''یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

منافقین اور شیاطین کا کام :

﴿ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ ﴾ [البقرة : ٢/١٦٩]

''شیطان تو تمھیں برائی اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے۔''

﴿ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۖ ﴾ [البقرة : ٢/٢٦٨]

''شیطان تو تمھیں غربت، تنگدستی اور فقر سے ڈراتا ہے اور تمھیں بے حیائی کے کام کرنے کا حکم دیتا ہے۔''

﴿ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ ﴾ [التوبة : ٦٧]

''منافق مرد ہو یا عورتیں وہ ایک دوسرے میں سے ہیں وہ برائی کا حکم کرتے اور بھلے کاموں سے روکتے ہیں۔''

مجاہدین بہتر انداز میں دعوت کا کام کرتے ہیں :

آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ پوری مسلم دنیا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مؤثر انداز میں فریضہ ادا کرنے والے مجاہدین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی دعوت میں تاثیر رکھی ہے، لوگ بڑی توجہ اور غور سے ان کی باتوں کو سنتے اور قبول کرتے ہیں، مجاہدین کی طرف سے ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' پر عمل کے نتیجے میں لوگ جہادی

میدانوں کو سجائے ہوئے ہیں...... مساجد آباد ہوتی نظر آ رہی ہیں ...... مسلمانوں میں ادائے زکوٰۃ کا شعور پختہ ہو رہا ہے...... بے شمار لوگوں کے عقائد کی اصلاح ہو رہی ہے ...... روسی ریاستوں میں بالخصوص اور دیگر مسلم ملکوں میں فریضہ حج ادا کرنے والوں کی تعداد میں مثالی اضافہ ہوا ہے ...... تعلیمی اداروں، صنعتی یونٹوں اور سرکاری دفاتر میں دعوتی پروگرام منعقد کرانے کی زبردست حوصلہ افزائی ہوئی ہے، نوجوان طبقہ دین پر عمل کے لیے تیار ہوا ہے ...... مستورات میں شرعی پردے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کے لیے جو حدود مقرر کی ہیں ...... اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کرنے والے مجاہدین بڑی سختی سے ان حدود کی حفاظت کرتے ہیں وہ اپنی پوری زندگی میں اور زندگی کے ہر شعبے اور ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر کام کرتے ہیں۔

- امن کا وقت ہو یا حالات جنگ۔
- وہ جنگی محاذوں پر ہوں یا اپنے گھروں میں۔
- وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوں یا کاروبار تجارت میں۔

وہ ہر حال میں حدود اللہ کی حفاظت کرتے ہیں۔

❀......❀......❀
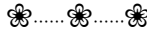
﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۞ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴾ [التوبة : ٢/ ١١٣، ١١٤]

''نبی کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہوگیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو وہ اس سے کر چکا تھا پھر جب

اس کے لیے واضح ہوگیا کہ وہ تو اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہوگیا۔
بے شک ابراہیم بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

مشرک خواہ قریبی ہی کیوں نہ ہو بخشش کی دعا کا مستحق نہیں:

قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ روشن اور تاریک دونوں پہلو بیان کرتا ہے۔ یہاں بھی پہلے ان لوگوں کا ذکر ہوا جنھوں نے جنت کے بدلے اپنی جانوں اور مالوں کے سودے کیے اور عنداللہ دنیا و آخرت میں کامیاب قرار پائے۔

اب مشرکین کے انجام کا ذکر ہے جن کے لیے ہمیشہ ہمیشہ جہنم کا عذاب، ذلت و رسوائی اور آگ میں جلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ مشرکین کو کبھی معاف نہیں کرے گا خواہ وہ انبیاء کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب حالت کفر پر فوت ہوگئے تو آپ کو اس کا سخت افسوس اور شدید صدمہ ہوا۔ جب ابو طالب بیمار ہوگئے اور وفات کا وقت قریب تھا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے اور فرمایا: چچا جان! لا الہ الا اللہ کہو مجھے اپنے رب کے ہاں (تمھاری سفارش) کے لیے ایک دلیل مل جائے گی۔ اس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ جو قریب بیٹھے تھے، کہنے لگے: ''کیا تم عبدالمطلب کا دین چھوڑ دو گے؟ یہ دونوں مسلسل یہی بات کہتے رہے ابو طالب نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر (مرتا) ہوں اور اس نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کیا اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چچا جان! اللہ کی قسم! میں تمھاری بخشش و مغفرت کے لیے دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔''
ابو طالب کے بارے یہ آیت بھی نازل ہوئی: ﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ ﴾

''اے نبی! جسے آپ چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور وہ ہدایت کے (مستحق) لوگوں کو خوب جانتا ہے۔''[1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابو طالب کو ہوگا وہ دو جوتیاں پہنے ہوں گے جس کی وجہ سے ان کا دماغ کھول رہا ہوگا۔''[2]

ابو طالب کی قربانیاں:

- ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا اور سیدنا علی و جعفر رضی اللہ عنہما کے والد تھے۔
- ابو طالب کے کندھوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی ذمہ داری اس وقت آن پڑی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ سال تھی۔ ابو طالب نے نہ صرف یہ کہ حق کفالت خوب نبھایا بلکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور حفاظت کی ذمہ داری بھی نبھائی۔
- ایک مرتبہ مشرکین مکہ جمع ہو کر ابو طالب کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے بھتیجے کو روکیں، ورنہ ہم فیصلہ کن جنگ لڑیں گے کہ دو میں سے ایک فریق کا خاتمہ ہو جائے گا۔ ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''میرے بھتیجے! تمھاری قوم کے لوگ یہ دھمکی دے گئے ہیں اب تم خود اپنے اور میرے اوپر رحم کرو اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا أَنَا بِأَقْدَرَ عَلَى أَنْ أَدَعَ لَكُمْ ذٰلِكَ عَلَى أَنْ تَسْتَشْعِلُوا لِيْ مِنْهَا شُعْلَةً))[3]

---

1. بخاری، کتاب التفسیر (سورة القصص) باب قوله ﴿ إنك لا تهدى ﴾......الخ : ٤٧٧٢۔
2. مسلم، کتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا : ٢١٢۔
3. مسند أبو يعلى ٦/ ٣٩ح : ٦٧٧١۔ طبرانی المعجم الكبير : ١٧/ ١٧٣۔ التاريخ الكبير للبخاری : ٦/ ٣٦١، ت : ٩٥٦٨۔

اے قریشیو! مجھے اختیار ہی نہیں کہ تمھارے کہنے کی وجہ سے میں اپنی دعوت سے باز آ جاؤں اگر چہ تم میرے پاس سورج کا شعلہ بھی لے آ ؤ۔''

ابو طالب نے کہا: ''اے قریشیو! تم چلے جاؤ، میں کسی بھی حالت میں اپنے بھتیجے کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔''

۞ شعب ابی طالب میں تین سال تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محصور رہے۔

اور یہ کہ ابو طالب کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ اس سب کے باوجود وہ اسلام قبول نہ کر سکے تو اس بات پر رسول اللہ ﷺ سخت غمزدہ تھے۔ مغفرت وبخشش کے لیے چچا کے لیے دعائیں کرنے لگے تو ...... اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور دعائے مغفرت سے آپ ﷺ کو روک دیا گیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مشرک والد کے لیے دعائے مغفرت:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرست مشرک تھے ...... آپ نے باپ کو بڑی ہمدردی اور پیار سے سمجھانے کی کوشش کی اور کہا: ''ابا جی! آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سن سکتی ہیں اور نہ ان میں دیکھنے ہی کی طاقت ہے اور نہ وہ تمھارے کسی کام آ سکتی ہیں...... ابا جان! میرے پاس ایسا علم آ گیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا...... لہٰذا میرے پیچھے پیچھے چلیں میں آپ کو سیدھی راہ بتاؤں گا ...... ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کریں وہ تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔'' میرے پیارے ابو! مجھے تو شدید خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں عذاب ہی نہ آن پکڑے اور آپ شیطان کے ساتھی ہی نہ بن جائیں۔ مشرک باپ نے بیٹے کی نصیحت پر غور کرنے کے بجائے بتوں کی اندھی عقیدت اور ان سے اپنی گہری محبت کا اظہار کرتے ہوئے بڑے غصے سے جواب دیا...... اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے منہ پھیر رہا ہے؟ اگر تو اس حرکت سے باز نہ آیا اور تو نے میرے معبودوں کی مخالفت جاری رکھی تو پھر میں تمھیں پتھر مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ (اب تمھارے

بچاؤ کا ایک طریقہ ہے کہ) عرصہ دراز تک کے لیے میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔

ابراہیم علیہ السلام نے مشرک باپ کا احترام باقی رکھتے ہوئے بڑے ادب سے کہا:

''ابا جان ! آپ پر سلام ہو...... میں اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دعا کرتا رہوں گا، بے شک میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔'' [مریم : ۱۹ / ۴۲ تا ۴۷]

اس وعدے کی بنیاد پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک باپ کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے رہے تھے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہونا ایک فطری بات تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابو طالب کی دعائے مغفرت سے تو منع فرما دیا جبکہ ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک باپ کے لیے دعا کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ کے لیے دعائے مغفرت کی اجازت بھی نہیں ملی جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی رونے لگے اور آپ کے گرد جو لوگ تھے انھوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے اپنے پروردگار سے اجازت طلب کی کہ میں والدہ کے لیے استغفار کروں لیکن مجھے اجازت نہ دی گئی پھر میں نے اجازت طلب کی کہ والدہ کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اجازت دی گئی پس تم قبروں کی زیارت اس لیے کیا کرو کہ قبروں کی زیارت موت کی یاد تازہ کرتی ہے۔''[1]

زیر تفسیر دونوں آیات پر غور کرنے سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ:

'' ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک باپ کے لیے جو دعائے مغفرت کرتے رہے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے اپنے والد سے اسی بات کا وعدہ کیا تھا ...... جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام پر یہ بات کھول دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن

---

[1] مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربه عزو جل......الخ : ۹۷۶۔

ہی مرا ہے تو پھر وہ مشرک باپ کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے رک گئے۔''

ابراہیم علیہ السلام کی مشرک باپ کے لیے چند دعائیں:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے مشرک باپ کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہوئے کہا:

﴿ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ۝ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝ ﴾

[الشعراء : ٢٦/ ٨٦، ٨٧]

''اے میرے رب ! میرے باپ کو معاف فرما دے، یقیناً وہ گمراہ لوگوں میں سے تھا اور جس دن لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں اس دن مجھے رسوا نہ کرنا۔''

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ ﴾ [ابراهيم : ١٤/ ٤١]

''اے ہمارے رب! مجھے معاف فرما اور میرے ماں باپ کو بخش دے اور دوسرے اہل ایمان کی بھی مغفرت فرما جس دن حساب ہونے لگے۔''

﴿ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ [الممتحنة : ٦٠/ ٤]

''ابا جی! میں آپ کے لیے دعائے مغفرت ضرور کرتا رہوں گا اور آپ کے لیے میرے پاس اللہ کے نزدیک کوئی اختیار نہیں ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد ''آزر'' کو دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا...... آپ اس سے کہیں گے کہ میں نے تمھیں کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا ...... باپ کہے گا ...... آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا......''باپ کی یہ بات سن کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے ...... اے میرے رب ! تو نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں قیامت کے دن تجھے رسوا نہیں کروں گا ...... اور آج اس سے بڑی رسوائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ میرا باپ اس حال میں ہے۔''

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا (اے ابراہیم!) میں نے کافروں پر جنت کو حرام کر رکھا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف حکم ہوگا ......اے ابراہیم ! ذرا اپنے پاؤں کی طرف نیچے تو دیکھو!'' (وہ نیچے دیکھیں گے پھر) اسی وقت انھیں اپنے باپ کی جگہ ایک بجو نظر آئے گا جو نجاست سے لت پت ہوگا ......فرشتے پاؤں سے پکڑ کر اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔'' ①

ان واقعات میں ایک مسلمان کے لیے بہت بڑی نصیحت اور پیغام عبرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے رسول اللہ ﷺ اور دیگر اہل ایمان کو دعائے مغفرت سے منع فرما دیا جس سے یہ بات واضح ہے:

- مرنے والے مشرک کے لیے کسی حال میں بھی دعائے مغفرت جائز نہیں خواہ وہ نبی ﷺ کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔
- مشرک کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر رکھی ہے۔
- مشرک کی سفارش اگر نبی بھی کرے تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔
- مشرک اپنی زندگی میں چاہے جتنے بھی اچھے کام کر لے مرنے کے بعد وہ سب کے سب مردود اور عند اللہ نامقبول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کرنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا کی بڑی اہمیت ہے اور خود اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ میرے بندو! تم مجھ سے دعا کرو۔

﴿ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [غافر: ٤٠/ ٦٠]

''مجھ سے مانگو میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا۔''

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ﴾ [الأعراف: ٧/ ٥٥]

''اپنے رب کو عاجزی اور انکساری کے ساتھ چپکے چپکے پکارو۔''

﴿ وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ﴾ [الأعراف: ٧/ ٥٦]

---

① بخاری، کتاب الأنبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واتخذ اللہ إبراھیم خلیلا﴾: ٣٣٥٠۔

''اور اپنے رب کو پکارو ڈرتے ڈرتے اور امید کے ساتھ۔''

دعا کی اہمیت:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ))''دعا ہی عبادت ہے۔''[1]

((اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ)) ''دعا عبادت کا مغز ہے۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کے لیے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لیے گویا رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔''[3]

قبرستان میں مردوں کے لیے دعائے مغفرت:

رسول اللہ ﷺ اکثر قبرستان میں تشریف لے جاتے اور مردوں کے لیے دعائے مغفرت فرماتے، رسول ﷺ کے معمولاتِ دعا کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ سے بیان کرتی ہیں:

❁ ''آپ ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع (قبرستان) تشریف لے جاتے اور فرماتے ''ایمان والو! السلام علیکم، تمھیں وہ مل گیا جس کا تم سے وعدہ تھا اور مکمل اجر کے لیے تمھیں کل یعنی آخرت کا وقت دیا گیا ہے اور یقیناً ہم اللہ کی مشیت کے مطابق تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ! بقیع (قبرستان والوں) کی مغفرت فرما۔''[4]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! قبروں کی زیارت کرتے ہوئے میں کیا کلمات کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم کہو:

((اَلسَّلَامُ عَلٰی أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ

---

1. سنن ابن ماجه للألباني : ٣٠٨٦۔
2. ترمذی، کتاب الدعوات، باب منه '' الدعاء مخ العبادة'' : ٣٣٧١ ۔
3. ترمذی، کتاب الدعوات، باب من فتح له منكم باب الدعاء : ٣٥٤٨۔
4. مسلم، کتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور و الدعاء لأهلها : ٩٧٤۔

الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ) [1]

''مومنوں مسلمانوں پر سلامتی ہو اور اللہ ہم میں سے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور جب اللہ نے چاہا تو ہم بھی تمھارے ساتھ ملنے والے ہیں۔''

میت کے جنازہ میں رسول اللہ ﷺ نے ایسی دعا کی کہ......سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ جو جنازہ میں شریک تھے بے ساختہ پکار اٹھے اور آرزو کی کہ کاش یہ میت میری ہوتی۔

''سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک میت کی) نماز جنازہ پڑھائی، میں نے آپ ﷺ کے دعائیہ کلمات یاد کر لیے۔ آپ ﷺ نے ذیل کے الفاظ پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ، وَاعْفُ عَنْهُ وَ عَافِهِ، وَ أَكْرِمْ نُزُلَهٗ، وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَ نَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهِ وَ زَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ، وَ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ)) [2]

''اے اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم کر، اس کو عافیت عطا فرما، اس کو معاف فرما اور اس کی بہترین مہمان نوازی کر اور اس کی قبر کو فراخ کر، اس کو پانی، برف اور اولوں کے ساتھ دھوڈال اور اس کو گناہوں سے پاک صاف فرما اور اس کے اہل سے بہتر اہل اور اس کی بیوی سے بہتر بیوی عطا کر اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو قبر اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ کر (اور ایک روایت میں ہے) اس کو قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔''

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے آرزو کی: ''کاش! یہ میت میری ہوتا۔''

---

❶ مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور...... الخ ١٠٣/٩٧٤۔

❷ مسلم، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت فى الصلاة : ٩٦٣۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ دعا کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے ...... مردوں کے لیے رسول اللہ ﷺ جنازے میں دعائیں کرتے تھے، قبرستان میں پہنچ کر بھی راتوں کو دعائیں کیا کرتے تھے مگر جب چچا کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو فوراً اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر مشرکین کے لیے دعائے مغفرت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روک دیا۔

دعا صرف مومن کے لیے مفید تحفہ ہے:

دعائیں، التجائیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے درخواستیں ان سب کا فائدہ دنیا میں بالعموم اور آخرت میں بالخصوص اہل ایمان کے لیے ہے ان دعاؤں کا مرنے والے مشرکین کو ہرگز ہرگز کوئی فائدہ نہیں ...... اس لیے ضروری ہے:

- اہل ایمان ایک دوسرے کو دعاؤں کا تحفہ بھیجتے رہیں۔

اپنے لیے اور اپنے زندہ مردہ کے لیے ہمیشہ دعائیں کرتے رہا کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا رب بڑا حیا کرنے والا اور سخی ہے جب بندہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو ان ہاتھوں کو خالی واپس بھیجتے ہوئے اللہ تعالیٰ شرم محسوس کرتا ہے۔''[1]

''ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے حق میں اس کی عدم موجودگی میں کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ دعا کرنے والے شخص کے پاس فرشتہ مقرر ہوتا ہے جب وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے خیر و برکت کی دعا کرتا ہے تو فرشتہ دعا پر آمین کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ تجھے بھی اللہ تعالیٰ اس کی مثل عطا فرمائے۔''[2]

---

1. ابن ماجه، أبواب الدعاء، باب رفع اليدين فى الدعا: ٣٨٦٥۔
2. مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب: ٢٧٣٣۔

عقیدے کی پختگی دعا سے ظاہر ہوتی ہے:

- جب بندہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی، انکساری، بے چارگی اور کمزوری کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق یقین رکھتا ہے کہ وہ ہر ضرورت پوری کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طاقت والا ہے اور وہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ مانگنے والوں سے خوش اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے۔
- اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی چاہنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر معاف فرماتا ہے، جب بندہ کہتا ہے، یا اللہ! مجھ سے یہ غلطی ہوگئی معاف فرما دے، یا اللہ! مجھ سے یہ گناہ ہوگیا ہے معاف فرما دے۔ یا اللہ! میں گناہ کر کے اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھا ہوں مجھے معاف فرما دے، تو اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے، دعائیں قبول فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ بندہ اپنی غلطی کا اعتراف کر کے معافی چاہتا ہے ...... سوال کرتا ہے تو اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تقدیر کو دعا ہی ٹال سکتی ہے اور نیک اعمال سے ہی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔[1]

کافر و مشرک کے مرنے کے بعد اس کے لیے مغفرت کی دعا نہ کریں بے نماز کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

ایصال ثواب کے مسنون اور مصنوعی طریقے:

ایصال ثواب کا جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا صرف وہی صحیح ہے ...... بعد والے لوگوں کے ایجاد کردہ تمام طریقے غلط ہیں اور ان کا کچھ فائدہ نہیں ہے۔

- مرنے والے مومن مسلمان کے لیے ...... دعائے مغفرت کریں ...... مالی صدقہ دیں مثلاً کنواں کھدوائیں، نلکا لگوائیں، حج بدل کروائیں، قربانی کریں، روزہ رکھوائیں،

1. سنن الترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء لایرد القدر إلا الدعاء: ۳۱۳۹۔

الغرض جن چیزوں میں مال خرچ ہوتا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف بھی نہیں تو ایسے اعمال ایصال ثواب کے لیے جائز ہیں بعض لوگ ایصال ثواب کے لیے خود ساختہ طریقے استعمال کرتے ہیں، مرنے والے کو ان کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا مثلاً مالی صدقہ میں سے، تیجہ، چالیسواں، قل، برسی وغیرہ یہ سب سنت کے خلاف ہیں۔

❁ بعض لوگ مرنے والے بے نماز کے لیے نمازیں پڑھتے ہیں ...... قرآن خوانی کرتے اور کہتے ہیں کہ اتنے اور اتنے قرآن کا ثواب فلاں مردے کو بخش۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کو بخشنے کا اختیار کس نے دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ تو صرف وہی اعمال قبول کرتا ہے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں مثلاً:

ایک شخص اپنے بیٹے یا کسی دوست سے کہے کہ میں بہت مصروف ہوں، ڈیوٹی بڑی سخت ہے، دوکان پر اکیلا ہوں، نماز نہیں پڑھ سکتا، میری طرف سے آپ نماز پڑھ لیں، اس کی بات مان کر اگر کوئی شخص اس کی طرف سے نماز پڑھے گا تو یہ کام خلاف سنت اور عند اللہ نا مقبول و مردود ہے، اسی طرح کسی شخص کے لیے قرآن پڑھ پڑھ کر بخشنے والا عمل بھی غیر مسنون ہے۔

ایک شخص اپنی جیب سے رقم، سونا، چاندی، یا کوئی جنس وغیرہ کسی غریب مستحق کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اگر ایک شخص اپنا بازو کاٹ کر دینا چاہے، اپنا دل اور دماغ وقف کرنا چاہے تو یہ عمل بالکل غلط ہے اس لیے کہ ان اعضا کی ضرورت خود اس شخص کو ہے...... اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کاٹ کر دینے کا حق خود اس شخص کو بھی نہیں دیا اسی طرح عبادت کی بھی دو قسمیں ہیں ان میں سے سنت رسول ﷺ کے مطابق مالی عبادت ایصال ثواب کے لیے درست ہے جبکہ بدنی عبادت کے بخشنے کا اختیار صاحب عمل کے پاس نہیں بلکہ وہ خود اس کا محتاج اور ضرورت مند ہے۔

دعا اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک درخواست ہے:

نماز جنازہ دعا ہے اسی طرح دیگر دعائیں! یہ ایک درخواست ہے اور بندہ اپنے رب

سے التجااور درخواست کرتا ہے کہ یا اللہ ! فلاں شخص کو معاف کر دے اس پر رحم فرما ...... اسے جنت میں داخلہ عطا فرما ...... یہ دعا اور درخواست اللہ تعالیٰ مومن مسلمان کے حق میں قبول کرتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے بینک میں اس کا کھاتا کھلا ہوا ہے جبکہ مشرک کے حق میں دعا کرنے والا کوئی عام مسلمان ہو متقی پرہیز گار ہو...... اللہ کا ولی یا کوئی نبی ہو، مشرک تک یہ دعا نہیں پہنچتی اس لیے کہ اس کا کھاتا ہی اللہ کے پاس آخرت میں کھلا ہوا نہیں ہے۔

❀......❀......❀

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝﴾ [التوبة : ١١٥، ١١٦]

''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ کسی قوم کو اس کے بعد گمراہ کر دے کہ انھیں ہدایت دے چکا ہو، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کر دے جن سے وہ بچیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار۔''

مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کی ممانعت والی آیات کے نزول کے بعد بعض صحابہ کرام کو پریشانی لاحق ہوئی کہ ہم تو اپنے مشرک رشتہ داروں کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہے ہیں تو ہماری ان دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہی نہ ہو جائے اور کوئی عذاب نہ نازل کر دے......تو اس پریشانی کے خاتمہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ بات اس کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی قوم کو ہدایت عطا کرنے کے بعد حجت پوری کیے بغیر پھر گمراہ کر دے......ہاں ! اب حکم نازل ہو چکا ہے اور بات واضح کر دی گئی ہے اس کے بعد کوئی شخص مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے تو اس عمل کی وجہ سے اس کا مؤاخذہ ہوسکتا ہے۔

بے علمی کا بہانہ کب تلک؟

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ بے علمی اور جہالت کا بہانہ بنا کر بدعملی اور بے راہ روی پر زندگی گزار دیتے ہیں، مسائل کی تحقیق نہیں کرتے، علم حاصل نہیں کرتے، اگر مسئلہ بتایا جائے تو کہتے ہیں ہم تو بے علم ہیں، اگر حدیث رسول ﷺ پیش کریں تو کہتے ہیں ہمارے مولوی صاحب نے یہ بات نہیں بتائی، ہمارے باپ دادا یہ کام نہیں کرتے تھے۔ اگر انھیں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کا جواب تم سے لے گا اور تمھارے باپ دادا کے اعمال کا حساب ان سے کرے گا، کیونکہ:

﴿ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾

[البقرة : ٢/ ١٤١]

''تم نے جو کیا ہے اس کا جواب تم نے دینا ہے...... تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔''

آپ کے ذمہ تحقیق ہے۔ علماء سے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ سنت وفرمان معلوم کریں اور اس کے مطابق اپنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد اور دیگر تمام نیک کام کریں تو کہتے ہیں ہم ان پڑھ ہیں تحقیقی کام علماء کی ذمہ داری ہے۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے عذر بہانے اور حیلے کام نہیں آئیں گے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا راستہ واضح کر دیا ہے، حق کھول کر بیان کر دیا ہے اور نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کر کے طریقہ متعین کر دیا ہے۔ اب کسی شخص کو اس دین میں رد و بدل کی اجازت نہیں، کسی کو ترمیم و اضافے اور اعمال کے من گھڑت فضائل بیان کرنے کا اختیار نہیں...... اسی طرح کسی شخص کا یہ عذر بھی نامقبول ہے کہ مجھے اس مسئلے کا علم نہیں تھا جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر جائیں اور نہ جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا...... ہم کافروں کو

ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ جہنم میں چیخ پکار کریں گے اور فریاد کرتے ہوئے کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں اس عذاب سے نکال لے، ہم اچھے کام کریں گے ان اعمال کے برعکس جو اس سے پہلے ہم کیا کرتے تھے (جہنمیوں کو جواب ملے گا) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ (تم میں سے) اگر کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا؟ تمھارے پاس ڈرانے والا آیا تھا اب (عذاب) کا مزہ چکھو یہاں ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔'' [فاطر: ۳۵/ ۳۷]

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴾ [التوبة: ۱۱٦]

''بے شک اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مدد گار۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو جہاد کی ترغیب کے ساتھ ساتھ یہ بات ذہن نشین کرنا چاہتا ہے کہ مشرکین کے پاس عارضی اختیارات ہیں۔ کمزور حکومتیں ہیں۔ ان سے لڑو میں وعدہ کرتا ہوں کہ...... جہادی میدانوں میں تمھاری مدد کروں گا۔ میرے اوپر کامل بھروسا کرو۔ آسمانوں اور زمین کا حقیقی مالک تو میں ہی ہوں۔ میرے دشمنوں سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ میں تمھارا حمایتی اور مدد گار ہوں اور کافروں کا کوئی وارث و مدد گار نہیں۔ مومنو! تم جہادی میدانوں کو آباد کرو ان کو سجاؤ...... موت سے نہ ڈرو اس لیے کہ زندگی موت عطا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے...... زندگی کے لمحات متعین ہیں ان میں ذرا بھر بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اگر موت گھر میں آنے کا فیصلہ ہے تو وہ میدان جنگ میں ہر گز نہیں آ سکتی۔ مومنو! تمھارا دوست اور مدد گار اللہ تعالیٰ ہے۔ دوستی کرو تو اللہ تعالیٰ سے، خوش کرنا چاہو تو اللہ تعالیٰ کو خوش کرو، وہی ذات ڈرنے کے لائق ہے اور صرف اسی سے ہر قسم کی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں، اس کے علاوہ کوئی مدد کرنے کے لائق نہیں۔
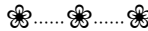
﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾

[التوبة : ۱۱۷]

''بلاشبہ اللہ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی، جو تنگ دستی کے وقت میں اس کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں پھر وہ ان پر دوبارہ مہربان ہوگیا۔ یقیناً وہ ان پر شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

مشکل وقت میں ساتھ نبھانے والوں کے لیے معافی کا اعلان:

بطور خاص یہاں معافی کا اعلان ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے جنھوں نے مشکل ترین وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کی اور تیس ہزار جاں نثار صحابہ گھر بار چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صلیبی رومیوں سے جنگ لڑنے کے لیے نکل پڑے۔ ﴿ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ ﴾ غزوہ تبوک کا دوسرا نام غزوہ عسرہ بھی ہے کیوں کہ یہ معرکہ مشکل وقت میں پیش آیا جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

❀......❀......❀

﴿ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ؀ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ؀ ﴾ [التوبة : ۱۱۸، ۱۱۹]

''اور ان تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی رکھا گیا، یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ فراخ تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں اور وہ سمجھ گئے کہ اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ خود اس کی جناب کے سوا نہیں پھر اس نے ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو بہت

توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تبوک سے پیچھے رہنے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''میں غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کر سکا تھا جبکہ اس معرکہ سے پہلے کبھی میں ایسا تندرست و طاقتور اور مالدار نہ تھا، میں اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس کبھی دو اونٹنیاں نہ تھیں اور اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو اونٹنیاں موجود تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ یہ تھا کہ جب کسی جنگ کا ارادہ کرتے تو اس کو صاف بیان نہ فرماتے بلکہ ایسا تاثر دیتے کہ لوگ کوئی دوسرا مقام سمجھیں۔ جب اس لڑائی کا وقت آیا تو سخت گرمی تھی اور دور دراز کے صحرائی سفر کا سامنا تھا۔ دشمنوں کی تعداد کثیر تھی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صاف صاف بتا دیا کہ ہم تبوک جانا چاہتے ہیں تا کہ لڑائی اور سفر کا سامان خوب تیار کر لیں۔ اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان بکثرت تھے اور کوئی رجسٹر وغیرہ نہ تھا کہ جس میں ان کے نام محفوظ ہوتے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو اس لڑائی میں غیر حاضر رہنا چاہتا مگر وہ یہ گمان کرتا تھا کہ اس کا غیر حاضر رہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک معلوم نہ ہو گا جب تک کہ اس کے بارے کوئی وحی نہ اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑائی کا اس وقت ارادہ کیا جب باغات کے پھل پک چکے تھے اور سخت گرمی کی وجہ سے سایہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے اس لڑائی کے لیے سامان سفر تیار کرنا شروع کیا۔ میں بھی ہر صبح جاتا کہ سامان تیار کروں پھر خالی لوٹ آتا اور کچھ تیاری نہ کرتا، میں اپنے دل میں کہتا کہ میں تو کسی بھی وقت اپنا سامان تیار کر سکتا ہوں اسی طرح دن گزرتے رہے اور لوگوں نے محنت مشقت اٹھا کر اپنا اپنا سامان تیار کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ایک صبح روانہ ہو گئے اور میں نے ابھی تک کچھ سامان

تیار نہ کیا تھا۔ میں نے سوچا ایک دو روز میں سامان تیار کر کے ان سے جا ملوں گا۔ دوسری صبح میں نے سامان تیار کرنا چاہا لیکن خالی لوٹ آیا، پھر تیسری صبح بھی ایسا ہی ہوا کہ خالی لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہ کی۔ میرا کئی بار ارادہ ہوا کہ میں بھی کوچ کروں اور ان سے جا ملوں اور کاش! میں ایسا کر لیتا مگر تقدیر میں نہ تھا پھر رسول اللہ ﷺ کے کوچ کے بعد مدینہ میں جب میں گھر سے نکلتا اور لوگوں سے ملتا تو میں منافقوں، معذور اور ضعیف و ناتواں آدمیوں سے ملتا اور مجھے اس سے رنج ہوتا۔ نبی ﷺ نے مجھے راستہ میں کہیں یاد نہ کیا، قیام تبوک میں ایک دن فرمایا: ''کعب نے یہ کیا کیا جو وہ آیا نہیں؟''

بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا: ''یارسول اللہ! اس کو اچھے لباس اور حسن و جمال پر غرور نے آنے سے روکا۔ یہ سن کر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے بہت برا کیا، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! ہم کعب میں سوائے بہتری کے اور کوئی بات نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ خبر ملی کہ آپ ﷺ واپس آرہے ہیں تو میرا غم تازہ ہو گیا اور مجھے خیال ہوا کہ کوئی ایسا حیلہ سوچنا چاہیے جس سے آپ ﷺ کے غصہ سے بچ جاؤں۔ جب یہ خبر ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے قریب آ گئے ہیں تو سارے جھوٹے خیالات میرے دل سے جاتے رہے اور میں نے یقین کر لیا کہ میں جھوٹ بولنے سے آپ ﷺ کے غصہ سے نہ بچ سکوں گا، میں نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے، دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھتے، اس عمل سے جب آپ ﷺ فارغ ہو چکے تو اس وقت جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انھوں نے آنا شروع کر دیا...... عذر بیان کیے اور قسمیں کھائیں۔ یہ لوگ تقریباً اسی (۸۰) سے کچھ زائد تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے حیلوں بہانوں کو قبول کر لیا، بیعت لی اور اللہ سے ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہوئے ان کے دل کے بھیدوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا...... میں بھی حاضر ہوا۔ السلام علیکم کہا تو

آپ ﷺ یوں مسکرائے جیسے غصہ میں کوئی مسکراتا ہے پھر فرمایا: ''یہاں میرے قریب آؤ۔'' میں سامنے جا کر بیٹھا تو فرمایا: '' تم کیوں پیچھے رہ گئے تم نے تو سواری بھی خرید لی تھی؟'' میں نے عرض کی : ''کیوں نہیں۔'' اللہ کی قسم! اس وقت اگر میں کسی دنیادار شخص کے سامنے بیٹھا ہوتا تو باتیں بنا بنا کر اس کے غصے سے بچ جاتا کیونکہ میں گفتگو کا دھنی تھا۔ مگر اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا تھا کہ اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ کو خوش کرلوں تو کل اللہ تعالیٰ (اصل حقیقت کھول کر) پھر آپ کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ کو سچ بات بتا دوں گو اس وقت آپ ﷺ سچ بولنے کی وجہ سے مجھ سے ناراض بھی ہو جائیں آئندہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی مجھے امید رہے گی۔ تو میں نے نبی ﷺ سے کہا : اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی عذر نہیں، اللہ کی قسم! زور، طاقت، قوت اور دولت میں کوئی میرے برابر نہ تھا اور میں یہ سب چیزیں ہوتے ہوئے بھی پیچھے رہ گیا۔ میری بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا : ''اس نے بالکل سچ کہا۔'' مجھے حکم دیا : ''چلے جاؤ جب تک تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کوئی حکم نہ دے۔'' میں اٹھ کر چل پڑا، قبیلہ بنی سلمہ کے چند آدمی میرے پیچھے آئے اور مجھ سے کہنے لگے : اللہ کی قسم! ہم نے تم سے ایسا کوئی قصور سرزد ہوتے نہیں دیکھا اور دیگر منافقوں کی طرح اگر تم بھی کوئی بہانہ کر لیتے تو رسول اللہ ﷺ کی دعا تمھارے لیے کافی ہوتی، اللہ کی قسم! وہ برابر مجھے لعنت ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی باتوں سے میرے دل میں خیال آیا کہ نبی ﷺ کے پاس جاؤں اور اپنی پہلی بات کا انکار کر کے کوئی دوسرا عذر پیش کروں، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ہے جس نے میری طرح گناہ کا اقرار کیا ہو؟ انھوں نے کہا ہاں دو آدمی ہیں جنھوں نے تیری طرح اقرار کیا ہے اور ان سے بھی رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا جو تجھ سے فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ دو شخص کون کون سے ہیں؟ انھوں نے کہا مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما ایسے دو شخص جو بدر کی لڑائی میں شریک تھے جب انھوں نے ان دو شخصوں کا نام لیا تو مجھے تسلی ہوگئی اور میں چل دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والوں میں، خاص کر ہم تینوں سے لوگوں کو میل جول اور بات چیت سے منع فرما دیا تو ہم سے سب بچنے لگے اور بالکل اجنبی سے ہوگئے۔

ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے زمین بدل گئی ہو۔ وہ زمین ہی نہ رہی (جس پر ہم رہتے تھے)۔ اسی حالت میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ مرارہ اور ہلال رضی اللہ عنہما دونوں اپنے اپنے گھروں میں پڑے روتے رہتے اور میں چونکہ ایک جوان اور مضبوط آدمی تھا، باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا اور بازاروں میں برابر آتا جاتا لیکن کوئی مجھ سے بات نہ کرتا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر بیٹھتے تو میں جا کر سلام کرتا اور غور سے دیکھتا کہ میرے سلام کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک ہلے ہیں یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نماز پڑھنے لگتا اور ترچھی نظروں سے دیکھتا تو نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوتے اور (نماز کے بعد) جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا تو منہ پھیر لیتے۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی اور لوگوں کی اجنبیت اور زیادہ بڑھ گئی تو ایک روز میں نکلا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر جا چڑھا، وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور مجھے بہت زیادہ محبوب بھی تھے میں نے انھیں سلام کیا تو اللہ کی قسم! انھوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔

میں نے کہا: اے ابوقتادہ! تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنی محبت ہے؟ وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر قسم دے کر دوبارہ یہی کہا لیکن وہ خاموش رہے پھر تیسری بار قسم دے کر یہی کہا تو ابوقتادہ نے جواباً کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میرے آنسو ٹپک پڑے۔ میں نے پیٹھ موڑی، دیوار پر چڑھا اور واپس چلا آیا۔

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں بازار میں جا رہا تھا تو اتنے میں ملک شام کا ایک عیسائی کسان جو مدینہ میں گندم فروخت کرنے لایا تھا، کہہ رہا تھا لوگو! مجھے کعب بن مالک کے متعلق کچھ بتاؤ۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا خط دیا، اس میں لکھا تھا: ''امابعد! ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پیغمبر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم سے بدسلوکی کی ہے، اللہ نے تمھیں ایسا ذلیل بنایا ہے اور نہ بے کار تم ہمارے پاس چلے آؤ، ہم بڑی عزت واحترام سے پیش آئیں گے۔'' میں نے خط پڑھ کر خیال کیا کہ یہ بھی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے۔ میں نے اسی وقت اس خط کو جلتے بھڑکتے تنور میں پھینک کر جلا ڈالا۔ اسی حال میں چالیس راتیں گزر گئیں تھیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو۔ میں نے پوچھا اسے طلاق دے دوں؟ اس نے کہا: نہیں، صرف اس سے الگ رہو، حقوق زوجیت ادا نہ کرو۔ میرے دونوں ساتھیوں کو بھی یہی حکم دیا گیا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہ ہو۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ! (ﷺ) کے پاس گئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول! ہلال بن امیہ بہت ضعیف ہے اور اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں اگر میں اس کی خدمت کروں تو آپ برا تو نہیں جانیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! ہاں تعلقات زوجیت قائم نہ کرنا۔'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! جس روز سے آپ کا عتاب ہوا ہے وہ تو سوائے رونے کے اور کچھ کرتا ہی نہیں۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بھی میرے بعض عزیزوں نے کہا کہ اگر تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں نبی ﷺ سے اجازت مانگو تو مناسب ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں تو کبھی رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی اجازت نہ مانگوں گا۔ کیا خبر نبی ﷺ کیا فرمائیں؟ اس کے بعد دس راتیں اور گزر گئیں تو مقاطع کو اب پچاس راتیں ہو گئیں، صبح جب میں فجر کی نماز پڑھ کر اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی (سورۂ توبہ:۱۱۷ میں) کیا ہے۔ میں اپنی زندگی سے تنگ آ گیا اور زمین باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی...... اتنے میں میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع (نامی) پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے پکار رہے تھے: ''کعب! خوش ہو جاؤ۔'' یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میری مشکل دور ہو گئی...... نبی ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا قصور معاف کر دیا ہے۔ لوگ خوشخبری دینے کے لیے (جوق درجوق) میرے پاس اور میرے دونوں ساتھیوں کے

پاس پہنچنے لگے۔ ایک شخص (سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) گھوڑا دوڑاتے ہوئے میری طرف نکلے اور اسلم قبیلے کا ایک شخص دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑ والے کی آواز مجھے گھوڑے والے کی آواز سے پہلے پہنچی، جب یہ شخص جس کی بشارت دینے کی آواز مجھے پہنچی تھی میرے پاس آیا تو میں نے (خوشی میں) اپنے کپڑے اتار کر اسے پہنا دیے۔ واللہ! اس روز کپڑوں میں سے میرے پاس یہی دو کپڑے تھے اور میں نے (ابوقتادہ) سے دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا۔ راستہ میں لوگ جوق در جوق ملتے، مجھے توبہ قبول ہو جانے کی مبارکباد دیتے اور کہتے کہ اللہ کی طرف سے معافی تمھیں مبارک ہو۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہیں، مجھے دیکھتے ہی سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے، مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! ان کے سوا مہاجرین میں سے اور کسی نے اٹھ کر مجھے مبارکباد نہیں دی اور میں ان کا یہ احسان کبھی بھولنے والا نہیں۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے جگمگا رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کعب تجھے اس دن کی بشارت ہو جو ان سب دنوں میں بہترین ہے، جب سے تیری ماں نے تجھ کو جنا۔'' کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! یہ خوش خبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہو جاتا اور ہم لوگ اس کو پہچان لیتے۔''[1]

سارا مال صدقہ کرنے کی خواہش:

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ مزید بیان فرماتے ہیں:

''جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اپنی توبہ کی قبولیت کے شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کو دے دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کچھ مال خیرات کرو اور کچھ اپنے لیے رہنے دو، وہ تمھارے لیے بہتری کا ذریعہ ہے۔'' میں نے عرض کی میں اپنا

---

1. بخاري، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك: ٤٤١٨۔

خیبر کا حصہ اپنے لیے رہنے دیتا ہوں اور باقی خیرات کرتا ہوں۔ پھر عرض کی:
اے اللہ کے رسول! بے شک سچ بولنے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات دی اور میں اعلان کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں کبھی جھوٹ نہ بولوں گا اور اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آزمائش میں سچ بولنے کی وجہ سے کسی مسلمان پر اتنا فضل کیا ہو جتنا مجھ پر کیا۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس معاملہ میں سچ سچ عرض کر دیا اس وقت سے آج کے دن تک میں نے کبھی قصداً جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر سورۂ توبہ کی یہ آیات (۱۱۷، ۱۱۸ اور ۱۱۹) نازل کیں ''اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے حال پر توجہ فرمائی۔
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔'' اللہ کی قسم! میں تو اسلام لانے کے بعد سے اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اپنے آپ اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا کہ اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولنے کی توفیق دی اور جھوٹ سے بچا لیا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو دوسرے لوگوں (منافقوں) کی طرح جنہوں نے جھوٹ بولا، تباہ ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب وحی نازل کی تو ان جھوٹوں کے لیے ایسا برا لفظ اتارا کہ ویسا برا لفظ کسی کے لیے نہیں اتارا۔ فرمایا:
''اب جب تم لوٹ کر آؤ گے تو یہ لوگ اللہ کی (جھوٹی) قسمیں کھائیں گے۔''[1]

جذبہ اطاعت سے سرشار مثالی معاشرے کی ایک جھلک:

معرکہ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک سیدنا کعب بن مالک ہیں، جنھوں نے درج بالا حدیث میں اپنی آپ بیتی بیان کر کے رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ مسلم معاشرے کے کردار وعمل کی ایک خوبصورت جھلک پیش کی ہے۔
اس واقعہ میں قیامت تک کے مسلمانوں کی کامیابی کے لیے واضح راہنمائی، بہترین نصیحت اور شاندار مثالیں موجود ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

[1] بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالك: ٤٤١٨۔

- کفر و اسلام کی معرکہ آرائیوں کے دوران معمولی کوتاہی بھی سخت ناپسندیدہ ہے اور یہ کہ:
- روانگی کا حکم ملنے کے بعد جہاد سے پیچھے رہنا اور وہ بھی بد نیتی سے نہیں بلکہ محض غفلت و سستی کی وجہ سے ہو تو بھی مسلم معاشرے کو ایسے شخص سے مقاطعہ اور بائیکاٹ کا جواز فراہم کر دیتا ہے۔
- ایک سچے اور مخلص مجاہد سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بول کر اپنے جرم کا اعتراف کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ اور اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرو......سیدنا کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھے تو ساتھ ہی چند دوسرے لوگ ان کے پیچھے آئے اور اس سچ بولنے پر وہ لعنت ملامت کر کے عذر بہانے اور جھوٹ بولنے پر اکسانے لگے...... ان لوگوں کی جھوٹی دعوت سیدنا کعب پر کچھ اثر کر گئی ......پھر اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے سے ان کو بچا لیا۔
- غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے منافقین نے جھوٹے عذر بہانے پیش کیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جھوٹی قسموں کو قبول فرما لیا اس لیے کہ یہ منافق تھے۔
- سچے اور مخلص تین جاں نثاروں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تو ان سے طویل بائیکاٹ کا حکم ہوا یہ اس لیے کہ یہ اپنے تھے پھر منافقین کی طرح جہاد سے پیچھے کیوں رہے؟
- یہ سزا جسمانی تشدد نہیں بلکہ بھر پور محبت و شفقت کا ایک پہلو اور جہادی تربیت کا انوکھا انداز تھا جو چالیس دن کی طویل مدت کے بعد مزید سخت ہو کر پچاس دنوں تک قائم رہا۔

سزا یافتہ مجاہدین کے لیے پیغام وفا:

صاف گوئی اور اپنی غلطی کا اعتراف کرنے والے تینوں مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بائیکاٹ کا حکم ملا تو ان تینوں میں سے کسی ایک نے بھی اس فیصلے پر اعتراض اور احتجاج نہیں کیا، بلکہ ندامت کے آنسو آنکھوں سے چھلکنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھایا تو کیوں؟ بائیکاٹ کے طویل ایام تڑپ تڑپ کر گزارنے کے باوجود، جماعت سے علیحدگی کی سوچ نہیں۔ الگ سے کوئی جتھا بندی اور ہم خیال گروپ نہیں...... زبردست مقرر اور

فن گفتگو کا بادشاہ ہونے کے باوجود امیر کے سامنے زبان کھولنا تو دور کی بات دل و دماغ میں اس قسم کے وساوس اور خیالات تک کو قریب نہیں آنے دیا گیا۔

دشمن جو عرصہ دراز سے کمزور پہلو کی تلاش میں تھا اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش میں سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو عزت و احترام اور بڑے عہدہ و منصب کا تحریری پیغام بھیجا تو اس مخلص مجاہد نے ٹھکراتے ہوئے وہ خط نذر آتش کر دیا۔

ان تینوں مخلص مجاہدین نے جذبہ اطاعت وفرمانبرداری کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے امیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضگی کا سوچا تک نہیں بلکہ سخت اذیت کی سزا کے ایام میں بھی ان کی محبت نہ صرف یہ کہ برقرار رہی بلکہ بڑھتی گئی۔ آج بھی مجاہدین کا یہی انداز ہے، فوراً غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور سزا لینے میں عار محسوس نہیں کرتے۔ اسی لیے اصلاح ہوتی ہے، مجاہدین کے نزدیک اصل آخرت ہے، وہ ہر وقت آخرت کی فکر میں رہتے ہیں۔

جہادی معاشرے کی فکری اور عملی پختگی کی نادر مثالیں:

جہاد سے پیچھے رہنے والے تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بائیکاٹ کا حکم سنتے ہی اطاعت کا عالم یہ تھا کہ اپنے بیگانے ہو گئے، جگری دوستوں نے آنکھیں پھیر لیں آمنا سامنا ہونے سے پہلے راستہ بدل لیا۔ قریبی رشتہ دار اجنبی ہوگئے، کوئی کلام کرنے کے لیے تیار نہیں حتیٰ کہ سلام کا جواب تک نہیں ملتا۔ دنوں پر دن اور ہفتوں پر ہفتے گزرتے گئے، بائیکاٹ کے فیصلے میں نرمی نہیں اور دلی ہمدردی کے باوجود پورے معاشرے میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو حکم بائیکاٹ کی خلاف ورزی کرے، دوسری جانب ان تینوں پر زمین تنگ ہو چکی تھی اور اس سے بڑھ کر خود وہ اپنی جانوں سے تنگ آ چکے تھے۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کی شدید قسم کی دلی چاہت اور خواہش تھی کہ کوئی مجھ سے بات کرے یا کم از کم میرے سلام کا جواب ہی دے دے مگر ایسا کوئی موقع اور لمحہ نہیں آیا، چنانچہ ان کی بیقراری بڑھ گئی اور بے تاب ہو کر خفیہ ملاقات کے لیے خلوت کا موقع ڈھونڈھنے لگے۔ ایک دن دوپہر کی کڑکتی دھوپ میں اپنے قریبی رشتہ دار اور بچپن کے

محبوب ساتھی کے پاس دیوار پھلانگ کر ان کے باغ میں جا پہنچے، اپنے پیارے دوست اور چچا زاد بھائی کو پر امید لہجے میں سلام کہا، مگر جواب نہیں ملتا،اس خاموشی پر صبر نہ ہو سکا، تکلیف اور اذیت کی شدت بڑھ گئی، ڈوبتے دل اور بھیگی آنکھوں کے ساتھ حالت بے قراری میں اپنے پیارے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے تین مرتبہ کہا: ابوقتادہ! تمھیں قسم دے کر سوال کرتا ہوں...... بتاؤ کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہیں کرتا؟ اب سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان کو حرکت دی اور صرف اتنا کہا کہ محبت کی سند اور خلوص کا سٹیفکیٹ مجھ سے حاصل کرنے کے بجائے جاؤ رسول اللہ سے حاصل کرو، یہ جواب سن کر سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کے آنسو چھلک پڑے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے محبت کے باوجود اپنے بھائی کی آنکھوں سے چھم چھم برستے آنسوؤں کو پونچھنے سے بھی گریز کیا کہ کہیں یہ عمل بھی امیر کی اطاعت وفرمانبرداری کے منافی نہ ہو۔

چالیس دن کا طویل دورانیہ اسی سنگین کیفیت میں گزر گیا تو ان تینوں مخلصین کو بیویوں سے الگ ہونے کا حکم ہوا۔ پیغام سنتے ہی ان عظیم المرتبت خواتین نے بھی کمال محبت و اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیارے خاوندوں سے جدائی اختیار کر لی۔

❁ بیویوں کی جدائی کے بعد سزا کی شدت میں اضافہ ہوگیا، اجنبیت اور بڑھ گئی...... گھر وہ نہ رہا، زمین بدل گئی...... پھر بھی امیر کی بغاوت اور جماعت سے کٹنے کا سوچا تک نہیں، بددلی نہیں پھیلائی...... ناراض لوگوں اورمنافقین سے مل کر الگ جتھا بندی نہیں کی، 'انا' کا مسئلہ اور بے عزتی کا ڈھنڈورا نہیں پیٹا......چوکوں چوراہوں میں اپنی خدمات کو شمار کر کے اپنی مظلومیت کا چرچا نہیں کیا...... بلکہ جہاد سے پیچھے رہنے کو اپنا گناہ مانا اور اعتراف جرم کے ساتھ سخت ندامت کے آنسو بہاتے اور روتے ہوئے توبہ استغفار کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا۔

پچاس دن کے بیگانے لمحہ بھر میں اپنے ہو گئے:

❁ پچاس دن بعد نماز فجر کے وقت رسول اللہ ﷺ نے جب ان لوگوں کی توبہ قبول ہونے کی

خبر سنائی تو مسجد میں موجود ہر شخص تیزی سے مسجد نبوی سے باہر نکل کر اپنے بھائیوں کو یہ خوش خبری سنانے کے لیے دوڑ رہا تھا...... سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بڑے مضبوط، پھرتیلے اور قد آور جوان تھے اس کے باوجود بھی انھوں نے محسوس کیا کہ اس دوڑ میں شاید میں پیچھے رہ جاؤں اس لیے وہ اپنے گھوڑے پر اڑ کر جا رہے تھے تا کہ وہ دوسرے لوگوں سے پہلے یہ خوشخبری پہنچا سکیں...... پیدل بھاگنے والے ایک شخص نے دیکھا کہ شہسوار تو پہلے پہنچ کر بھائی کو خوش کرے گا تو اس نے پہاڑی کی چوٹی پر سے ہی بلند آواز سے کہا: اے کعب! خوش ہوجاؤ اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول کر لی ہے۔ اس طرح سیدنا زبیر سے پہلے اس شخص نے خوش خبری کا پیغام پہنچا کر سبقت حاصل کر لی جو پیدل بھاگ رہا تھا...... چند لمحوں بعد لوگ پہنچنا شروع ہو گئے۔ تانتا بندھ گیا اور یہ منظر بھی بھلایا نہیں جا سکتا اور ان لمحات کی خوشیوں کو قلمبند نہیں کیا جا سکتا...... کھلکھلاتے چہرے، کشادہ سینے اور خندہ پیشانی سے ایک سے دوسرا بڑھ بڑھ کر مبارک باد پیش کر رہا تھا، یہ تمام وہی لوگ تھے جو پچاس دن تک مکمل اجنبی رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرما رہے تھے، اے کعب! آج کا دن تیری پوری زندگی کا بہترین دن ہے تجھے مبارک اور بشارت ہو۔ سچ کی وجہ سے سیدنا کعب اور ان کے دو ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا فضل و احسان کیا کہ قرآن میں ان کی توبہ کی قبولیت کا اعلان فرما کر ان کی عزت میں اضافہ فرما دیا۔ اور اہل ایمان کو حکم دے دیا کہ ﴿ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ﴾ ”سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

یہ وہ لوگ تھے جن کی تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ یہ وہ جماعت اور اللہ تعالیٰ کا لشکر تھا جس نے راہ حق میں اذیتیں، تکلیفیں برداشت کیں، گھروں کو چھوڑا اور وطن سے ہجرتیں کیں۔ حکم جہاد پر عمل کرتے ہوئے اپنے مال و زر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا...... اپنی اولادوں کو راہ حق میں کٹ مرنے کے لیے روانہ کر دیا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ خود اپنی جانوں کو دلی خوشی کے ساتھ میدان جہاد میں کٹ جانے کے لیے پیش کر دیا۔

❁ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے بدر و احد اور دیگر تاریخی معرکوں میں جانبازی و جاں نثاری

کے ساتھ کافروں کی جڑ کاٹ دی، مشرکین کو تہہ تیغ کرتے ہوئے انھیں دہشت زدہ کر دیا، مکہ فتح کیا، خیبر سے فاتحانہ واپس پلٹے، تبوک کی طرف پیش قدمی کی، اور روم کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا۔ ایران کے آتش کدے بجھا ڈالے...... بڑے بڑے شرک کے اڈوں کو مسمار کر کے اسلام کو غالب کر دیا لیکن اور اگر کبھی انسانی کمزوری کی وجہ سے کبھی جہاد سے پیچھے رہ گئے تو اس لغزش پر اتنے نادم ہوئے اور صدق دل سے توبہ کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن کا حصہ بنا دیا۔

❀......❀......❀
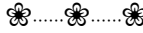
﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ﴾

[التوبة : ۱۲۰، ۱۲۱]

''مدینہ والوں کا اور ان کے ارد گرد جو بدوی ہیں ان کا حق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہتے اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ یہ اس لیے کہ اللہ کے راستے میں انھیں نہ پیاس کی کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور نہ تکان کی اور نہ بھوک کی اور نہ کسی ایسی جگہ پر قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہ کسی دشمن سے کوئی چیز حاصل کرتے ہیں مگر اس کے بدلے ان کے لیے ایک نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ انھیں اس بہترین عمل کی جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے مخلصین کی توبہ کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد اب پیچھے رہ جانے والے منافقین کا یہاں ذکر ہو رہا ہے جن کا تعلق مدینہ شہر اور قرب و جوار کے

دیہاتوں سے تھا، اس کوتاہی اور ناپسندیدہ رویے پر اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرما رہا ہے اور سخت انداز میں سمجھا رہا ہے کہ ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے گھروں سے نکلنا چاہیے تھا مگر انھوں نے اپنے لیے آرام و آسائش سے گھروں میں رہنا پسند کیا اور اپنی جانوں کو خطرات سے بچائے رکھا...... اس کے برعکس رسول اور آپ ﷺ کے صحابہ کے لیے سفری صعوبتوں، مشکلات اور جان کے خطرات کو گوارا کیا۔ یہ انداز قطعی نامناسب، غیر سنجیدہ اور ناپسندیدہ تھا...... اللہ تعالیٰ جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دے، رسول اللہ ﷺ بھر پور تیاری کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کے لیے نکل پڑیں اور یہ لوگ پیچھے رہنے کو ترجیح دیں، اپنی جانیں بچائیں۔ یہ کتنی بری بات ہے۔ یہ اپنی جانوں کو نبی ﷺ کی جان سے زیادہ قیمتی سمجھیں افسوس صد افسوس !! ان لوگوں کو اصل حقیقت کا علم ہی نہیں، جہاد میں شرکت کی فضیلت کی خبر ہی نہیں ...... جہادی راستوں پر چلنے کے اجر و ثواب کا پتا نہیں ...... مدینہ شہر اور اس کے قرب و جوار میں رہنے والے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے مسلمانوں کو جہادی اجر و ثواب اور جہادی راہوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے مجاہد بندے تو ایسے ہیں کہ جب وہ جہادی راستوں پر چلتے ہوئے پیاس کی شدت کو برداشت کریں اور کبھی راہ جہاد میں انھیں بھوک ستائے ...... سواریوں کی قلت کے باوجود کافروں کی طرف پیش قدمی کرتے کرتے تھک کر چور ہو جائیں ...... دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو ان کے ہر ہر عمل کا انھیں اجر و ثواب ملتا ہے، درجات بلند ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

مجاہد کے قدموں کی چاپوں، گھوڑوں کی ٹاپوں، اسلحہ کی جھنکار اور گھن گرج سے دشمن سے چھینے علاقوں سے ان کے قبضے سے چھڑائے مال غنیمت سے جہاں مجاہد کو خوشی اور اجر و ثواب ملتا ہے، درجات بلند ہوتے ہیں، وہاں یہ اعمال دشمن کے غیظ و غضب کو بھڑکاتے اور اس کے غصے کو بڑھاتے ہیں۔ مجاہد اپنی غربت و تنگدستی کی وجہ سے جہاد میں تھوڑا سا مال خرچ کرے یا مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے جہاد کے لیے بہت بڑا مالی صدقہ دے پھر وہ جہاد میں دشمنوں سے معرکہ آرائیوں کے لیے نکل پڑے، وادیاں طے کرے، پہاڑی چوٹیاں سر کرے، بارڈر کراس

کرے، سرحدیں پھلانگ جائے، ویران جنگلوں بیابان ریگستانوں، بہتے دریاؤں، گہرے سمندروں اور فضاؤں کو عبور کرے دشمن سے کوئی علاقہ یا مال غنیمت حاصل کرے تو اس کے یہ اعمال دشمن کو بڑی تکلیف دیتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ مجاہد کے ایک ایک عمل، ہر ہر کام اور ہر ایک قدم کو لکھتا جاتا اور اجر وثواب عطا کرتا جاتا ہے۔

ان مجاہدین کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محسن کہا ہے جس کا آسان مفہوم یہ ہے کہ بڑے اعلیٰ اور خوبصورت کام کرنے والے چونکہ جہاد سے زیادہ خوبصورت اور بڑا کوئی کام نہیں ہے اس لیے جہاد کرنے والے حقیقی محسن ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں!! جہاد ہے ہی نیکیوں کا میدان اور یہ نیکیاں کوئی معمولی نہیں ہوتیں، ان میں بڑا احسن اور خوبصورتی پائی جاتی ہے اور اس عمل میں بڑا مزہ اور لطف محسوس ہوتا ہے۔

اعمال کی لذت کے لیے جہادی محاذوں کا رخ:

موجودہ دور کے مجاہدین کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں تو نقشہ وہی نظر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرون اولیٰ کے مجاہدین کا پیش کیا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کروڑ پتی اور ارب پتی شخص مال و دولت چھوڑ کر جہادی محاذوں کی طرف نکل پڑتا ہے، برفانی چوٹیاں سر کرتا ہے، وادیاں طے کرتا ہے، سرحدیں عبور کرتا ہے اور بھوک پیاس کی شدت کو بخوشی قبول کرتا ہے۔ جنگلوں، غاروں، پہاڑوں اور جھاڑیوں میں بسیرا کرتا ہے۔ پیدل لمبے لمبے سفر طے کرتا ہے اور یہ سب کچھ اس یقین کے ساتھ کرتا ہے کہ ہر ہر عمل کے بدلے اللہ تعالیٰ اجر وثواب کی دولت سے مالا مال کرے گا۔

مجاہدین کی اس نقل وحرکت سے ان کے پلٹنے، جھپٹنے اور جھپٹ کر پلٹنے سے دشمن کا غصہ بڑھ رہا ہے، آتش طیش میں دشمن اپنے ہونٹ کاٹ رہا ہے، دانت پیس رہا ہے۔ مجاہدین کا ہر عمل کافروں کو تڑپا رہا ہے۔ کفر کی تمام طاقتیں مجاہدین کو دہشت گرد ثابت کرنے کے لیے جمع ہو چکی ہیں۔ کفار کی اتحادی فوجیں مجاہدین کے خاتمے کے یک نکاتی ایجنڈے پر جمع ہو کر عمل پیرا چکی ہیں۔ کشمیر و افغانستان اور عراق و فلسطین میں اتحادی، اسرائیلی اور انڈین فوجیں ظلم و جبر کی مکروہ مثالیں قائم کر

چکی ہیں۔ دیگر کافر قومیں بھی کیل کانٹوں سے مسلح ہوکر مجاہدین کے خاتمے کے لیے میدانوں میں اتر آئی ہیں، مگر مجاہد بے سروسامانی کے باوجود ہر محاذ پر دشمنوں اور اللہ کے باغیوں پر قہرِ الٰہی بن کر ٹوٹ رہے ہیں۔ اب تو دشمن کی محفوظ چھاؤنیاں، حساس علاقے اور خفیہ ٹھکانے بھی مجاہدین کی زد میں ہیں۔ اپنے آپ کو دنیا کی سپر طاقت سمجھنے والے اب چیخ رہے ہیں کہ یہ دہشت گرد (مجاہد) جدید عسکری تربیت اور جدید ترین ہتھیاروں سے لیس ہوکر ہم پر حملے کر رہے ہیں۔

جہاد میں جانیں قربان اور مال خرچ کرنے والے:

قرون اولیٰ کی یادیں تازہ ہورہی ہیں، راہ جہاد میں جانیں پیش کرنے والے بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ مائیں اپنے بیٹے محاذوں پر بھیج کر ان کی شہادت کی دعائیں کرتی سنائی دے رہی ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا پھر تیسرا بیٹا بھی راہ جہاد میں قربان کرنے کے لیے روانہ کر رہی ہیں۔ مالی صدقہ کرنے والوں میں جہاں غریب، مزدور اپنی دیہاڑی سے جہاد میں حصہ ڈال رہے ہیں۔ وہاں بڑے بڑے تاجر اور صنعتکار بھی قرون اولیٰ کی یادیں تازہ کر رہے ہیں۔

غزوہ تبوک میں جہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نو سو اونٹ مع ساز و سامان دے رہے تھے۔ ایک سو جنگی گھوڑے، ساڑھے انتیس کلو چاندی اور ساڑھے پانچ کلو سونا پیش کر رہے تھے تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ساڑھے انتیس کلو چاندی پیش کی۔ سیدنا ابو عقیل رضی اللہ عنہ نے ساری رات یہودی کے باغ کو پانی پلایا، چار کلو چھوہارے مزدوری ملی ان میں سے دو کلو جہاد میں پیش کر دیے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والے آج بھی مجاہدین کے پشتی بان موجود ہیں اور ایسے مخلصین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ غلام حکمران جہاد فنڈ پر پابندیوں کی بات کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ جہاد کے لیے مال اور جانوں کی قربانیاں پیش کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ کر دیتا ہے۔ جہادی راہوں کو اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے وعدے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبریاں آگے بڑھنے اور قربانیاں پیش کرنے کے لیے تیار کر رہی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو سب کے سب اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی

سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان، لہٰذا تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگو، یہ تمام جنتوں کے درمیان میں ہے اور سب سے عالی شان، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش بھی ہے۔''[1]

انھی درجات کے حصول کے لیے جہادی راہوں کی طرف مجاہدین بڑھتے رہیں گے اور دشمنوں پر چڑھتے رہیں گے اور کافر اس سے جلتے رہیں گے۔

❀......❀......❀
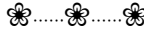
﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾

[توبہ : ۱۲۲]

''اور ممکن نہ تھا کہ ایمان والے سب کے سب نکل جاتے، سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس جاتے تو انھیں ڈراتے تاکہ وہ بچ جاتے۔''

جہاد میں جتنا دین سمجھ میں آتا ہے اور کہیں نہیں آتا:

جہاد شروع کرنے سے پہلے ہمیں یہ آیت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اب قرآنی آیت سے پتا چلا ہے کہ تفقہ فی الدین کیلئے بہترین یونیورسٹی جہاد ہے۔ اس آیت مبارکہ کی روشنی میں اب ہم بڑے وثوق، پختہ یقین اور ذاتی مشاہدات کی بنیاد پر یہ بات کہتے ہوئے لذت محسوس کرتے ہیں کہ جتنی سوجھ بوجھ، دینی شعور، بصیرت اور فہم وفراست جہادی وابستگی سے حاصل ہوتی ہے دوسری کسی جگہ یہ دولت حاصل نہیں ہوتی۔

تفقہ فی الدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

قرآن کریم کی اس آیت کو سمجھنے کیلئے جب ہم صحابہ کرام کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو پتا چلتا ہے

---

[1] بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ : ۲۷۹۰۔

کہ دین کی فہم کے لیے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہادی محاذوں کے لیے نکلتے تھے۔ صحابہ کرام کی جماعت میں سے اصحاب صفہ، عشرہ مبشرہ، شرکائے بدر اور بیعت رضوان کی سعادت حاصل کرنے والے تمام صحابہ کرام جہادی محاذوں کی طرف نکلا کرتے تھے۔ صحابہ کرام میں سے کوئی ایک شخص ایسا نہیں جو زندگی بھر مسجد نبوی تک محدود رہ کر تفقہ فی الدین میں مصروف رہا ہو بلکہ تمام صحابہ کرام فقیہ اور مجاہد تھے تعلیم اور تعلم کے لیے نہ تو ساکت وساکن تھے اور نہ مسجد و مدرسہ میں جامد تھے اور نہ صرف کتابوں میں گم رہنے والے، آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض علماء مسجد و مدرسہ، کتب خانے اور لائبریری میں زندگی بھر کے لیے بیٹھنے کا فیصلہ کیے ہوئے ہیں یہ ان کا ذاتی فعل اور فیصلہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے برعکس یہ ہے:

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ﴾ [التوبة : ٩/ ٤١] ''ہلکے ہو یا بوجھل جہاد کیلئے نکلو۔''

﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [التوبة : ٩/ ٣٩]

''اگر جہاد کیلئے نہیں نکلو گے تو تمھیں دردناک عذاب میں گرفتار کر لیا جائے گا۔''

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ .... ﴾ [الصف: ٦١/ ١٠]

''ایمان والو! کیا ہم تمہیں ایسی تجارت نہ بتائیں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے؟ وہ تجارت ہے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد۔''

﴿ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهٖ ﴾

''اللہ کا حکم ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو۔''

ان احکامات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیسے سمجھا؟ درج ذیل واقعات میں اس سوال کا جواب موجود ہے:

دین سمجھ آنے کی خوبصورت مثالیں:

''سیدنا شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان قبول کیا اور کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ (سفر

جہاد میں) چلوں گا۔ آپ نے ایک صحابی کو (اس کی دیکھ بھال کی) وصیت فرمائی۔ جب غزوہ خیبر میں آپ ﷺ نے غنیمت کا مال تقسیم فرمایا تو اس اعرابی کا حصہ بھی نکالا اور اس وقت یہ ساتھیوں کے جانور چرانے گیا ہوا تھا۔ جب واپس آیا اور ساتھیوں نے اس سے کہا، یہ مال غنیمت میں سے تمھارا حصہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے تمھیں دیا ہے تو اس نے مال لیا، رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میں اس وجہ سے آپ کے ساتھ نہیں چلا تھا بلکہ میں نے تو آپ کی اتباع اس لیے کی تھی کہ مجھے یہاں تیر لگے، اس نے اپنے حلق کی طرف تیر ہی سے اشارہ کیا، اور میں شہید ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو نے سچ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے سچا کر دکھائے گا۔ پھر ان اصحاب رسول نے دشمنوں سے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ دیہاتی تیر لگنے سے زخمی ہوا۔ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے پوچھا یہ وہی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا جی ہاں! وہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس نے اللہ کے ساتھ جو سچا عہد کیا تھا اللہ نے اس کو سچا کر دکھایا۔
آپ ﷺ نے اس کو اپنے جبہ مبارک میں کفن دیا پھر آپ نے آگے بڑھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا: اے میرے اللہ! یہ تیرا بندہ ہجرت کر کے تیرے راستہ میں نکلا اور شہید ہو گیا ہے اور میں اس پر گواہ ہوں۔" [2]

دینی شعور کی بدولت عمل کم مگر ثواب زیادہ:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک زرہ پوش شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا: "یا رسول اللہ! میں پہلے جنگ کروں یا پہلے اسلام لاؤں؟ فرمایا: "پہلے اسلام لاؤ پھر قتال کرو۔" چنانچہ وہ مسلمان ہوئے اور پھر قتال کیا، لڑتے رہے حتی کہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس نے عمل کم کیا لیکن اجر بہت زیادہ پالیا۔" [1]

1. النسائی، کتاب الجنائز، باب الصلوٰة علی الشهداء: ۱۹۵۵۔
2. بخاری، کتاب الجهاد، باب عمل صالح قبل القتال: ۲۸۰۸۔

ان دونوں واقعات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام قبول کرنے والے یہ دونوں شخص اجنبی اور دیہاتی تھے۔ ان دونوں کے قبول اسلام کو زیادہ مدت نہیں گزری تھی مگر جہادی راہ میں پختہ شعور اور فہم وفراست اتنی زبردست پیدا ہوگئی کہ ان میں سے ایک نے تو مالِ غنیمت کا اپنا وہ حصہ جو خود رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا قبول نہیں کیا اور اپنی دلی چاہت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ...... میں نے اسلام قبول ہی اس لیے کیا تھا کہ راہ جہاد میں اپنی شہ رگ کٹوا کے شہادت کا عظیم منصب حاصل کرسکوں۔

یہ ہے فقاہت دین جو جہادی محاذوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی حقیقی سمجھ اور صحیح شعور عطا فرمائے۔ آیئے اب آیت قرآنی کی شان نزول پر غور کریں۔

سورہ توبہ میں جہاد سے پیچھے رہنے والوں پر عتاب، ناراضگی اور بائیکاٹ کی شکل میں جو سخت نوٹس لیا گیا تھا اسے دیکھ کر مسلمانوں نے عزم کر لیا کہ آئندہ جہاد سے کبھی پیچھے نہیں رہیں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ﴾

”اہل ایمان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ سب کے سب ہی (جہاد کے لیے) نکل پڑیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب ہر ایک کو نکلنے کا حکم نہیں ہے، ایک موقع آیا تھا کہ ہم نے حکم دیا تھا: ﴿ انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ﴾

”جہاد کے لیے نکلو ہلکے ہو یا بوجھل، سب نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو۔ یہ وقت گزر چکا ہے اور اب جس کو حکم دیا جائے گا وہی نکلے گا، مزید قاعدہ یہ ہے:

﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ ﴾ ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت، ہر قوم قبیلے اور برادری سے کچھ لوگ، ہر شہر، ہر علاقے اور ہر بستی سے جہادی جذبات سے سرشار لوگ باری باری جہاد کے لیے نکلیں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ فریضہ جہاد کی ادائیگی میں مصروف ہوں گے تو باقی پیچھے رہنے والے لوگ ان کے گھروں، کھیتوں، کھلیانوں اور دیگر ضروری کاموں میں اپنا تعاون پیش کر کے مجاہدین کے پشتی بان اور مددگار ہوں گے۔ ان کے گھروں اور اہل وعیال کے محافظ اور نگہبان بن کر جہادی اجر میں شریک ہوں گے۔

دینی بصیرت کے لیے جہاد میں نکلیں:

ہر شہر، ہر علاقے، ہر محلے اور بستیوں سے باری باری جہاد میں شریک ہونے والوں کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ "تَفَقُّهُ فِي الدِّيْنِ" کے جذبہ سے گھروں سے نکلیں، دینی شعور اور بصیرت حاصل کریں کیوں کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ ہے۔ ﴿يَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾ لغوی اعتبار سے یہ باب تفعل ہے اور اس کے معنٰی میں محنت و مشقت کا مفہوم پایا جاتا ہے، جس سے یہ بات واضح ہے کہ سفر جہاد کی تمام مشکلات مثلاً: بھوک پیاس، جسمانی مشقت، پر صعوبت راستوں کو روندنا، دشمنان دین سے انتقام لینا، علاقے چھیننا، مال غنیمت حاصل کرنا اور پھر حسب استطاعت خود بھی جہاد میں مال پیش کرنا اور وادیوں، میدانوں، دروں اور پہاڑی چوٹیوں کو عبور کرنا، ندی نالوں، چھوٹے بڑے دریاؤں اور سمندروں کو پار کرنا، فضاؤں، ہواؤں اور آسمان کی بلندیوں سے ہوتے ہوئے دشمنوں کی سرحدوں کو پھلانگنا ...... یہ ہیں وہ پر مشقت راستے جن پر چلنے والے مجاہدین کو دینی فہم و شعور حاصل ہوتا ہے اور یہی مفہوم ہے اس آیت کا۔

بعض مفسرین اس آیت کو جہاد سے الگ کر کے محض حصول علم تک محدود رکھتے ہیں جو کئی ایک وجوہ کی بنا پر درست نہیں، مثلاً:

❁ اس آیت کا سیاق وسباق کلی طور پر جہادی ہے۔

پچھلی آیت میں جہاد سے پیچھے رہنے والوں پر عتاب، پچاس دن کا مقاطع اور سلام و کلام بند کر کے جو سخت نوٹس لیا گیا تو آئندہ کے لیے تمام مسلمانوں نے جہاد میں نکلنے کا عزم کر لیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان میں سے کچھ لوگوں کو نکلنے کا جو حکم دیا ہے وہ کسی مدرسہ یا مسجد میں حصول علم کا حکم نہیں ...... کیونکہ مسجد نبوی میں تعلیم دین کا کام تو شروع دن ہی سے جاری تھا اور لوگ دور و نزدیک سے آ آ کر علم حاصل کر رہے تھے۔ اس آیت میں جو بات سمجھائی گئی ہے وہ باری باری جہاد میں نکلنے کا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تَعَلُّمُ کا لفظ نہیں بلکہ تَفَقُّه کا لفظ بولا ہے جس سے یہ بات واضح ہے کہ محض دین کا علم پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ اصل کام جہاد میں عملاً شریک ہو کر دین کا

فہم وشعور حاصل کرنا ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں بیٹھنے والوں میں منافقین بھی قرآن سنتے تھے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والے پر تاثیر خطبے بھی سنتے تھے مگر انھیں دینی شعور حاصل نہیں ہوتا تھا اس لیے کہ وہ جہاد میں شرکت کو ناپسند کرتے تھے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ دین کا علم کافروں کے پاس بھی ہے قرآن کو ہندو اور غیر مسلم بھی پڑھتے ہیں، عیسائی بھی اس کی تعلیم حاصل کرتے ہیں مگر انھیں دین کا شعور نہیں۔

وضاحت کا مطلب یہ نہیں کہ مدارس میں تفقہ فی الدین حاصل نہیں ہوتا...... وہ مدارس جن میں کتاب وسنت پر تمسک ہے وہاں علماء و مدرسین طلباء کی صحیح تربیت فرماتے ہیں وہاں پورا دین سمجھ میں آتا ہے، دوسرے اعمال کی طرح لوگ جہاد بھی سیکھتے ہیں۔ البتہ کچھ لوگ جہاد کی مخالفت میں طلباء کی ذہن سازی کرتے ہیں، آیات جہاد کی تاویلیں سکھاتے ہیں، جس طرح باقی سنتوں کو چھڑاتے ہیں اسی طرح جہاد سے بھی دور کرتے ہیں...... شرطیں لگا لگا کر جہاد معطل کرنے ہی کو تفقہ قرار دیتے ہیں، یہ غلط ہے، اسی طرح دنیاوی تعلیمی اداروں میں بعض پروفیسر حضرات دانشوری کے نام پر جہاد کو مغرب کی تقلید میں دہشت گردی سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ دانشوری نہیں بلکہ اسلامی شعور اور دینی تفقہ سے عاری ہونا ہے۔ تفقہ یہ ہے کہ ہر قسم کے حالات میں دین پر عمل کی تربیت کی جائے، موجودہ حالات میں مسلمانوں کی بے بسی تقاضا کرتی ہے کہ امت مسلمہ کو جہاد پر کھڑا کیا جائے۔ علمائے ربانی کا اس وقت یہی کام ہے اور یہی تفقہ ہے یہ تفقہ میدان جہاد میں حاصل ہوتا ہے۔

دعوت دین غازیوں کی ذمہ داری ہے:

﴿ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ ﴾

”(جہاد سے پلٹ کر) اپنی قوم کو انجام بد سے ڈرائیں تا کہ وہ بچ جائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جہاد سے واپس پلٹنے والے غازیوں کو ذمہ داری سونپی ہے کہ

وہ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائیں۔ جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جو ناراضگی اور غصہ ہے اس سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔ جہاد سے پیچھے تو منافقین رہتے تھے ان کا طرز عمل اختیار کرنے سے لوگوں کو بچائیں۔ دن رات دعوت دین میں مصروف رہیں، لوگوں کو جہاد کے لیے ابھاریں...... جہادی محاذوں سے جس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کا دین سیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کو اپنی آنکھوں سے اترتے دیکھا ہے، وہ بیان کریں تاکہ پوری قوم غلبہ دین کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور آخرت کے عذاب سے ڈر کر جہادی راہوں کو اختیار کر لے۔

ترک جہاد سے قوموں پر ذلت و رسوائی کا عذاب آتا ہے، اس سے ڈرایا جائے۔ غازیوں کی دعوت کے نتیجہ میں پوری قوم اتحادی کافروں سے ٹکرانے کے لیے پیش قدمی کرتی ہوئی نظر آنی چاہیے۔ اگر ایسا ہو جائے تو غازیوں کی دعوت کا مقصد پورا ہو گیا، قوم اللہ کے ڈر کی وجہ سے غیروں کے اسلحے اور بڑی بڑی فوجوں سے بے خوف ہو کر میدان جہاد میں اتر کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں لگ جائے۔ جب تک ایسا نہیں ہو جاتا مجاہدو ! اور غازیو! فارغ مت بیٹھو! دعوت و جہاد کے لیے قوم کے بچے بچے کو تیار کرنے میں دن رات ایک کر دو اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی طرح قوم کو ڈرانے کا حق ادا کر دو۔

غازیوں کی دعوت سے دنیا بدل جاتی ہے:

ہمارا مشاہدہ ہے کہ لوگ بڑے شوق سے غازیوں کی بات سنتے ہیں۔ ان کی نصیحت کو خوش دلی سے قبول کرتے ہیں۔ جہاد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے خود شریک جہاد ہوتے ہیں۔ بچوں کو جہادی محاذوں پر روانہ کرتے اور دل کھول کر صدقہ و خیرات کرتے ہیں۔ اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔ حرام کاروبار چھوڑ کر تھوڑے سے حلال کاروبار پر قناعت کر لیتے ہیں۔ پختہ نمازی بن جاتے ہیں، سنت کے مطابق داڑھی رکھ لیتے ہیں اور لباس بھی سنت کے مطابق کر لیتے ہیں۔ بے ہودہ کام ترک کر کے ٹی وی اور دیگر گندے پروگراموں سے گھروں کو پاک کر لیتے ہیں...... عورتیں پردے کا اہتمام کرتی ہیں۔ فحاشی و عریانی کے فاخرانہ لباس ترک کر کے سادہ اور باحیا لباس پہننا شروع کر دیتی ہیں۔ مختصر یہ کہ معاشرے میں ایک زبردست تبدیلی

نظر آنے لگتی ہے، اس لیے غازیوں کو چاہیے کہ وہ اپنا فرض ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

غازیو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تو یہ پسند کرتا ہے کہ جنگی محاذوں سے واپس آ کر تم دعوت کا کام کرو، قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈراؤ مگر کچھ غازی واپس آ کر دنیاوی دھندوں میں پھنس جاتے ہیں، دعوت کا کام چھوڑ دیتے ہیں، نمازوں میں سستی اور پھر پیچھے رہنے لگتے ہیں، اس طرح وہ اپنا بیڑہ غرق کر بیٹھتے ہیں کیوں کہ یہ بات طے ہے کہ جہاد تمام اعمال سے اونچا کام ہے اور جو شخص جتنی زیادہ بلندی سے گرتا ہے چوٹ بھی اتنی ہی زیادہ کھاتا ہے۔

ہمارا یہ بھی مشاہدہ ہے کہ خلوص کے ساتھ دعوت و جہاد سے وابستہ لوگ جہاد میں ثابت قدم اور دین میں بہت پختہ ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو خطرات سے نمٹنے کے لیے تیار رکھتے ہیں، قوم کو جہاد کے لیے کھڑا کرتے ہیں اور غلبہ دین کے لیے ہمیشہ فکرمند اور متحرک رہتے ہیں۔

معسکرات میں تعلیم و تربیت کا اہتمام:

چونکہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا اس لیے معسکرات میں جہادی تربیت حاصل کرنے والوں کے لیے تعلیم و تربیت کا ہمیشہ ایسا انتظام رہنا چاہیے کہ بہت تھوڑے وقت کے لیے آنے والا شخص بھی اتنا دینی فہم و شعور اور بصیرت حاصل کر لے کہ اسے اپنے سفر زندگی کے عملی راستے کے انتخاب میں دقت پیش نہ آئے جیسا کہ ہم نے تازہ تازہ اسلام قبول کرنے والے دو صحابہ کرام کے واقعات سے یہ بات سمجھی ہے۔
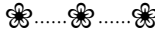
﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قَٰتِلُوا۟ ٱلَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ ٱلْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا۟ فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلْمُتَّقِينَ﴾ [التوبة : ۱۲۳]

”اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! ان کفار سے لڑو جو تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔“

لڑائی کا آغاز:

رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو پہلے ہی سال اللہ تعالیٰ

نے کافروں سے جہاد کرنے کی اجازت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے شروع میں جو جہادی حکمت عملی اختیار کی وہ اس آیت کے حکم سے مختلف اس طرح تھی کہ مدینہ کے قرب وجوار میں رہنے والے کفار ومشرکین اور اہل کتاب کے جنگجو قبائل سے رسول اللہ ﷺ نے صلح کے معاہدے کر کے قریبی کافروں سے مدینہ منورہ کو محفوظ بنا لیا اور جہاد کے لیے تین سو کلو میٹر دور مشرکین مکہ سے پنجہ آزمائی کی۔

- زیر تفسیر آیت کے نزول ۹ھ تک بہت سے فیصلہ کن خونریز معرکوں کے ذریعے جزیرۃ العرب کے بڑے بڑے اہم علاقے اسلام کے زیر نگیں تھے...... مکہ فتح ہو چکا تھا، طائف پر اسلامی جھنڈا لہرا رہا تھا اور خیبر کو یہودیوں کے قبضہ سے آزاد کرالیا گیا تھا۔
- بنو قینقاع، کعب بن اشرف اور بنو قریظہ کے یہودیوں کو بے بس کر کے مدینہ سے نکالا جا چکا تھا۔
- بادشاہوں اور علاقوں کے امراء کو خطوط کے ذریعے اسلام کی دعوت پیش کی جا چکی تھی۔
- بیت المقدس کے قریب ہی معرکہ موتہ کے ذریعے صلیبیوں سے عملی جہاد کا آغاز کر دیا گیا تھا۔
- غزوہ تبوک اسی سلسلہ کی کڑی اور صلیبیوں کی کمر توڑنے کا ایک اہم پروگرام تھا۔

پہلے والی جہاد پالیسی کے برعکس اب یہ نیا حکم نازل ہوا ہے۔ اے ایمان والو! اب اصول جنگ یہ ہے کہ: ((اَلْاَ وَّلُ فَالْاَوَّلُ، اَلْاَقْرَبُ فَالْاَ قْرَبُ)) جو کافر اسلامی سرحدوں کے قریب ہیں پہلے ان سے لڑو پھر درجہ بدرجہ بالترتیب اسلام دشمنوں سے لڑتے جاؤ، بڑھتے جاؤ اور علاقوں پر علاقے فتح کرتے ہوئے چڑھتے جاؤ۔

صحابہ کرام نے اسی اصول کے تحت جہادی حکمت عملی اختیار کی اور علاقوں پر علاقے فتح کرتے ہوئے بیت المقدس اور روم و ایران کو روندتے ہندوستان تک آ پہنچے۔ قسطنطنیہ فتح کیا اور یورپ کے بیشتر علاقوں پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا۔

مجاہدین کو دشمنان اسلام کے خلاف شدت پسند ہونا چاہیے:

اس آیت میں حکم یہ ہے: ﴿ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ﴾

''ایمان والو! کافروں سے تمھارا رویہ سخت ہونا چاہیے، وہ تمھارے اندر شدت محسوس کریں۔''

قرآن کریم کے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ [الفتح: ٤٨/٢٩]

''محمد رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں کی یہ شان ہے کہ وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بڑے ہی رحم دل اور نرم ہیں۔''

موجودہ حالات میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر مجاہدین عمل پیرا ہیں اور وہ کافروں سے بڑی سختی سے پیش آرہے ہیں۔ دشمن کے چھوٹے چھوٹے کیمپوں سے لے کر آرمی ہیڈ کوارٹر تک کامیاب کارروائیاں کر کے دشمن کو حیرت زدہ ہی نہیں بلکہ دہشت زدہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ مجاہدین کی دلیرانہ اور سخت کارروائیوں کو دیکھتے ہوئے دشمنوں کو بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جو لوگ موت کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس قسم کے بیانات ہندوستانی جرنیلوں کے علاوہ امریکی اتحادی اور اسرائیلی فوجوں کے ذمہ داران کی طرف سے بھی منظر عام پر آ چکے ہیں۔

کاش مسلم حکمران اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سمجھ سکیں اور اس پر ایمان لا کر عمل کرتے ہوئے کافروں سے دوستی کی بجائے سختی اور شدت کا رویہ اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے:

حکمرانو! خوب سمجھ لو، مسلمانو! تم بھی جان لو، مجاہدو! تم اپنا ایمان مزید پختہ کر لو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ہمارے حکمران اگر کافروں سے خوف زدہ ہو کر ان سے دوستی کرنا چاہتے ہیں تو خوب جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محروم رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی معیت سے دور رہیں گے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قریبی کافروں سے لڑتے رہیں گے انھیں اللہ تعالیٰ کی مدد،

نصرت اور معیت حاصل رہے گی۔ آج مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کا ساتھ نصیب ہے اور وہ دشمن کے لاؤ لشکر، اس کے بمبار طیاروں، اس کے جدید ترین اسلحہ، ایٹم بم، ڈیزی کٹر اور دیگر مہلک ہتھیاروں کی پروا کیے بغیر جہادی محاذوں پر ثابت قدمی سے جم کر دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں اور دشمن ان کی شدت اور سختی کو جانتا ہوا چیخ رہا ہے کہ شدت پسندوں سے بچاؤ۔

❀......❀......❀

﴿ وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِۦٓ إِيمَٰنًا ۚ فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَزَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَأَمَّا ٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا۟ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ۝ أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِى كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَىٰكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ ٱنصَرَفُوا۟ ۚ صَرَفَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ۝ ﴾ [التوبة : ١٢٤ تا ١٢٧]

"اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے؟ پس جو لوگ ایمان لائے، ان کے ایمان میں تو اس نے اضافہ کیا ہے اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی کا اضافہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ یقیناً وہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت ہی پکڑتے ہیں اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ کیا تمھیں کوئی دیکھ رہا ہے؟ پھر واپس پلٹ جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں، کیوں کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے۔"

ایمان اور نفاق میں کمی بیشی:

سورہ توبہ کی تقریباً پچپن آیات ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی شرارتوں،

خباثتوں اور چالاکیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ یہ چار آیات بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔

❁ منافقین کی گمراہ کن باتوں کے تذکرے سے پہلے مسلمانوں میں پائے جانے والے ایک غلط نظریے کی اصلاح ضروری ہے۔بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے:

ایمان ایک جامد چیز ہے اور ایمان ہر ایک کا خواہ نبی ہو ولی ہو یا کوئی گنہگار ان سب کا ایمان ایک جیسا ہے ان لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ نیکیوں سے نہ تو ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ گناہوں کی وجہ سے ایمان میں کمی ہوتی ہے...... یہ نظریہ قرآن و حدیث کے واضح دلائل کے خلاف ہے، یہاں ہم قرآن کریم کے بعض مقامات پیش کر رہے ہیں۔

منافقین کی ایک ناپاک جسارت کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب قرآن کریم کی کوئی سورت نازل ہوتی تو یہ بدبخت بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ضعیف الایمان لوگوں سے طنزیہ پوچھتے: ''اس سورت کے نازل ہونے سے کس کس شخص کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے ان کے اس زہر آلود سوال کا مقصد قرآن کریم کی تحقیر، اللہ اور اس کے رسول سے استہزا اور اہل ایمان کی حوصلہ شکنی مقصود تھی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا ﴾

اہل ایمان اس سورت کے نازل ہونے سے جہاں خوش ہیں وہاں ان کے ایمان و یقین میں بھی خوب اضافہ ہوتا ہے اس لیے منافقین کا یہ سوال جاہلانہ، احمقانہ، بے بنیاد اور لغو ہے۔ اہل ایمان تو ایسے ہیں کہ ہر آن، ہر لمحہ ان کا ایمان بڑھتا رہتا ہے۔

ایمان کیسے بڑھتا ہے؟

﴿ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا ﴾ [الأنفال : ٨/٢]

''اہل ایمان پر جب اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔''

مجاہدین کو ڈرانے کے لیے جب لوگ کہتے ہیں:

﴿ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴾ [آل عمران : ٣/١٧٣]

”(مجاہدین تو ایسے ہیں کہ) جب لوگوں نے ان سے کہا کہ کافروں نے تمھارے مقابلے کے لیے بڑے بڑے لشکر جمع کر لیے ہیں سو ان سے ڈر جاؤ تو ان کے ایمان اور بڑھ گئے اور وہ کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل اور کارساز ہے۔“

﴿ وَلَمَّا رَءَا الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ ﴾ [الأحزاب : ۳۳/ ۲۲]

”ایمان والے مجاہدین نے جب (خندق کے دن کافروں کے) لشکروں کو دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے انھی کا وعدہ دیا تھا۔ “

﴿ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا ﴾

منافقین کے دل میں چونکہ نفاق کی گندگی پہلے سے موجود تھی سو نئی سورت نازل ہونے سے ان کی پلیدی میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ اسی طرح ہر سورت کے نزول سے جہاں مسلمانوں کا ایمان بڑھ جاتا ہے وہاں منافقین بھی اپنی پلیدی اور نفاق میں بڑھتے جاتے ہیں، وہ اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے گندی ذہنیت کو قبر تک ساتھ لے کر جاتے ہیں۔

جہاں مسلمانوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے تو منافقین کا نفاق بھی بڑھتا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ﴾ [البقرة : ۲/ ۱۰]

”ان کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے سو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بیماری کو اور بڑھا دیا ہے۔“ [البقرة : ۲/ ۱۰]

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا ﴾ [آل عمران : ۳/ ۹۰]

”بے شک جن لوگوں نے ایمان کے بعد پھر کفر کیا اور اس میں وہ بڑھتے گئے تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔“

﴿ إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ءَامَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ۞ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۞ ﴾

[النساء : ٤/ ١٣٧، ١٣٨]

”جن لوگوں نے ایمان کے بعد پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر وہ اپنے کفر میں آگے بڑھ گئے تو یقیناً اللہ تعالیٰ انھیں معاف نہیں کرے گا اور نہ انھیں

ہدایت کا راستہ دکھائے گا ایسے منافقوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔"

پیش کی گئی آیات قرآنی سے پتا چلا:

- آیات قرآنی کی تلاوت سن کر مومن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔
- کافروں کی دھمکیوں سے مقابلے کے لیے مستعد مجاہدین کا ایمان بڑھتا ہے۔
- حملہ آور اتحادی لشکروں کو دیکھ کر مجاہدین کے ایمان میں زبردست اضافہ ہوتا ہے۔
- اسی طرح منافقین جب قرآن سنتے ہیں تو ان کا نفاق بڑھ جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ ایمان اور نفاق میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، آیئے! اب زیر تفسیر ان چار آیات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

نئی نازل ہونے والی قرآنی آیات پر منافقین طنز کرتے اور اہل اسلام کے ایمان پر حملہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے پوچھتے اس سورت کے نزول سے کس کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے خود ہی جواب دیا اور فرمایا کہ مسلمان کے ایمان میں اضافہ اور ہر نازل ہونے والی نئی سورت ان کی خوشیوں کو بڑھا دیتی ہے جبکہ منافقین کے دل میں نفاق کی بیماری ہے سو نئی نازل ہونے والی سورت سے کیفیت کچھ یوں ہوگئی ہے:

﴿ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ ﴾

"پہلی نجاست پر مزید گندگی چڑھ گئی ہے۔"

جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حالت کفر پر مریں گے۔

- منافقین اپنے نفاق میں بڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کے مستحق ٹھہرے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴾

یہ منافق رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ کی مجلس سے کیا بھاگے ہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بیوقوفوں کے دل ہی پھیر دیے ہیں اور اب یہ بدنصیب اپنی گمراہی، حماقت اور جہالت کی نجس عادت پر مرتے دم تک ڈٹے اور جمے رہیں گے۔

منافقین مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود توبہ نہیں کرتے:

﴿ اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ ﴾ یہ منافق ایسے احمق اور نادان ہیں کہ ان کو ہر سال ایک مرتبہ، یا دو مرتبہ ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک پسپائی کے بعد دوسری پسپائی ایک محرومی کے بعد دوسری محرومی ایک ندامت کے بعد دوسری ندامت سے گزرنے کے باوجود بھی اپنی خباثتوں، شرارتوں اور سازشوں سے باز نہیں آتے، توبہ نہیں کرتے، نصیحت سننے کے باوجود اسے قبول نہیں کرتے، گندی ذہنیت ترک نہیں کرتے، نفاق کی بری عادات سے واپس نہیں پلٹتے، آزمائشوں سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ یہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں اس حد تک دور جا چکے ہیں کہ اب تو کوئی بڑی سے بڑی ٹھوکر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھول سکتی: ﴿ لَا یَتُوْبُوْنَ ﴾ اب تو قساوت قلبی کا عالم یہ ہے کہ جرائم کا پردہ چاک ہونے کے بعد بھی یہ توبہ نہیں کرتے۔

﴿ وَلَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴾ عقل کے اندھے ہیں کہ کوئی نصیحت بھی ان کا دماغ روشن نہیں کر سکتی اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے سیاہی نے ان کے دل و دماغ کو تاریک کر دیا ہے، اس لیے:

- جہادی قافلوں سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے حیلے اور عذر بہانے بناتے ہیں۔
- اپنی ناپاک سازشوں پر پردہ ڈالنے کے لیے جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں۔
- اپنی نجی مجالس میں بیٹھ کر زہر آلود پروپیگنڈے کرتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آیت قرآنی کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر موقع پر ان کو ننگا کر دیتا ہے، راز فاش ہو جاتے ہیں، جھوٹ کے پول کھل جاتے ہیں، جھوٹی قسموں کا سہارا ٹوٹ جاتا ہے۔ ندامت، شرمندگی، ذلت و رسوائی ہمیشہ کے لیے ان کا مقدر بن چکی...... یہ اتنے ڈھیٹ ہیں کہ ان برائیوں کی نجاست کبھی ان سے دور نہیں ہوئی اور ہر لمحہ ہر آن وہ اپنی پلیدی میں بڑھتے گئے اللہ تعالیٰ نے ان سے توبہ کی توفیق چھین لی اب یہ نصیحت سننے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے کے لیے تیار نہیں۔ ان کا یہ رویہ اگلی آیت میں بیان ہوا ہے۔

بغیر اجازت مجلس سے جانے والوں کے لیے وعید:

﴿ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ﴾

اس آیت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نئی نازل ہونے والی سورت سنانے اور تازہ ہدایت سے آگاہ کرنے کے لیے بلاتے تو منافقین کو بھی اپنا بھرم رکھنے اور حاضری لگوانے کے لیے مجبوراً آنا پڑتا...... رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے، نازل ہونے والی نئی سورت تلاوت کرتے مجاہدین کو نئی مہم کے لیے ہدایات دیتے ہوئے تیار کرتے تو یہ سارا عمل منافقین کی طبیعتوں کے خلاف ہوتا اور نئے جہادی احکامات ان پر شاق گزرتے۔ پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور آنکھوں کے اشاروں سے پوچھتے کہ تمھیں کوئی مخلص مسلمان دیکھ تو نہیں رہا......؟ آنکھ بچا کر نکلو میں بھی کھسک رہا ہوں ...... چنانچہ چھپ چھپا کر اس پاکیزہ اور نور ایمان کو بڑھانے والی مجلس سے بھاگ نکلتے۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی مجالس سے بغیر اجازت چھپ چھپا کر بھاگ نکلنا منافقین کا معمول تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا:

﴿ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [النور: ٢٤/ ٦٣]

''ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو نظریں بچا کر چپکے چپکے (نبی ﷺ کی مجالس سے) کھسک جاتے ہیں۔ سنو! جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں (ہر وقت) ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی بڑی آفت نہ آ پڑے یا ان کو سخت تکلیف دینے والا عذاب ہی نہ آن پکڑے۔''

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ﴾ [النور: ٢٤/ ٦٢]

''ایمان والے تو صرف وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر پختہ ایمان رکھتے

ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی کام میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہیں تو رسول سے اجازت لیے بغیر وہ مجلس سے چپکے چپکے نہیں جاتے۔''

❀......❀......❀

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة : ١٢٨]

''بے شک تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے جس پر تمھارا مشقت میں پڑنا بہت شاق ہے، تمھاری بھلائی کی بہت حرص رکھنے والا ہے، ایمان والوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا تم میں سے ہونا:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمھاری راہنمائی اور ہدایت کے لیے ایک رسول بھیجا ہے جو تم ہی میں سے ہے۔

﴿ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ کے مخاطب اول قریش مکہ ہیں اور انھیں بتایا جا رہا ہے کہ اس رسول سے تمھارا خاندانی اور نسبی تعلق ہے، بنو ہاشم اور بنوعبدالمطلب سے اس کی قرابت داری ہے اور وہ تمھاری اپنی زبان عربی میں گفتگو کرتا ہے، یہ تمام باتیں اپنائیت سے تعلق رکھتی ہیں اس کے ساتھ ساتھ تم اس کی پیدائش، بچپن، بے داغ جوانی، امانت و دیانت اور شرافت سے بھی خوب آگاہ ہو، لہٰذا اس رسول کی مخالفت چھوڑ کر اس پر ایمان لے آؤ، تہہ دل سے اس کی اطاعت اور اس سے محبت کرو۔

﴿ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ﴾ کے دوسرے مخاطب جملہ بنی نوع انسان ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور وہ ان کو گمراہ کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرے گا ......بعض لوگوں کو اس رسول سے کفر و انکار کے ذریعے جہنم کا مستحق بنائے گا تو

دوسری طرف ایمان والوں کے دلوں میں عقیدت ومحبت کے جذبات کو غلو کی حد تک بڑھا دے گا کہ لوگ اس رسول کو اللہ تعالیٰ کا جز اور حصہ سمجھ کر ((نُورٌ مِّنْ نُورِ اللّٰهِ)) کا درجہ دے کر کہیں گے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے نور ہیں اور یہ بھی کہیں گے کہ ''محمد ﷺ! خدا تو نہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں۔'' ایسے باطل نظریات کے سد باب کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں صاف صاف فرما دیا کہ ﴿ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ ﴾ قیامت تک آنے والے لوگو! اس حقیقت کو اچھی طرح جان لو کہ اس رسول کو ہم نے تم میں سے بنا کر بھیجا ہے۔ جس طرح تم اولاد آدم سے ہو اسی طرح رسول کا تعلق بھی جنس بشریت اور اولاد آدم سے ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نور کا جز اور حصہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ تو اکیلا ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد، یہ مشرکانہ عقیدہ تو یہودیوں اور عیسائیوں کا ہے۔

تمھارا مشقت میں پڑنا اسے سخت ناگوار ہے:

﴿ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ ''لوگو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے تمھاری نسل سے ایسا رسول بھیجا ہے جس کی شان یہ ہے کہ تمھاری تکلیف ان پر بڑی شاق اور سخت ناگوار ہوتی ہے۔''

عَنِتُّمْ کے معنیٰ ہیں: ہلاکت، فساد، مشقت اور خطا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ بات سخت تکلیف دہ اور ناگوار تھی کہ لوگ کفر وشرک اور مصیبت میں گرفتار ہو کر زندگی برباد کریں۔ کافروں کے کفر پر رسول اللہ ﷺ کا حزن و ملال شدید تھا۔ مشرکین کے شرکیہ اعمال پر آپ ﷺ سخت رنجیدہ اور غمزدہ رہتے۔

منافقین کے نفاق پر آپ ﷺ ناقابل بیان صدمے میں مبتلا رہتے۔ کمزور مسلمانوں کے ناپسندیدہ اعمال کی وجہ سے آپ پریشان ہو جایا کرتے۔

جہاد سے پیچھے رہ جانے والے مخلص مسلمانوں کے اجر وثواب سے محروم ہونے کی وجہ

سے بھی آپ ﷺ سخت تکلیف محسوس کرتے ہوئے کرب و اضطراب محسوس کرتے۔
اکثر اوقات آپ ﷺ پر غم کی شدت، دکھ، پریشانی اور صدمہ اتنا بڑھ جاتا کہ اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن بنادیا اور آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ﴾
[آل عمران : ۱۷۶/۳]

''(اے نبی!) جو لوگ کفر کی بھاگ دوڑ میں سرگرداں ہیں یہ آپ ﷺ کو غمزدہ نہ کردیں یہ اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔''

﴿ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴾ [یسین : ۷۶/۳۶]

''(اے نبی!) آپ ان کافروں کی باتوں سے غمزدہ نہ ہوں یقیناً ہم ان کی چھپی اور کھلی سب باتوں کو خوب جانتے ہیں۔''

﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴾ [الشعراء : ۳/۲۶]

''ان کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ اپنی جان کھو بیٹھیں گے۔''

﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ﴾
[الکهف : ۶/۱۸]

''(اے نبی! ﷺ) اگر یہ لوگ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج و غم میں اپنی جان کو ہلاک کر ڈالیں گے ......؟''

اللہ تعالیٰ ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ اتنے رنج و غم کا شکار نہ ہوں، اپنی جان کو روگ نہ لگائیں، ان کے ایمان نہ لانے سے اتنا افسوس نہ کریں، گھبرائیں نہیں، دل و دماغ پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں، افسوس اور صدمے کی کیفیت سے باہر نکلیں اس لیے کہ آپ کا کام تو صرف پیغام پہنچانا ہے:

﴿ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ [النحل : ۸۲/۱۶]

''پس اگر یہ (ایمان لانے کی بجائے) منہ پھیر لیں تو آپ کے ذمہ تو صرف

صاف صاف پیغام پہنچانا ہے۔''

﴿ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ ﴾

[الشوریٰ : ٤٢/٤٨]

''اگر یہ کافر (آپ کی دعوت سے) منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا (بلکہ) آپ کے ذمہ تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کو کافروں کی دنیاوی تکلیف بھی پسند نہ تھی :

سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ جو علاقہ یمامہ کے سردار تھے، مسلمان ہو گئے اور اہل مکہ کے پاس پہنچے تو وہاں کسی جاننے والے نے کہا کہ تو ''صابی'' ہو گیا ہے، ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہر گز نہیں، میں تو محمد ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان ہو چکا ہوں...... سنو! تمھاری اسلام دشمنی اور اس بد زبانی کی وجہ سے اللہ کی قسم! آج کے بعد میرے علاقہ یمامہ سے تمھارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا، ہاں ایک صورت کہ رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت دیں۔ [1]

جانی دشمن سوالی بن کر دربارِ نبوی میں جا پہنچے :

مکہ میں شدید قحط کا سماں تھا ابوسفیان جو ہمیشہ سے رسول اللہ ﷺ کا جانی دشمن اور آپ سے کئی خونریز معرکے بھی لڑ چکا تھا، قحط سے مجبور ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے :

''ہم آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں اور آپ ہمیشہ صلہ رحمی اور احسان کی تعلیم دیتے ہیں، ہم پر احسان فرمائیے اور قحط سے نجات کے لیے دعا فرمائیے کہ اس شدید قحط سے ہمیں نجات ملے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ بن اثال سردار نجد کو حکم بھیجا کہ اہل مکہ کے لیے گندم کی

---

[1] بخاری، کتاب المغازی : باب وفد بنی حنفیة ......الخ : ٤٣٧٢۔

پابندی ختم کر کے وہاں گندم پہنچانے کا انتظام کرے، یہاں گندم کی فراوانی تھی مگر ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے تجارتی مفادات ترک کر کے اسلام کے مفاد کے لیے دشمنان رسول کے لیے گندم کی ترسیل روک دی تھی حکم ملتے ہی تعمیل ہوئی اور اہل مکہ کے پاس گندم پہنچنے لگی اور یوں ان کی جان میں جان آئی۔ [1]

تمام قیدیوں کے بندھن کھول دو:

جنگ بدر میں دشمن کے ستر حملہ آور قید کر لیے گئے، رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے قرار دیکھ کر ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس اضطراب کی وجہ کیا ہے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے چچا عباس کے کراہنے کی آواز نے بے چین کر رکھا ہے چنانچہ انصاری نے عباس کی مشکیں کھول دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ! تمام قیدیوں سے ایسا ہی سلوک کرو۔''

ان واقعات سے پتا چلتا ہے کہ مشرکوں کی تکالیف بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں تھیں۔

اہل اسلام کی تکالیف کے ازالہ کا حکم:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابومسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک شخص کہنے لگا: اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں نماز فجر با جماعت ادا کرنے سے پیچھے رہ جاتا ہوں، کیونکہ فلاں شخص ہمیں طویل نماز پڑھاتا ہے، ابومسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ کرتے ہوئے اس دن سے زیادہ غضبناک کبھی نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں کچھ لوگ نفرت دلانے والے ہیں پس تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز میں تخفیف کرے اس لیے کہ پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضروری کام کاج

---

[1] رحمة اللعالمین، ص: ۷۵۔

والے ہوتے ہیں۔''[1]

❁ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری وصیت کرتے ہوئے حکم فرمایا: ''جب تم کسی قبیلے کے امام بنو تو انھیں نماز مختصر پڑھاؤ۔''[2]

سیدنا انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو تنگی میں نہ ڈالو، انھیں تسلی اور تشفی دو نفرت نہ دلاؤ۔''[3]

پر مشقت عبادت سے باز رہنے کا حکم:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

''مجھے خبر ملی ہے کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو، کیا یہ بات صحیح ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا مت کرو بلکہ رات کو عبادت کرو اور آرام بھی کرو نفلی روزہ رکھو اور کبھی چھوڑ بھی دو اس لیے کہ تیرے ذمہ تیرے جسم کا حق ہے، آنے والے مہمان کا حق ہے اور تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔''[4]

نماز مختصر تاکہ بچے کی ماں پریشان نہ ہو:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نماز لمبی کرنے کا ارادہ کرتا ہوں کہ (اتنے میں کسی) بچے کے رونے کی آواز سن کر میں نماز مختصر کر لیتا ہوں تاکہ بچے کی ماں (جو پیچھے جماعت کے

---

❶ بخاری، کتاب الأذان، باب تخفیف الإمام فی القیام و إتمام ......الخ : ۷۰۲۔

❷ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب أمر الأئمة بتخفیف الصلوٰۃ فی تمام : ٤٦٨۔

❸ بخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم :((یسّروا و لا تعسّروا)) : ٦١٢٤۔

❹ بخاری، کتاب الأدب، باب حق الضیف : ٦١٣٤۔

ساتھ نماز پڑھ رہی ہے) پریشان نہ ہو جائے۔''[1]

❁ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کی پریشانی رسول اللہ ﷺ کی صفت ﴿ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ کے خلاف ہے اور آپ ﷺ بچے کی اس ماں کی پریشانی ختم کرنے کے لیے نماز مختصر کر دیتے ہیں مگر اس کے مقابلے میں جہاد کا معاملہ اس سے قطعی مختلف ہے۔

آپ ﷺ روزانہ وعظ و نصیحت کی مجلس منعقد کرنے سے منع فرمایا تاکہ لوگوں کو مشقت نہ ہو۔

جہاد میں بہتے لہو، کٹتے بازو اور گرتے لاشے بھی قبول ہیں:

ان واقعات میں زبردست حکمت پوشیدہ ہے اور اہل ایمان کے لیے بہت کھلی نصیحت اور ہدایت بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لوگو! میرے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، میں نہیں چاہتا کہ اس کے متعلق میری صاف دلی میں کچھ فرق آئے۔

چھوٹے دودھ پیتے بچے کے رونے سے اس کی ماں کو جو پریشانی ہے وہ رسول ﷺ پر شاق ہے اور اس کے فوری ازالے کے لیے نماز مختصر فرما رہے ہیں۔ دوسری طرف جہادی میدانوں میں بہتا لہو، گہرے زخم، کٹتے بازو اور گرتے لاشے منظور ہیں آخر یہ بھی تو کسی ماں کے جگر گوشے اور دل کے ٹکڑے ہیں۔

میدان بدر میں ستر مشرک مارے گئے اور چودہ صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا جبکہ غزوہ احد کے خونریز معرکے میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اکیلے گیارہ آدمیوں سے مصروف قتال رہے اور نبی ﷺ کے دفاع میں ان کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں اور ہاتھ شل ہو گیا۔

---

[1] بخاری، کتاب الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي : ٧٠٧۔

- رسول اللہ ﷺ نے میدان احد میں دو دو اور تین تین شہدا کو ایک ایک قبر میں خود اپنے ہاتھوں دفن کیا مگر فریضہ جہاد کی ادائیگی سے پیچھے نہیں ہٹے۔
- جنگ احد کے دوسرے دن مشرکین کے تعاقب میں نکل پڑے جبکہ صحابہ کرام کی حالت یہ تھی کہ کٹے پھٹے بازوؤں، زخموں سے چور جسموں، زخموں سے رستے خون اور ٹوٹی ہڈیوں سے دشمن کا تعاقب جاری رکھا ہوا تھا اور اس وقت تک واپس نہیں پلٹے جب تک اطمینان نہیں ہو گیا کہ دشمن بھاگ گیا ہے۔
- بنوقریظہ کے دھوکے باز، عہد شکن چھ سات سو یہودیوں کی گردنیں تن سے جدا کر کے رسول اللہ ﷺ نے جہادی محاذوں کی طرف پیش قدمی جاری رکھی۔
- وفات کے وقت بھی اپنی زندگی کا آخری جہادی لشکر صلیبیوں سے معرکہ آرائی کے لیے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی کمان میں روانہ فرمایا۔
- آپ ﷺ کا یہ فرمان عالی شان بھی ہے:

"یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔"[1]

اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں جہاد وقتال کے احکامات کے آخر میں یہ بات فرمائی ہے کہ اس رسول کو تمھارا تکلیف ومصیبت میں پڑنا سخت ناگوار ہے تو یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہجرت ایک تکلیف دہ اور پر مشقت عمل ہے کیوں کہ ایک شخص کا گھر بار اور وطن چھوڑنا، چلتے کاروبار کو خیر باد کہہ کر علاقہ غیر اور اجنبی لوگوں کی طرف نکل جانا...... برادری اور رشتہ داروں سے کٹ جانا۔

اسی طرح جہاد بظاہر کٹھن، پر مشقت اور مصیبتوں کو برداشت کرنے والا شدید قسم کا ایک اعتبار سے ناگوار عمل ہے اس لیے کہ اپنا علاقہ، گھر، بیوی بچے اور کاروبار چھوڑ کر

---

[1] مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: "تزال طائفة من أمتي...... الخ": ۱۹۲۰۔

دشمن سے مقابلے کے لیے نکلنا، پر مشقت سفری مشکلات کو برداشت کرنا کہ جس میں بھوک، پیاس اور سردی گرمی کی شدت شامل ہے۔ اس کے ساتھ دشمن سے آمنا سامنا، چمکتی تلواروں، برستی گولیوں، شعلے اگلتی توپوں، چیختے چنگھاڑتے ٹینکوں اور بمبار طیاروں کے سامنے سینہ تان کر مقابلہ کے لیے جم کر صف بستہ کھڑے ہونا، دشمن کے جوڑ جوڑ پر مارنا اور ان کی گردنیں اڑانا، خود اپنا لہو پیش کرنا، بازو کٹوانا، زخمی ہونا اور حتیٰ کہ گردن تک کٹوانا یہ سب بظاہر بڑے ناگوار اور پر مشقت اعمال ہیں۔ ان اعمال کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ﷺ کو حکم ہو رہا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَرِّضِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ عَلَى ٱلۡقِتَالِۚ ﴾ [الأنفال : ٨/ ٦٥]

''اے نبی! اہل ایمان کو کافروں سے جنگ وقتال کے لیے ابھاریئے۔''

ایک طرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کا مصیبت ومشقت میں پڑنا رسول اللہ ﷺ کو سخت ناگوار اور ناپسند ہے دوسری طرف ایک پر مشقت عمل جہاد کے لیے لوگوں کو ابھارنے اور ترغیب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح حکم دیا جا رہا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عمل جہاد سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں ابدی راحت نصیب ہوتی ہے اور جہنم کے دردناک عذاب سے اللہ تعالیٰ نجات عطا فرماتا ہے، اس لیے جہاد ناگوار عمل ہرگز نہیں ہے۔

لوگوں کی ہدایت وفلاح پر حریص نبی:

﴿ حَرِيصٌ عَلَيۡكُم ﴾ لوگو! یہ رسول تمھاری ہدایت کا متمنی، تمھاری اصلاح کا آرزو مند اور آخرت کی کامیابی کی حرص رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تمھاری دنیا بہتر ہو اور آخرت میں تمھارا حساب آسان ہو اور تم عذاب سے بچ جاؤ، جنت کی ابدی اور لازوال نعمتوں کے حق دار بن جاؤ، یہ نبی فلاح دارین کی دعوت پیش کرتا ہے، جو لوگ دعوت سننا پسند نہیں کرتے ان کے پاس بھی بار بار جا کر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہے، نصیحت کرتا ہے، رات کی تاریکیوں

میں اٹھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ سے تمھاری ہدایت کی دعائیں کرتا ہے۔ صبح و شام، دن رات اور سردی وگرمی میں ہر وقت وہ لوگوں کی خیر خواہی کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

دوسری طرف کافروں کو یہ پسند نہیں کہ لوگ عقیدہ شرک چھوڑیں، بتوں سے رشتہ توڑیں اور محمد ﷺ کی دعوت قبول کر کے صرف ایک اللہ سے تعلق جوڑیں چنانچہ وہ مخالفت میں لگے ہوئے ہیں، لوگوں کو رسول اللہ ﷺ سے میل ملاقات سے دور رکھنے کی کوشش میں سرگرداں اور پریشاں پھرتے ہیں۔ زمانہ حج میں حجاج کو روکتے ہیں کہ محمد ﷺ سے ملاقات نہ کرو۔ اس کی بات نہ سنو یہ کاہن ہے، جادوگر ہے، دیوانہ ہے، شاعر ہے، اگر کسی نے اس کی بات سن لی تو گھروں میں اختلافات شروع ہو جائیں گے۔ باپ بیٹا جدا ہو جائیں گے، بھائی سے بھائی الگ ہو جائے گا۔ وغیرہ۔

رات کی تاریکی میں دعوت دین کی مثالی حرص:

مشرکین مکہ حجاج کو منع کرتے پھرتے ہیں کہ محمد ﷺ سے ملاقات نہ کریں، دوسری جانب رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر محمد ﷺ حجاج کے مختلف وفود سے ملاقات کرتے ہیں، آپ ﷺ کے ہمراہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں یہ سہ رکنی دعوتی وفد حجاج کے ایک قافلے کے پاس سے گزرا، انھیں دعوت پیش کی، پھر یہ وفد منیٰ میں موجود لوگوں کے پاس پہنچا تو مندرجہ ذیل مکالمہ ہوا:

رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: آپ کون لوگ ہیں......؟

ہم قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں۔

''یعنی یہود کے حلیف؟''

''جی ہاں!''

''آؤ! ہمیں تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔''

لوگ آپ کے گرد جمع ہو کر بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت

دی۔اسلام کی حقانیت اور سچائی بیان فرمائی اور قرآن کریم کی تلاوت فرمائی جونہی آپ ﷺ خاموش ہوئے لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے : یہ تو وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کا حوالہ دے کر یہودی ہمیں دھمکیاں دیا کرتے ہیں لٰہذا جلدی کرو اس رسول پر ایمان لے آؤ کہیں یہود تم پر سبقت ہی نہ لے جائیں، چنانچہ یہ لوگ مسلمان ہوگئے۔''

مال و زر اور حکمرانی کی پیش کش مسترد :

لوگوں کی ہدایت کے حریص رسول ﷺ کی دعوت پھیلتی جا رہی تھی اور دعوت شرک سکڑتی دکھائی دینے لگی تھی۔مشرکین جمع ہوئے اور باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ محمد (ﷺ) کو کسی بڑے عہدہ کا لالچ دیں، مال و دولت کی پیش کش کریں تاکہ ہمارے تراشے بتوں اور معبودوں کی مخالفت چھوڑ دیں۔ چنانچہ مشرکین کا سردار عتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مال و دولت کا لالچ دیتے ہوئے کہنے لگا : بھتیجے برادری میں آپ کا جو مقام ہے اسے آپ خوب جانتے ہیں، اب تم نے قوم میں اختلاف و انتشار ڈال دیا ہے، ان کے معبودوں کو بے اختیار کہا ہے، ان کے ماننے والوں کو بے عقل قرار دیا ہے، ان کے دین کو عیب دار بتایا ہے، ان کے آباؤ اجداد کو کافر ٹھہرایا ہے، لٰہذا میری بات سنو! اور اس پر غور کرو، ہوسکتا ہے کہ میری بات تمھاری سمجھ میں آ جائے اور تم اسے مان لو!!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابو ولید! بات کرو! میں سننے کے لیے تیار ہوں۔''

ابو ولید: بھتیجے! یہ دعوت جو تم پیش کر رہے ہو اگر اس کے ذریعے مال و زر جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تمھارے پاس مال و دولت کے ڈھیر جمع کر دیتے ہیں، پھر تم عرب میں سب سے زیادہ مال دار بن جاؤ گے، اگر تم کوئی عہدہ و منصب حاصل کرنے کے لیے یہ نیا دین پیش کرتے ہو تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں، اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم آپ کو عرب کا بادشاہ بنا دیتے ہیں، اگر آپ پر جن بھوت کا کوئی اثر ہے اور تم میں اس سے نجات

حاصل کرنے کی طاقت نہیں تو پھر ہم آپ کا علاج کرنے کے لیے بھی تیار ہیں عتبہ اپنی بات مکمل کر چکا تو پھر ہدایت کے رسول ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے فرمایا:

''ابو ولید تم اپنی بات مکمل کر چکے؟'' اس نے کہا ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اچھا اب میری بات توجہ سے سنو! اس نے کہا ٹھیک ہے آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہیں، میں سننے کے لیے تیار ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے جو آیات تلاوت کیں ان کا ترجمہ یہ ہے:

''حٰمٓ، بڑے مہربان اور بہت رحم کرنے والے کی طرف سے اتاری ہوئی یہ کتاب ہے، جس کی آیات بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں جو عربی زبان میں ہے اور ان لوگوں کے لیے جو علم و بصیرت رکھتے ہیں، یہ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے مگر اکثر لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا ہے اور اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں ہمارے کان (یہ کلام سننے سے) بہرے ہیں اور ہمارے اور تمھارے درمیان ایک پردہ حائل ہے لہٰذا تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کیے جا رہے ہیں۔'' [حم السجدہ: ۱ تا ۵]

رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے جبکہ عتبہ حیرت زدہ ہو کر ٹکٹکی باندھے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے ہوئے چپ چاپ سنتا جا رہا تھا، جب آپ ﷺ سجدے کی آیت پر پہنچے تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور پھر فرمایا:

''ابو ولید! (یہ میری دعوت ہے) تمھیں جو کچھ سنانا تھا وہ تم سن چکے اب تم جانو اور تمھارا کام، مجھے نہ تو مال و دولت کی حرص ہے اور نہ حکومت و ریاست ہی کی چاہت و آرزو ہے، میں تو رب العالمین کا پیغام لے کر آیا ہوں اور اسے ہر ایک شخص تک پہنچانا میرا مقصد ہے۔''

ابوجہل سے انتقام پر نہیں اسلام قبول کرنے پر خوشی ہوگی:

ہدایت کے حریص رسول ایک دن کوہ صفا پر موجود تھے، ابوجہل کا گزر ہوا ، وہ اس حریص رسول کو دیکھتے ہی مشتعل ہوکر برا بھلا کہنے لگا۔ کافی دیر تک وہ بک بک کرتا رہا سخت سست کہتا رہا مگر رسول اللہ ﷺ نے جواب کے لیے منہ تک نہیں کھولا بلکہ خاموش رہے، جاتے ہوئے ابوجہل نے ایک پتھر اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کے سر پر دے مارا، رسول ﷺ کے سر مبارک سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا، ابوجہل بڑا خوش ہوکر بیت اللہ کے اندر قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔

یہ سارا منظر ایک عورت نے دیکھا تھا، اتنے میں سیدنا حمزہ شکار کھیل کر واپس آتے ہوئے اس عورت کے قریب سے گزرے تو اس عورت نے ان سے ظلم کی وہ داستان بیان کر دی، سیدنا حمزہ غصے سے بھڑک اٹھے اور ابوجہل کی تلاش میں تیزی سے نکل پڑے بیت اللہ میں ابوجہل نظر آیا تو سیدھے اس کے سر پر جا پہنچے اور سخت غصے سے بولے:

اوسرین پر خوشبو لگانے والے بزدل! تو میرے بھتیجے کو گالیاں بکتا ہے؟ سن لے میں بھی اسی کے دین پر ہوں، پھر اپنی کمان کو بلند کر کے ابوجہل کے سر پر اتنے زور سے ماری کہ اس کا خون بہنے لگا، اس مجلس میں ابوجہل کے قبیلے بنومخزوم کے لوگ موجود تھے وہ سخت مشتعل ہوکر لڑنے کے لیے کھڑے ہوگئے، بنو ہاشم سیدنا حمزہ کا قبیلہ تھا یہ لوگ بھی مجلس میں موجود تھے، مقابلے کے لیے وہ بھی سامنے آ گئے ابوجہل نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے قبیلے سے کہا لڑو نہیں اس لیے کہ غلطی میری ہے، سیدنا امیر حمزہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا: محمد! آپ خوش ہو جائیں میں نے ابوجہل کو زخمی کر کے آپ کا انتقام لے لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس انتقام سے کوئی خوشی نہیں، ہاں! اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ یہ سن کر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے اور

ان کی دنیا بدل گئی۔ یہ ہے وہ رسول جسے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

﴿ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ ﴾ لوگو! یہ رسول تمھاری ہدایت کا حریص رسول ہے۔''

✿ رسول اللہ ﷺ کی اس حرص کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یوسف: ۱۲/ ۱۰۳]

''اے نبی! آپ کے حرص اور دلی چاہت کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔''

﴿ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾

''وہ مومنوں سے بہت محبت کرنے والا اور ان پر رحم کرنے والا ہے۔''

رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے اس لیے اس کا معنیٰ ہے:

''وہ مومنوں سے بہت محبت اور ہمیشہ رحم کرنے والے ہیں۔''

اجنبی مسافروں، بچوں اور غلاموں سے شفقت ورحمت کی چند مثالیں:

آپ ﷺ چھوٹے بچوں کو بھی خود سلام کرتے، ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے۔ اپنی سواری پر بچوں کو آگے پیچھے سوار کر لیتے۔

زمین پر بیٹھ کر غلاموں کے ساتھ کھانے میں شامل ہو جاتے۔

سیدنا ابو رفاعہ تمیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا جب آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

خطبے کی پروا کیے بغیر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں ایک مسافر آدمی ہوں، دین سیکھنے کے لیے آیا ہوں کیوں کہ میں دین کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا، دوران خطبہ رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے، میری بات سن کر اپنا خطبہ وہیں چھوڑا اور منبر سے نیچے اتر کر میرے پاس آ گئے چنانچہ ایک کرسی لائی گئی رسول اللہ ﷺ اس پر بیٹھ کر مجھے دین کے احکام سکھانے لگے، پھر اپنے خطبے کی طرف آئے اور اس کا آخری حصہ مکمل فرمایا۔''[1]

---

1. مسلم، كتاب الجمعة، باب حديث التعليم فى الخطبة: ۸۷۶۔

رسول اللہ ﷺ روف و رحیم ہیں کہ یہ صفت اگرچہ مومنوں کے ساتھ خاص تھی مگر رسول اللہ ﷺ منافقین پر بھی رحم فرماتے جیسا کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین سے ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرتے رہے حتیٰ کہ جب وہ مر گیا تو اس منافق کے لیے اپنی قمیص مبارک پیش کر دی، اس منافق کے منہ میں اپنا لعاب مبارک بھی ڈالااور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تا کہ اس کی مغفرت و بخشش کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

دعوت و تبلیغ کے ذمہ داران اور مسئولین کے اوصاف:

مسئولین و مبلغین کو بھی لوگوں کی ہدایت کا بڑا حریص ہونا چاہیے، ہر وقت انھیں لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی فکر ہونی چاہیے، لوگوں کے اعمال کی درستی کی کوشش میں لگے رہنا چاہیے، اخلاق سدھارنے کے لیے محنت کرنی چاہیے، مگر کچھ مسئولین و مبلغین فنڈ جمع کرنے کی فکر میں دن رات مصروف رہتے ہیں، لوگوں سے ملاقات کا مقصد صرف فنڈ حاصل کرنا ہوتا ہے اور انھیں دعوت پیش نہیں کرتے، یہ انداز صریحاً سنت رسول کے خلاف ہے، ایک مسئول کے لیے ضروری ہے کہ ہر وقت وہ اس کوشش میں ہو کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچ جائیں، عذاب جہنم سے بچ جائیں، جنت کے حقدار بن جائیں، جس مسئول کی حرص یہ ہو وہ لوگوں پر شفقت و رحم کرنے والا مبلغ اور مسئول ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفتیں:

﴿ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ذاتی ہیں جبکہ رسول ﷺ کو یہ خوبیاں اللہ تعالیٰ نے بطور خاص عطا فرمائی ہیں۔قرآن مجید میں ہے:

﴿ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [النحل: ١٦/ ٧]

''یقیناً تمھارا رب لوگوں پر بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے۔''

دوسرے مقام پر ہے:

﴿ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [النحل: ١٦/ ٤٧]

''لوگو! یقیناً تمھارا پروردگار بہت زیادہ شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔''

قرآن کریم کے دیگر کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں اسی طرح یکجا بیان ہوئی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی صفتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ہدایت کا حریص رسول وہ تو مومنوں سے بہت زیادہ محبت و شفقت کرنے والا اوران پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔
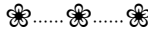
❀......❀......❀

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ [التوبة : ١٢٩]

''پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔''

سورہ توبہ کی اس آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر اب بھی یہ کافر، مشرک اور منافق آپ کی لائی ہوئی پر شفقت دعوت اور نور ہدایت سے مزین دین قبول کرنے کے بجائے اس سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ ان کی فکر نہ کریں بلکہ اعلانیہ ان سے کہہ دیں کہ میرے لیے تو میرا اللہ کافی ہے، میں تو اسی ذات پر کامل بھروسا کیے ہوئے ہوں، وہ بڑی طاقت، قوت اور قدرت والی ذات ہے اور وہ تو عرش عظیم کا مالک ہے۔

۞ مجھے تو وہی کافروں کے اتحادی لشکروں سے بچائے گا۔ منافقین کی سازشوں، شرارتوں اور خباثتوں سے نجات عطا کرے گا۔ مشرکین کے شرک سے بھی وہ پاک ہے، عرش عظیم کا وہ مالک ہے، اس کا کوئی حصے دار اور شریک نہیں۔

اس لیے مجھے ان تمام باطل قوتوں کے مقابلے کی طاقت بھی وہی دیتا رہا ہے اور آئندہ بھی دے گا، کافر و مشرک اور منافقین ہمیشہ ہمارے نقصان کے لیے جمع ہوتے رہے، مقابلے کرتے رہے، سازشوں کے جال بنتے رہے، وہ ہمیں نہ پہلے نقصان پہنچا سکے نہ آئندہ پہنچا سکیں گے کیوں کہ ہمارا کامل بھروسا، مکمل اعتماد اور توکل اس ذات پر ہے جو

عرش عظیم کا اکیلا مالک ہے، وہی تمام قوتوں، بادشاہتوں اور عظمتوں کا مالک ہے۔

- کافروں کو اپنی فوجوں پر بھروسا ہوتا ہے۔ جنگی ساز و سامان، اسلحہ اور وسائل پر ان کی نظر ہوتی ہے وہ ان کے ذریعے جنگیں لڑتے ہیں جبکہ لوگو! سن لو ! ہمارے لیے یہ چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں ہمارا کامل بھروسا، پختہ یقین اور ایمان اس ذات پر ہے جو عرش عظیم کا مالک ہے۔

لوگوں نے دشمن کے بڑے لشکروں سے ڈرایا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں نے کہا:

﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳/۳]

''ان لشکروں کو دیکھ کر ان کے ایمان بڑھ گئے اور انھوں نے کہا ہمارے لیے تو ہمارا اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا محمد ﷺ نے مشکل وقت میں حسبنا اللہ کہا :

((حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ علیہ السلام حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَ قَالَهَا مُحَمَّدٌ ﷺ حِينَ قَالُوا ﴿ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَّ قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ ﴾)) [1]

''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت انھوں نے کہا : ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ اور محمد ﷺ نے بھی یہ کلمہ اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے ان سے کہا کہ مشرکین مکہ نے تمھارے لیے ایک بڑا لشکر جمع کر لیا ہے تم ان سے ڈرو۔ یہ سن کر ان کے ایمان بڑھ گئے اور انھوں نے کہا : ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ ہمارے لیے تو ہمارا اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔''

---

1. بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ الذين قال لهم الناس ﴾ ......الخ : ۴۵۶۳۔

ہر پریشانی، فکر اور غم سے نجات کا وظیفہ:

سورہ توبہ کی یہ آخری آیت:

﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ [التوبة : ۱۲۹]

جو شخص سات مرتبہ صبح اور سات مرتبہ شام کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر غم سے نجات عطا فرماتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ